حیاتِ پاک ﷺ کا وہ دور
جب آپ کو صادق اور امین کے نام سے پکارا گیا۔

عکسِ سیرت

# پیارے نبی ﷺ کا پیارا عہدِ شباب

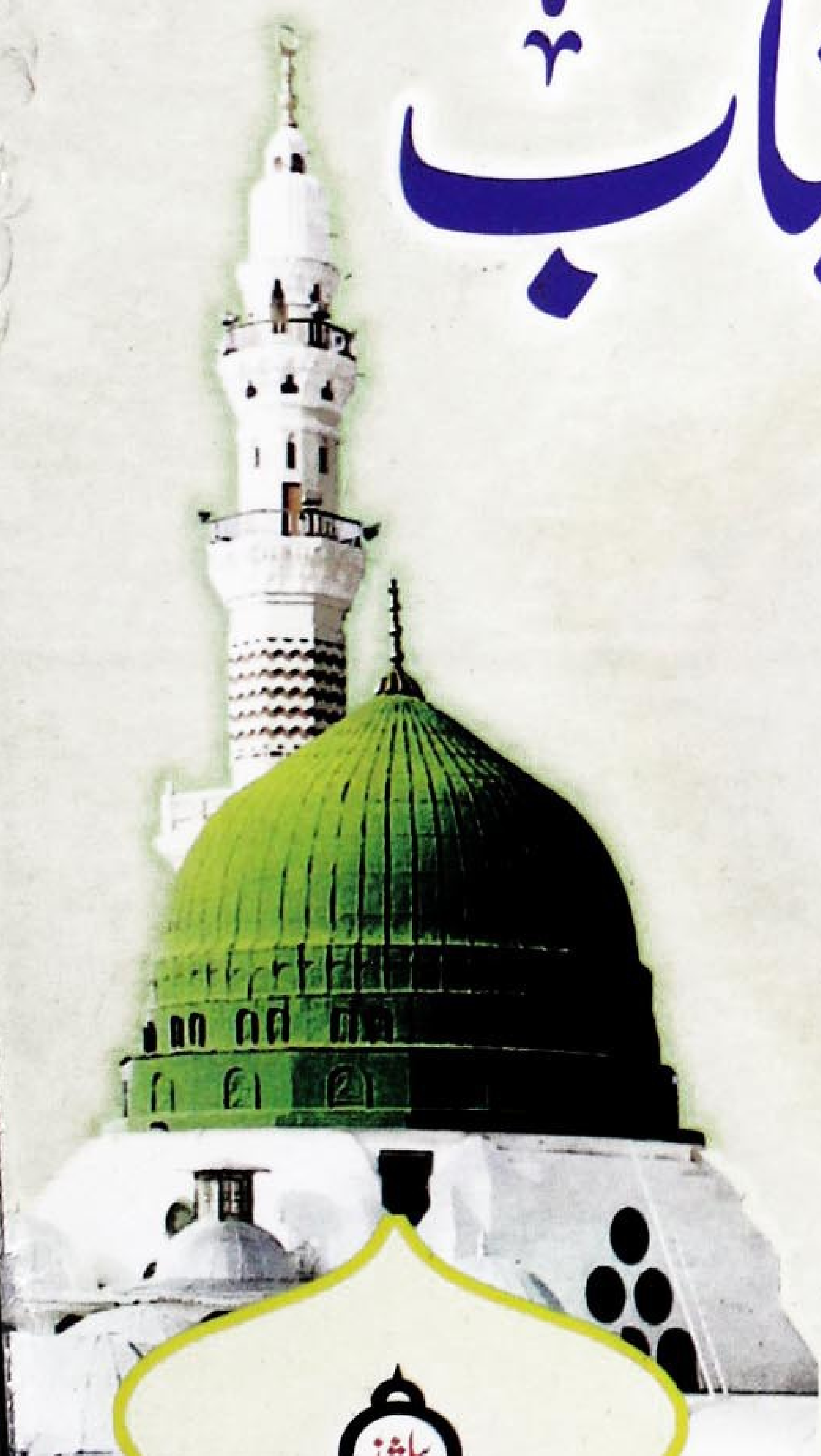

منصور احمد بٹ
(تمغۂ حسنِ کمال و تمغۂ صدارت)

زاویہ پبلشرز
دربار مارکیٹ ۔ لاہور

Marfat.com

Marfat.com

حیاتِ پاک ﷺ کا وہ دور

جب آپ کو صادق اور امین کے نام سے پکارا گیا۔

# پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیارا عہدِ شباب

منصور احمد بٹ

(تمغۂ حسنِ کمال و تمغۂ صدارت)

زاویہ پبلشرز

C-8 دربار مارکیٹ۔لاہور

Ph: 042-37248657- 37112954

Mob: 0300-9467047- 0321-9467047- 03004505466

Email:zaviapublishers@gmail.com

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

2014ء

بار اول............................1100

ہدیہ..................................300

ناشر.................. نجابت علی تارڑ

﴿لیگل ایڈوائزرز﴾

محمد کامران حسن بھٹہ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-8800339

رائے صلاح الدین کھرل ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-7842176

﴿ملنے کے پتے﴾

زاویہ پبلشرز

شوروم

ظہور ہوٹل، دکان نمبر 2، داتا دربار مارکیٹ، لاہور

042-37248657

| | |
|---|---|
| مکتبہ برکات المدینہ، کراچی | 021-34219324 |
| مکتبہ رضویہ آرام باغ، کراچی | 021-32216464 |
| اسلامک بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی | 051-5536111 |
| اشرف بک ایجنسی، کمیٹی چوک، راولپنڈی | 051-5551519 |
| مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ، حیدر آباد | 022-2780547 |
| مکتبہ متینویہ، پرانی سبزی منڈی روڈ، بھاول پور | 0301-7728754 |
| نورانی ورائٹی ہاؤس، بلاک نمبر 4، ڈیرہ غازی خان | 0321-7387299 |
| مکتبہ بابا فرید چوک چٹی قبر پاکپتن شریف | 0301-7241723 |
| مکتبہ غوثیہ عطاریہ اوکاڑہ | 0321-7083119 |
| اقرا بک سیلرز، فیصل آباد | 041-2626250 |
| مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد | 041-2631204 |
| مکتبہ العطاریہ لنک روڈ صادق آباد | 0333-7413467 |
| مکتبہ سخی سلطان حیدر آباد | 0321-3025510 |

Marfat.com

۲۷-۰۲-۱۵

خان بک کمپنی

Rs= ۳۰۰/-

Marfat.com

Marfat.com

# حرفِ محبت

رسول اللہ محمد ﷺ کی مبارک زندگی کا سفر جاری تھا۔ آپ ﷺ زمانہ بچپن عبور کر کے عہدِ شباب میں قدم رکھ چکے تھے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے رضاعت کا حق ادا کر دیا تھا۔

ابوطالب کے ساتھ آپ ﷺ نے ایک طویل عرصہ گزارا۔ عربوں کے عام چلن سے آپ ﷺ کو کوئی علاقہ نہ تھا۔ بچپن اور لڑکپن کی سرحدیں عبور کر کے جوانی میں قدم رکھا تو زندگی کے انداز ہی نرالے تھے۔ اہل عرب آپ ﷺ کو دیکھتے تو حیران ہوتے۔ اپنی راست بازی اور دیانتداری کے سبب صادق اور امین کا لقب پایا۔

غور و فکر اور جستجوئے حق کا عمل اپنی شدت کو پہنچ چکا تھا، غار حرا میں جبین سجدہ ریز تھی، نگاہیں آسمان پر تھیں اور کان کسی غیبی آواز کے منتظر، اور پھر ایک روز غارِ حرا میں کسی غیبی نور سے روشنی ہوگئی۔

اور اقراء باسم ربک الذی خلق کے الفاظ گونج اٹھے۔ جبرائیل علیہ السلام اللہ رب العزت کا پیغام لے کر غارِ حرا میں اترے اور بار نبوت آپ ﷺ کے کندھوں پر رکھ دیا۔ اس غیر متوقع صورت حال سے آپ ﷺ پریشان ہوگئے۔ جسم مبارک پر لرزہ طاری تھا۔ اسی حالت میں غارِ حرا سے نیچے اترے۔ گھر پہنچے تو اپنی شریک حیات حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

"مجھے چادر اوڑھا دو۔ مجھے چادر اوڑھا دو۔"

آپ ﷺ کی یہ کیفیت دیکھ کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا دوڑی آئیں اور ساری روداد سن کر کہنے لگیں:

Marfat.com

"آپ ﷺ فکر کیوں کرتے ہیں۔ اللہ آپ ﷺ کو رسوا نہیں کرے گا۔"

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے یہ الفاظ اٹل حقیقت بن گئے۔

اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو کائنات کے لیے نبی بنا کر مبعوث فرمایا تھا۔ غارِ حرا کی خلوتوں کے بعد سرزمین مکہ کی جلوتیں تھیں جس کے گلی کوچوں میں آپ ﷺ پیغامِ حق لے کر نکل کھڑے ہوئے۔ ایک چراغ جلا تو سو چراغ جل گئے، اور پھر چراغ سے چراغ جلنے لگے۔ صدیوں کی ظلمتوں اور اندھیروں میں یک لخت نور کی کرنیں جاگیں۔

زیرِ مطالعہ کتاب میں رسول برحق ﷺ کے دوسرے دور یعنی عہد شباب کے پیارے واقعات کو یکجا کیا گیا ہے۔ واقعات تو اس قدر ہیں کہ اس کے لیے دفتروں کے دفتر بھی سیاہ ہو جائیں پھر بھی تشنگی اور کمی برقرار رہے، ایک حقیر سی کوشش کی گئی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت قبول فرمائے، اور میرے لیے آسانیاں پیدا فرمائے، اور توشہ آخرت کے لیے کچھ محفوظ ہو سکے۔

امید ہے کہ دیگر کتابوں کی طرح یہ کتاب بھی آپ کو پسند آئے گی۔ اس کتاب میں چند واقعات دانستہ دہرائے گئے ہیں کہ ان کی خاص ضرورت تھی۔ اب اجازت چاہوں گا۔

والسلام

منصور احمد بٹ
0300-9427827
0321-4883686

❀❀❀

Marfat.com

# اس نوجوان کی شان نرالی ہے!

آج بصریٰ کے بازاروں میں بڑی رونق تھی۔ دور دور تک کاروان قریش کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ وادی مکہ کی کھجوریں، کھالیں اور دلفریب دستکاریاں لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر رہی تھیں۔ شامی تاجر بھی اناج، اسلحہ، پارچہ جات اور دوسری چیزوں کے ڈھیر لگائے بیٹھے تھے۔ خرید و فروخت کا بازار گرم تھا۔ کہیں مال کے بدلے مال کا سودا ہو رہا تھا۔ کہیں درہم و دینار کی باتیں ہو رہی تھیں۔ دونوں طرف سے خرید و فروخت جاری تھی۔ ہر سوداگر اپنے مال کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا رہا تھا، رطب اللسان تھا۔ قریش کو اپنی قادر الکلامی پر غرور تھا، انہیں اس پر ناز تھا، وہ خود کو فصاحت و بلاغت کا شہنشاہ کہتے تھے۔

اس میں کوئی شک نہ تھا، ان کی فصیح و بلیغ باتیں سننے والے کے دل موہ لیتی۔ انہیں اپنی طرف متوجہ کر لیتی۔ زبان کی شیرینی کانوں کے رستے دل میں اتر جاتی اور گھر کر لیتی۔

شامی تاجروں کو سودے بازی پر ناز تھا، اس لیے بھاؤ چکانے کا معاملہ ابھی تک حل طلب تھا۔

شامی تاجروں کی ایک ٹولی ہر چیز کو غور سے دیکھتے ہوئے دبلے پتلے اونٹوں کی ایک قطار کے پاس آ کر کھڑی ہوگئی۔ جو دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ یہ ابو طالب کے اونٹ تھے۔ یہاں سامان تجارت کے ڈھیر ایک ہی جگہ لگے ہوئے تھے۔

Marfat.com

ابو طالب نے سامان تجارت کو اس خوبصورتی سے سجا رکھا تھا کہ ہر تاجر کی نگاہ اس پر مرکوز ہو کر رہ جاتی۔

بڑھ چڑھ کر بولیاں لگ رہی تھیں۔ مول تول کا شور جاری تھا۔ لمبی قباؤں، عباؤں اور توندوں والے شامی تاجر آپس میں الجھ رہے تھے۔ چیزوں کو پرکھ رہے تھے۔ مول تول میں مصروف تھے، کچھ تو ان میں سے آپس میں الجھ رہے تھے۔ ایک دوسرے کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔ ایک دوسرے پر کینہ، جھوٹا اور دھوکہ بازی کا لیبل چسپاں کر رہے تھے۔ کچھ ایسے تھے کہ رشک وحسد سے مال کو دیکھ رہے تھے۔

کوئی ابو طالب کے مال کے عیب گنتا تو دوسرا اسے احمق، بے وقوف، اندھا اور ناجنس شناس کہہ کر اس کا مذاق اڑاتا، ہر طرف چہ میگوئیاں اور سرگوشیوں کا بازار گرم تھا۔ کچھ تاجر مال دیکھتے سونگھتے، مسلتے، الٹ پلٹ کر دیکھتے اور پھر ہٹ کر آپس میں صلاح مشورہ کرنے لگتے۔

ابو طالب نہایت تحمل مزاجی سے اپنے مال کے ہر اعتراض کا معقول جواب دے رہے تھے۔ لوگوں کو مطمئن کر رہے تھے، گاہکوں کو قائل کر رہے تھے۔

محمد ﷺ اب بچپن کی حدود سے گزر کر عہدِ جواں میں قدم رکھ چکے تھے۔ وہ یہ سب کچھ نہایت باریک بینی سے دیکھ رہے تھے، جذب کر رہے تھے۔ تجارت کا مشغلہ بھی ان کے لیے بے حد دلچسپ تھا۔ مشاہدہ کی آنکھ سے پرکھ رہے تھے۔ تجارت کے گر دیکھ اور سیکھ رہے تھے۔ یہ بھی ایک دلچسپ مشغلہ تھا، بکریاں چرانے سے تو یہ کام بہت ہی دلچسپ لگ رہا تھا۔

دوسری طرف ابو طالب کے ساتھی حیران تھے کہ آخر شامی تاجروں کو کیا ہو گیا ہے۔ کوئی ادھر کا رخ ہی نہیں کر رہا، سب ابو طالب کے مال کے گرد جمع ہیں، اس سے پہلے تو کبھی ایسا نہ ہوا تھا۔ پھر اس بار ایسی کون سی بات ہوگئی۔ شامی تاجر ابو طالب کا مال

Marfat.com

خریدنے کے لیے بڑھ چڑھ کر بولیاں لگا رہے تھے، ان کا مال خریدنے کے لیے آپس میں لڑ جھگڑ رہے تھے۔

بات ان کی سمجھ میں نہ آ رہی تھی۔ ان کا مال ابو طالب کے مال سے کسی طرح بھی گھٹیا نہ تھا، پھر یہ سب، یہ سب کیا تھا۔ قریشی تاجر ابو طالب کے مال کے خریدار کو رشک و حسد کی نگاہ سے دیکھتے۔

محمد ﷺ چچا کے ساتھ سامان کی نمائش میں نہایت سرگرم تھے۔ وہ خریداری کے جوڑ توڑ ہوتے دیکھ رہے تھے۔ گاہکوں کی باتوں کو غور سے سن رہے تھے، بھاؤ تاؤ کے اتار چڑھاؤ کا جائزہ لے رہے تھے۔ وہ ان مشاہدات کو اپنے حافظہ کی تختی پر محفوظ کر رہے تھے طرح طرح کے انسانی چہرے، بھاؤ تاؤ کے انمول گر، معاملات کے رنگ برنگے مختلف پہلو سب ان کے سامنے تھے، اور وہ بغور ان کا مشاہدہ کر رہے تھے۔

یہ ان کا پہلا تجربہ تھا، جو کافی دلچسپ اور خوشگوار تھا۔

ابو طالب کا سارا سامان فروخت ہو چکا تھا۔ اب وہ مکہ جانے کے لیے مال تجارت کی خریداری میں مصروف تھے، یہاں سے انہیں مکہ میں فروخت کے لیے سامان خریدنا تھا۔ دوسری طرف کاروانِ قریش کے تجار کو اپنا مال فروخت کرنے میں کئی دن لگ گئے، اور انہیں منافع بھی ابو طالب کے مقابلے میں کم ہوا تھا، ان کے چہرے پژمردہ تھے۔ اس بار قدرت ابو طالب پر کچھ زیادہ ہی مہربان تھی۔

محمد ﷺ نے اپنا مال فروخت کرنے کے بہت سے گر سیکھ لیے تھے، گاہکوں سے نپٹنا اب انہیں آسان نظر آ رہا تھا۔ صبر و تحمل کی اہمیت کا انہیں بخوبی اندازہ ہو گیا تھا۔ یہ تربیت قدرت کی طرف سے تھی۔ اس سفر میں انہوں نے صبر و تحمل کا جو سبق سیکھا تھا، وہ ان کے لیے کل جب انہیں بارِ نبوت کو اپنے کندھوں پر اٹھانا تھا، ایک سنگ میل ثابت ہونا تھا، انہیں صبر و تحمل، عفو و درگزر سے کام لینا تھا۔

Marfat.com

جس طرح علم و بردباری سے انہوں نے گاہکوں سے نمٹنا سیکھا تھا، بالکل اسی طرح کل کو جب نبوت کا تاج ان کے سر پر سجنا تھا، انہوں نے اس حلم و بردباری سے اللہ کے پیغام کو عام کرنا تھا، منکرین کی تیز و تند باتوں کو برداشت کرنا تھا، اذیتوں کے دکھ سہنے تھے، کفر و شرک کے تاجروں سے ٹکرانا تھا، غرور و تکبر کے پتلوں سے نمٹنا تھا۔

تجارت کرنا انہیں بکریاں چرانے سے زیادہ دلچسپ مشغلہ نظر آیا۔ انہوں نے پختہ ارادہ کیا:

''اب میں تجارت میں اپنے چچا کا ہاتھ بٹاؤں گا۔''

ابو طالب خریداری مکمل کر چکے تھے۔ اب وہ روانگی کا قصد کیے ہوئے تھے۔

محمد ﷺ نے خریداری کے اسرار و رموز بھی بخوبی سیکھ لیے تھے۔

محمد ﷺ اپنے چچا کے ساتھ سامان باندھ رہے تھے۔ ایک بوڑھا تاجر انہیں اس قدر مستعدی اور فعال انداز میں کام کرتے دیکھ کر ان کے پاس آیا، اس نے ابو طالب سے پوچھا:

''کیا یہ نوجوان آپ کا بیٹا ہے؟''

ابو طالب نے مختصر سا جواب دیا:

''ہاں۔''

اب بوڑھے تاجر نے کہا:

''تم بہت خوش قسمت ہو، اس بچے کی پیشانی پر تدبر اور معاملہ فہمی کے آثار ہویدا ہیں۔ اس کے چہرے میں بلا کی دلکشی اور آنکھوں میں غضب کی کشش ہے۔

اس قد و قامت اور اس سن کے بچے میں عجیب مقناطیسی قوت ہے۔

سنجیدگی اور زبان و بیان کی شیرینی صاف صاف بتا رہی ہے کہ یہ

Marfat.com

لڑکا غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہے، اور یہ ایک نہ ایک دن ستارہ بن کے چمکے گا۔ تم اس کی حفاظت کرو۔ میں تم سے سچ کہہ رہا ہوں۔ میں نے یہ بال دھوپ میں سفید نہیں کیے۔ میں نے قیصر وکسریٰ کے درباروں میں گلفام شہزادوں کو دیکھا ہے، مگر تمہارا یہ لاڈلا امی ہونے کے باوجود فہم وفراست میں یکتا وتنہا ہے۔"

پھر بوڑھے تاجر نے محمد ﷺ کا ہاتھ چومتے ہوئے کہا:

"جیتے رہو میرے بیٹے۔"

کاروانِ قریش شام کے مختلف شہروں میں خرید وفروخت کرنے کے بعد مکہ کی طرف محوِ خرام تھا۔ ابوطالب مطمئن تھے، اس بار انہیں توقع سے زیادہ منافع ہوا تھا۔ ان کے چہرے پر شادابی تھی، جبکہ ان کے ساتھیوں کے چہرے بجھے بجھے سے تھے۔

قافلہ اپنی رفتار سے مکہ کی طرف محو سفر تھا۔ محمد ﷺ نے اس سفر میں تجربات کی جنس گرانمایہ کا وافر خزانہ سمیٹ لیا تھا۔ اب واپسی پر رہ گزر کا چپہ چپہ پہلے سے کہیں زیادہ پرکشش معلوم ہو رہا تھا۔

مکہ میں دن ڈھلے قافلے کی آمد کی اطلاع پہنچ گئی۔ ایک غلغلہ سا مچ گیا۔ لوگ اپنے عزیز واقارب کے استقبال کے لیے فرودگاہ کی طرف چل رہے تھے، بنو ہاشم کے گھرانے سے عباس، حمزہ اور طالب آرہے تھے۔ ام ایمن رضی اللہ عنہا جنہوں نے حضور ﷺ کو ماں بن کر پالا اور جنہیں حضور ﷺ نے متعدد بار امی کہہ کر پکارا، وہ بھی والہانہ انداز میں چلی آرہی تھیں۔ انہیں محمد ﷺ کی جدائی گوارہ نہ تھی۔ یہ دن انہوں نے آنکھوں میں کاٹے، آج ان کا محمد ﷺ آرہا تھا۔ وہ ان کے استقبال کے لیے کیوں نہ آتیں۔

اتنے میں قافلہ گھاٹی سے نمودار ہوا۔ لوگ ناچتے ہوئے قافلے کی طرف بڑھے۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کی نگاہیں محمد ﷺ کو ڈھونڈنے لگیں۔ وہ اپنی آنکھوں کی

Marfat.com

ٹھنڈک اور دل کے سکون محمد ﷺ کو بے تابی سے تلاش کر رہی تھیں انہیں جگر گوشہ عبداللہ سے بے پناہ پیار تھا، انہوں نے آمنہ کے لعل کو بے پناہ لوریاں دی تھیں اور اپنی بانہوں میں جھولا جھلایا تھا۔ انہیں گودوں کھلایا تھا۔ ان کی خدمت و پرورش کی تھی۔ اچانک ان کی نظر محمد ﷺ پر پڑی۔ سانسوں کی رفتار بے ربط ہو کر تیز ہو گئی۔ مسرت کی لہریں ان کے پورے جسم میں پھیل گئیں۔

وہ اپنے محمد ﷺ کی بلائیں لینے لگیں۔ ان کا دل چاہا کہ ان کے پر لگ جائیں اور وہ اڑ کر اپنے بیٹے کے پاس اپنے محمد ﷺ کے پاس جا پہنچیں۔

قافلہ فرودگاہ میں داخل ہو رہا تھا، بلبلاتے ہوئے اونٹوں کو بٹھایا جا رہا تھا۔ ہر طرف آوازیں ہی آوازیں آ رہی تھیں۔ آقا اپنے غلاموں کو چیخ چیخ کر حکم دے رہے تھے، لوگ مستعدی سے اونٹوں سے سامان اتار رہے تھے تاکہ غروب آفتاب سے پہلے پہلے اپنے ٹھکانوں پر پہنچ جائیں۔

## چچا کے ساتھ عازمِ سفر

محمد ﷺ کی عمر مبارک جب تیرہ سال یا اس سے زیادہ ہوئی تو اپنے چچا زبیر بن عبدالمطلب کے ساتھ عازم سفر ہوئے، دورانِ سفر ایک وادی سے گزر ہوا تو وہاں ایک مست اونٹ تھا، جو راہ روکے ہوئے تھا۔ وہاں سے کسی کو گزرنے نہ دیتا تھا۔ لوگ اس اونٹ سے دہشت زدہ ہو جاتے تھے، اور وہاں سے گزرنے کا ارادہ ترک کر دیتے تھے۔

جب اس قافلہ نے اپنے راستے میں ایک بدمست اونٹ کو کھڑا دیکھا تو وہیں رک گیا۔ اونٹ اپنی جگہ سے ہلنے کا نام تک نہ لے رہا تھا، اور ان کا راستہ روکے کھڑا رہا۔ لوگوں نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح اونٹ وہاں سے ہٹ جائے، انہیں راستہ دے دے، اور یہ قافلہ بخیر وعافیت وہاں سے گزر جائے، مگر انہیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔

Marfat.com

لوگ تھک ہار کر خاموش ہو رہے تھے۔ پھر قافلے نے واپسی کا ارادہ کیا۔ جب تمام لوگ مجبور ہو گئے تو محمد ﷺ نے فرمایا:

''میں اس معاملہ میں تمہاری کفالت وحمایت اور نگرانی کروں گا۔''

اب محمد ﷺ اس قافلے کے آگے ہو لیے، جب اس اونٹ نے حضور ﷺ کو دیکھا تو بیٹھ گیا، اور اپنے سینہ کو زمین پر رگڑنے لگا۔ آپ ﷺ اپنے اونٹ سے اترے اور اس بدمست اونٹ پر سوار ہو گئے، اس اونٹ نے کوئی حرکت نہ کی۔ پھر وہ اونٹ اٹھ کھڑا ہوا اور چلنا شروع کر دیا۔

قافلہ اس اونٹ کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گیا۔ جب اس وادی کو عبور کر لیا، تو حضور ﷺ اس مست اونٹ سے اتر کر اپنے اونٹ پر سوار ہو گئے، اور اس اونٹ کو رخصت کر دیا۔

جب سفر سے واپس ہوئے تو راہ میں پانی سے لبالب بہتی وادی پر گزر ہوا، جس کی موجیں دل لرزا دینے والی تھیں، سب سہم کر کھڑے ہو گئے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

''میرے پیچھے چلتے آؤ۔''

یہ کہہ کر آپ ﷺ نے اس پانی پر قدم رکھا تو وہ خشک ہو گیا۔ سارا قافلہ خشک راہ پر چل پڑا، اور وادی سے صحیح سلامت گزر گیا۔ ان کے گزرنے کے بعد وہ پانی پھر اسی طرح موجزن ہو گیا۔

جب مکہ مکرمہ پہنچے تو ہمراہیوں نے لوگوں کو دورانِ سفر کے واقعات و کمالات اور خوارق عادات واقعات بیان کیے تو سب نے کہا:

''اس جوان کی شان نرالی ہے۔''

❀❀❀

Marfat.com

# حربِ فجار اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عراق کا پایہ تخت حیرہ قرب و جوار میں عروس البلاد کی حیثیت رکھتا تھا۔ عرب کے کونے کونے میں اس کی شہرت تھی۔ خورنق اور سدیر کے محلات ضرب المثل بن گئے تھے۔ نعمان اکبر شاہ حیرہ نے ان کے معمار کو قلعہ کی دیوار سے گرا کر محض اس لیے ہلاک کر دیا تھا کہ وہ اس سے اعلیٰ یا اس کی مثل کوئی دوسرا محل تعمیر نہ کر سکے۔

ابو قابوس نعمان بن منذر، گورخر کے شکار کا شوقین تھا۔ شراب وکباب کا رسیا تھا۔ عیش ونشاط کی محفلوں کا شوقین تھا۔ اس کی شہرت دور دور تک تھی۔ شاہ حیرہ کی بیٹی حرقا کے حسن و جمال کی داستان دور دور تک مشہور تھی۔ شہنشاہ فارس کسریٰ پرویز نے اسے اپنے حرم کی زینت بنانا چاہا تھا، مگر نعمان نے دوستی ہونے کے باوجود اس رشتہ سے انکار کر دیا اور کہا:

"ہم عرب غیر عربوں کو لڑکیاں نہیں یاد کرتے۔"

حالانکہ بعد میں اسی غیرت مندی کی سزا میں کسریٰ پرویز نے اسے بھرے دربار میں ہاتھی کے پاؤں تلے ڈلوا دیا تھا، جس کا انتقام لینے کے لیے عرب پہلی بار متحد ہوئے، اور ذی قار کے میدان میں انہوں نے جنگ چپاول کے ذریعے اہل فارس کی عظیم فوج کو شکست سے دو چار کر دیا تھا، اور شاہ فارس کو یہ باور کرا دیا تھا:

"غیرت مند قومیں اپنے ننگ و ناموس کا سودا نہیں کرتیں، اور عرب اپنے مقتولوں کا انتقام لینا خوب جانتے ہیں۔ خواہ مقابلے

Marfat.com

میں شاہ فارس کسریٰ ہی کیوں نہ ہو۔"

نعمان بن منذر اپنے دربار میں موجود تھا۔ اس کے دربار میں بنو کنانہ اور بنو ہوازن کے نمائندے بھی موجود تھے، اور عکاظ کے بازار کی باتیں ہو رہی تھیں۔ عکاظ بازار نواح مکہ میں لگتا تھا۔ یہ عظیم ترین سالانہ میلہ ہوتا تھا۔ یہاں خرید و فروخت کی بہت بڑی منڈی لگتی تھی۔ اس کی شہرت دور دور تک تھی۔ لوگ قرب و جوار اور دور دراز کا سفر طے کر کے یہاں آتے ان میں سے کچھ تو میلے ٹھیلے کے شوقین ہوتے، اور کچھ خرید و فروخت کے لیے یہاں کا رخ کرتے۔ یہاں دور دور سے تاجر اپنا مال لے کر آتے، اور خوب درہم و دینار کماتے۔

اس بازار میں عرب کے تاجر، شاعر، شہسوار، پہلوان، داستان گو اور دیگر علوم و فنون کے ماہر جمع ہوتے تھے۔ تجارت کے ساتھ ساتھ اپنی قادر الکلامی اور پہلوانی کے جوہر دکھاتے، فخر و غرور کے تذکرے کیے جاتے۔ داستان گوئیاں ہوتیں، حسنِ مقال، حسنِ خیال اور حسنِ کمال کے ساتھ ساتھ شجاعت و جوانمردی کی داستانوں کو ہوا دی جاتی۔

اس بازار کی بھی عجیب ہی حالت تھی۔ یہاں کوئی خالی ہاتھ آتا تو لاکھوں پاتا، کوئی لاکھوں لیے آتا تو خالی ہاتھ لوٹتا، کوئی یہاں پاتا تو کوئی گنواتا، کوئی ڈوبتا تو کوئی ابھرتا، کسی کا دیا جلتا تو کسی کا چراغ گل ہوتا۔ ہر وقت یہاں گھما گھمی کا سماں ہوتا۔ اس بازار کی ایک منفرد اور نرالی شان تھی۔ یہ بازار حرمت کے مہینوں یعنی ذیقعد، ذی الحجہ، محرم اور رجب کے مہینوں میں لگتے۔ چونکہ یہ مہینے جنگ و جدال، قتل و غارت گری، لوٹ مار کے لیے حرام تھے۔ اس لیے لوگ بے دھڑک یہاں آتے۔ کسی قسم کا کوئی خوف و خطرہ نہ تھا۔ ان مہینوں میں امن و امان برقرار رہتا۔

آج نعمان بن منذر کا قافلہ عکاظ کے بازار میں جانے کے لیے تیار کھڑا تھا۔ ان سے روانگی کی اجازت کے طالب تھے۔

Marfat.com

نعمان بن منذر نے روانگی سے پہلے حسب دستور اپنے دربار میں موجود اپنے ان نمائندوں سے پوچھا:

''آپ دونوں اشراف عرب میں سے ہیں۔ میرا تجارتی قافلہ بازارِ عکاظ جانے کے لیے تیار کھڑا ہے۔ کیا تم دونوں میں سے کوئی اس کی پناہ کا ذمہ لیتا ہے؟''

دونوں نمائندے شاہ کی طرف متوجہ ہوئے۔

بنوکنانہ کے نمائندہ براض بن قیس نے کہا:

''عالی جاہ! میں آپ کے قافلے کو بنوکنانہ سے پناہ دیتا ہوں۔''

نعمان بن منذر نے کہا:

''میں تو کسی ایسے شخص کا متلاشی ہوں، جو میرے قافلے کو تمام اہل عرب نجد و تہامہ سے پناہ دے۔''

یہ سن کر بنوہوازن کا رئیس عروہ بن رحال بڑی تمکنت سے اٹھا اور بڑی کبر ونخوت سے بولا:

''عالی جاہ! یہ تو قوم کا دھتکارہ ہوا کتا ہے، یہ آپ کے قافلے کو کیا پناہ دے گا۔ آپ اپنا قافلہ میرے حوالے کر دیں، آپ مجھ پر اعتماد کر سکتے ہیں۔ میں آپ کے قافلہ کو نجد و تہامہ سے پناہ دیتا ہوں۔''

یہ سن کر براض بن قیس کا غصہ ساتویں آسمان پر جا پہنچا۔ وہ غصے سے اپنی جگہ سے اٹھا اور بولا:

''کیا تو اس قافلہ کو کنانہ سے پناہ دیتا ہے؟''

عروہ بن رحال نے بڑے غرور اور تکبر سے کہا:

''ہاں! میں اس قافلہ کو بنوکنانہ سے پناہ دیتا ہوں، بلکہ بنوکنانہ کیا

Marfat.com

میں تو اسے پوری مخلوق سے پناہ دیتا ہوں۔"

براض بن قیس رتبہ میں عروہ کا ہمسر نہ تھا۔ یہ تلخ باتیں سن کر وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ انتقام کی آگ اس کے اندر ہی اندر سلگ اٹھی تھی۔ اب یہ آگ عروہ بن رحال کے خون سے ہی ٹھنڈی ہو سکتی تھی۔ براض بن قیس موقع شناس انسان تھا۔ اس نے خاموشی ہی میں مصلحت جانی، اور دل میں عروہ سے انتقام لینے کی ٹھان لی۔

نعمان بن منذر نے اپنا قافلہ عروہ بن حال کے سپرد کیا۔ دربار برخواست ہو گیا، اور رئیس بنو ہوازن عروہ بن رحال اس قافلہ کو لے کر رعونت کے ساتھ چل پڑا۔ اس کے لبوں پر بڑی زہریلی مسکراہٹ تھی۔ اس نے نہ صرف براض بن قیس کو شکست دی تھی، بلکہ اسے بھرے دربار میں ذلیل و رسوا بھی کر کے رکھ دیا تھا۔

## ابن رحال کا قتل

براض بن قیس دل پر شدید چوٹ کھائے ہوئے تھا۔ ذلت و رسوائی کا تیرا بھی تک اس کے سینے میں پیوست تھا۔ عروہ بن رحال براض بن قیس کی دلی کیفیات سے نا آشنا نہ تھا، وہ جانتا تھا کہ براض بن قیس ایک مکار بھیڑیا ہے، جو موقع ملتے ہی اسے چیر پھاڑ کر رکھ دے گا۔ اس کے باوجود وہ اس بات کو کوئی خاص اہمیت نہیں دے رہا تھا۔ دن گزرتے جا رہے تھے۔ قافلہ اپنی منزل کی طرف محوِ سفر تھا۔ براض بن قیس مسلسل موقع کی تاک میں تھا۔

آخر ایک دن براض بن قیس کو موقع ہاتھ آ گیا، اس نے عروہ بن رحال پر وار کر کے خون میں لت پت کر دیا، عروہ بن رحال اپنے غرور و تکبر کی وجہ سے اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

انتقام لینا عربوں کی گھٹی میں پڑا ہے۔ جو شخص انتقام لینے سے عاری ہو، عرب

Marfat.com

اسے انسان کی صف میں شمار نہیں کرتے تھے، خواہ یہ سلسلہ پشت ہا پشت چلتا، دل میں کینہ و بغض پروان چڑھتا رہتا۔ جب موقع ملتا دشمن پر وار کر جاتے۔

بنو ہوازن مرنے مارنے پر تل گئے تھے۔ قریش نے بڑی ردوکد اور مزید خون خرابے سے بچنے کے لیے قصاص کے لیے براض بن قیس کو پیش کر دیا تھا مگر بنو ہوازن کے سر میں تو شدید خون خرابے کا سودا سمایا ہوا تھا۔ انہوں نے اسے درخور اعتنا ہی نہ سمجھا۔

بنو ہوازن کا قائم مقام سردار بار بار کہہ رہا تھا:

''براض کتا ہے یہ عروہ کا ہم پایہ نہیں ہوسکتا۔ عروہ ہمارا سردار تھا۔ اب ہم اس کے قصاص میں قریش کے کسی سردار کو قتل کر کے اپنے انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کریں گے، اس کتے کے خون سے ہماری تلواریں رنگین ہونا نہیں چاہتیں۔''

قریش کے وفد کے سربراہ نے کہا:

'خون کا بدلہ خون ہے۔ اس لیے عروہ بن رحال کے قتل پر براض بن قیس ہی کو قتل کیا جائے۔ ہم اس کے عوض کسی دوسرے کو ہرگز نہ دیں گے۔ خواہ کچھ ہی ہو۔''

اب تو بنو ہوازن کا سردار غرایا:

''ہم بزور شمشیر تمہارے سرداروں کو قتل کریں گے۔ میں دیکھتا ہوں ہمیں کیسے روکتے ہو۔''

قریش کا سردار یہ کہہ کر وہاں سے چلا گیا:

''اس کا فیصلہ تلوار کرے گی۔''

Marfat.com

## بنو ہوازن کا انتقام

امن کی گفتگو ناکام ہو کر رہ گئی تھی۔ اب ہر طرف جنگ کے شعلے لپکنے کے لیے تیار تھے۔ ہر طرف خون کی ندیاں بہنے کے لیے مچل رہی تھیں۔ انتقام کی آگ نے ہمیشہ عربوں کو خون میں نہلا کر رکھ دیا تھا۔ ہر طرف تباہی پھیلائی تھی۔ ہنستے بستے گھر اجاڑ دیے تھے۔ سہاگنوں کے سہاگ چھین لیے تھے۔ معصوم بچوں کے سروں سے باپ کا سایہ چھین لیا تھا، ماؤں کی گودیں اجاڑ دی تھیں، مگر پھر بھی انتقام کے شعلے سرد نہ ہوتے، اور یہ سلسلہ کئی پشتوں تک چلتا رہتا۔ کاروبار تباہ ہو جاتے۔ امن و امان کو گھن لگ جاتا۔

یہی وہ جذبہ تھا جس نے اب بنو ہوازن کے انتقام کو ہوا دے رکھی تھی۔ ان کی آنکھوں پر غفلت کی پٹی چڑھ چکی تھی۔ وہ حرمت والے مہینوں کے تقدس کو فراموش کر چکے تھے۔ انہیں تو صرف انتقام لینا تھا۔

بنو ہوازن کے ہتھیار بند نوجوان تلواروں کو باڑ پر لگا رہے تھے۔ تیروں کی گنتی کی جا رہی تھی۔ نیزوں اور ڈھالوں کی جانچ ہو رہی تھی۔ جنگ کی تیاریاں اپنے پورے عروج پر تھیں۔ کتنی جاہلیت کی بات تھی کہ ایک خون کے بدلے میں ہزاروں انسانوں کے خون سے ہولی کھیلی جاتی تھی۔

صلاح و مشورے ہو رہے تھے۔ عروہ بن رحال کا قتل تباہی و بربادی کے عفریتوں کو دعوت دے رہا تھا۔

## حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جنگِ فجار میں شمولیت

قریش بھی بنو ہوازن کی ان تیاریوں سے غافل نہیں تھے۔ ان کا ہر گھر اسلحہ خانہ بن چکا تھا۔ وہ اپنے دفاع اور جنگ کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ جگہ جگہ دفاعی جنگ کی تدابیر سوچی جا رہی تھیں۔ قریش کو خوب معلوم تھا کہ تیر اندازی میں بنو ہوازن کا

Marfat.com

کوئی ثانی نہیں۔ انہوں نے میدان جنگ میں آج تک پیٹھ نہیں دکھائی۔

بنو کنانہ کے سب قبائل نے اتفاق رائے سے اپنے تین سردار نامزد کر دیے۔

حضور ﷺ کی عمر مبارک چودہ یا پندرہ سال کی ہوئی تو حرب فجار کا واقعہ پیش آیا۔ یہ جنگ بنی کنانہ کی بنی قیس عیلان سے ہوئی تھی، اور اس کی وجہ پہلے بیان کی جا چکی ہے کہ عروہ بن رحال بن عتبہ بن جعفر بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن نے نعمان بن منذر کے سامان تجارت سے لدے ہوئے اونٹوں کی حفاظت کا ذمہ لیا تھا، جس پر بنی کنانہ کے ایک شخص براض بن قیس بن ضمرہ بن بکر بن عبد منات بن کنانہ نے برا منایا اور موقع پا کر عروہ بن رحال کو قتل کر ڈالا۔

اس پر بنی کنانہ اور بنی قیس میں جنگ چھڑ گئی۔ قریش نے بنی کنانہ کا ساتھ دیا۔ قریش اور کنانہ میں ہر قبیلہ کا ایک ایک سردار تھا۔ ایسا ہی بنی قیس میں بھی ہر قبیلہ کا ایک ایک سردار تھا۔

حضور ﷺ بھی اس جنگ میں شریک تھے، چنانچہ حضور ﷺ فرماتے ہیں:

''میں اپنے چچاؤں کو وہ تیر اٹھا کر دیا کرتا تھا، جو ان کے دشمنوں کی طرف سے آتے تھے۔''

ایک روایت یہ ہے:

''جب یہ جنگ ہوئی تو حضور ﷺ کی عمر مبارک بیس برس تھی۔''

## جنگ فجار کا پس منظر

اس جنگ کا نام حرب فجار اسی سبب سے ہوا کہ دونوں فریقوں نے حرمت والے مہینوں میں جنگ کی، اور جنگ میں قریش اور کنانہ کا سردار حرب بن امیہ بن عبد شمس تھا۔ حرب فجار زمانہ جاہلیت کی جنگوں میں سب سے زیادہ مشہور اور عظیم الشان

١٢٧١٣٥

Marfat.com

لڑائی سمجھی جاتی ہے، اور پھر اس لحاظ سے بھی اسے خاص شہرت حاصل ہے کہ یہی وہ سب سے پہلی جنگ ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہ نفس نفیس شرکت فرمائی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شمولیت سے جو خصوصیت اس لڑائی کو حاصل ہوگئی ہے۔اس کا تقاضہ ہے کہ اس کی تفصیلی کیفیت یہاں بیان کی جائے جو دلچسپ بھی ہے، اور زمانہ جاہلیت کے حالات کی آئینہ دار بھی۔

ابن ہشام نے بہت ہی اختصار کے ساتھ اس جنگ کی طرف اشارہ کیا ہے جس سے قارئین کی تشفی نہیں ہوتی۔

تاریخ الکامل سلامہ ابی الحسن علی المعروف بہ ابن الاثیر الجزری میں درج ہے:

"یہ جنگ عبدالمطلب کی وفات سے بارہ سال بعد اور مکہ پر اصحاب فیل کے حملہ سے بیس سال بعد ہوئی، اس جنگ کا سبب بہت معمولی واقعہ ہوا کہ بنی کنانہ کا ایک شخص براض بن قیس بڑا عیار، چالاک، قاتل اور خونی واقع ہوا تھا۔اس کی دغابازیوں اور بد کرداریوں سے تنگ آ کر اس کی قوم یعنی بنی کنانہ نے اسے اپنے ہاں سے نکال دیا تھا، اور اس سے کوئی واسطہ نہ رکھا تھا۔

اپنی قوم سے نکل کر یہ شخص نعمان المنذر کے پاس پہنچا جو شہنشاہ ایران کی طرف سے حیرہ اور عراق کا والی تھا۔

نعمان بن المنذر ہر سال عکاظ کے مشہور میلے میں فروخت کے لیے اونٹوں پر لاد کر بہت سا تجارتی سامان بھیجا کرتا تھا۔اسے "لطیمہ" کہتے تھے۔

عکاظ ذی المجاز اور مجنہ عرب کے نہایت مشہور و معروف میلے تھے، جو سالانہ منعقد ہوا کرتے تھے۔عرب ان میلوں میں نہایت

Marfat.com

کثرت سے جمع ہوتے تھے، اور خرید و فروخت کرتے تھے، چونکہ عرب میں لوٹ مار اور قتل و غارت کا بازار ہر وقت گرم رہتا تھا۔ اس لیے یہ میلے ماہ حرام میں حج کے موقع پر لگا کرتے تھے۔ جب قتل و غارت ممنوع ہوتی تھی اور کوئی کسی سے مخاصمت نہ کرتا تھا، ہر شخص پوری آزادی اور امن کے ساتھ ان میلوں میں شامل ہوتا تھا، جو کچھ لڑائی جھگڑا ہوتا تھا، وہ ان میلوں کے بعد ہوا کرتا تھا۔

بدقسمتی سے ایک مرتبہ مشہور مفسد براض بن قیس اور عروہ بن رحال نعمان کے دربار میں حاضر تھے کہ نعمان نے کہا:

''تم میں سے کون شخص ایسا ہے جو بہادری کے ساتھ میرے لطیمہ کو عکاظ میں لے جائے اور اس کی حفاظت کا پورے طور پر ذمہ دار ہو۔ میں اس خدمت کا معقول معاوضہ دوں گا۔''

اس پر براض بن قیس کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا:

''حضور! میں اپنی قوم بنی کنانہ کی طرف سے مال تجارت کے ان اونٹوں کی حفاظت کا ذمہ لیتا ہوں کہ وہ لوگ نہ اس قافلے کو لوٹیں گے اور نہ مال تجارت کو نقصان پہنچائیں گے۔''

اس پر نعمان بن المنذر نے کہا:

''مگر میں تو ایسے شخص کو چاہتا ہوں جو بنی کنانہ اور بنی قیس دونوں کا ذمہ لے۔''

عروہ بن رحال دربار میں موجود تھا۔ اس نے بگڑ کر کہا:

''ایک کتا جسے اس کی قوم نے ذلیل کر کے نکال دیا ہو، آپ کے مال کی حفاظت کا ذمہ دار ہو سکتا ہے؟ میرے پیارے آقا! میں

Marfat.com

آپ کے اونٹوں کی حفاظت کی پوری ذمہ داری لینے کے لیے تیار ہوں۔ سارا مال میرے حوالے کیجئے اور اس کی حفاظت کی طرف سے بالکل مطمئن رہیے۔"

عروہ بن رحال کی زبان سے یہ سن کر براض بن قیس کے غصہ کی انتہا نہ رہی۔ اس نے شاہی آداب کا لحاظ نہ کرتے ہوئے طیش میں آ کر کہا:

"عروہ! کیا تو اس مال تجارت کی حفاظت کا بنی کنانہ کے مقابلے میں بھی ذمہ دار بنتا ہے؟"

عروہ بن رحال نے اسی غیظ وغضب کے ساتھ جواب دیا:
"بنی کنانہ پر منحصر نہیں، میں اسود و احمر اور عرب و عجم کے مقابلہ میں بادشاہ کے اونٹوں کی حفاظت کا ذمہ لیتا ہوں، میری ذمہ داری میں کسی شخص کی مجال نہیں ہوگی کہ اونٹوں کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ سکے۔"

چونکہ عروہ بن رحال نے ہر قبیلے کے مقابلے میں اونٹوں کی حفاظت کا ذمہ لیا تھا، اس لیے نعمان بن المنذر نے سارا مال تجارت اونٹوں پر لاد کر عروہ بن رحال کے حوالے کر دیا، اور یہ اسے لے کر عکاظ روانہ ہوگیا۔

بھرے دربار میں اپنی اس ذلت اور ناکامی پر براض بن قیس کو نہایت طیش آیا، اور اس نے اسی وقت سے اس امر کا پختہ ارادہ کر لیا کہ میں اپنی شکست کا انتقام عروہ کے خون سے لوں گا۔

اس ارادہ سے وہ نعمان بن المنذر کے اونٹوں کے ساتھ ساتھ چل

Marfat.com

پڑا۔ عروہ بن رحال نے اسے دیکھ لیا، مگر کچھ پرواہ نہ کی اور اپنا سفر جاری رکھا۔

حیرہ سے چل کر جب قافلہ وادی تیمن میں پہنچ کر مقیم ہوا جو حوالی فدک میں واقع ہے۔ تو وہاں براض بن قیس نے اپنے تیر نکالے تاکہ اس سے عروہ کے قتل کی فال لے۔ اتفاق سے عروہ بھی ادھر سے گزرا، اس نے پوچھا:

"براض تو یہ فال کس لیے نکال رہا ہے؟"

براض بن قیس نے جواب دیا:

"تیرے قتل کا ارادہ ہے، اسی لیے ان تیروں سے فال دیکھ رہا ہوں۔ بول کیا تو مجھے اجازت دیتا ہے کہ میں یہ فال دیکھ لوں"۔

عروہ نے بے پروائی سے جواب دیا:

"چاہے فال دیکھ یا نہ دیکھ، مگر تیری یہ مجال کبھی نہیں ہو سکتی کہ تو میرے قتل کے لیے ہاتھ اٹھا سکے"۔

یہ سنتے ہی براض بن قیس نے تلوار اٹھائی اور عروہ بن رحال کی گردن اڑا دی۔

عروہ بن رحال کو قتل ہوتے دیکھ کر اونٹوں کے محافظ ایسے گھبرائے کہ اونٹوں کو چھوڑ کر فوراً بھاگ گئے، اور براض بن قیس اونٹوں کو لے کر خیبر چلا گیا۔

جب عروہ بن رحال کے قتل کی خبر اس کی قوم یعنی قیس میں پہنچی تو عروہ بن رحال کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے دو شخص اسد بن جوین اور ساد ر بن مالک خیبر پہنچے تاکہ جہاں براض بن قیس،

Marfat.com

انہیں ملے وہ قتل کر ڈالیں، مگر بدقسمتی سے دونوں براض بن قیس کو پہچانتے نہیں تھے۔

خیبر پہنچ کر جو شخص سب سے پہلے ان سے ملا، وہ اتفاق سے براض بن قیس ہی تھا۔

انہوں نے اس پر براض بن قیس کا پتہ پوچھا:

''وہ کہاں ملے گا؟''

براض بن قیس نے ان دونوں سے پوچھا:

''آپ کو براض سے کیا کام ہے۔''

انہوں نے کہا:

''وہ ہمارے آدمی عروہ بن رحال کو مار کر آیا ہے، ہم اسے قتل کرنے آئے ہیں۔''

براض بن قیس ان سے بڑے اخلاق سے پیش آیا، ان کو اپنے پاس ٹھہرایا، اور ان کی دعوت کا عمدہ انتظام کیا اور ان کے اونٹوں کو اچھی طرح باندھ دیا اور کہا:

''مجھے براض بن قیس کا پتہ ہے، وہ جہاں رہتا ہے، تم میں جو زیادہ بہادر ہو وہ میرے ساتھ چلے اور براض بن قیس کا کام تمام کر دے۔''

چنانچہ ان میں سے ایک شخص اپنی تلوار لے کر براض کے ساتھ ہو لیا۔ براض بن قیس اسے خیبر کے باہر ایک ویرانے میں لے گیا، اور ایک ٹوٹے پھوٹے مکان کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا:

''یہ ہے براض بن قیس کا مکان، تم ذرا یہاں کھڑے رہو میں اندر جا کر دیکھ آؤں کہ براض بن قیس ہے یا نہیں۔''

Marfat.com

مکان سے نکل کر اس نے کہا:

''براض بن قیس موجود ہے اور سو رہا ہے۔ پس تم اندر جا کر اسے مار ڈالو، مگر ٹھہرو اپنی تلوار مجھے دکھاؤ کہ تیز ہے یا نہیں؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ موقع پر دھوکہ دے جائے۔''

اس بہانہ سے اس نے تلوار لے کر اسی تلوار سے اس کا خاتمہ کر دیا، اور اس کی لاش کو پتھروں سے چھپا کر گھر چلا آیا، اور اس کے دوسرے ساتھی سے کہنے لگا:

''تیرا ساتھی تو بہت بزدل ثابت ہوا، میں اسے براض بن قیس کے مکان پر لے گیا اور وہ سو رہا تھا، میں نے کہا ''بڑا عمدہ موقع ہے، اسے سوتے میں مار ڈال۔'' مگر اس پر براض بن قیس کی ہیبت طاری ہو گئی کہ وہ اسے قتل نہ کر سکا اس کے ہاتھ پاؤں کانپنے لگے، میں نے ایسا بزدل آدمی آج تک نہیں دیکھا، اب صرف یہی مشکل ہے کہ تم چلو اور براض بن قیس کو سوتے میں قتل کر ڈالو۔''

ویرانہ میں پہنچ کر اس کا بھی یہی حشر ہوا، اور براض بن قیس نے اسے بھی اس کے ساتھی کے پاس پہنچا دیا۔ جس کے بعد وہ اونٹوں کو لے کر مکہ چلا گیا۔ قریش اس وقت عکاظ میں گئے تھے۔

براض بن قیس نے ایک شخص کو دس اونٹ دے کر کہا:

''تو عکاظ میں سردار قریش حرب بن امیہ اور میری قوم بنی کنانہ کے پاس جا اور ان سے کہہ کہ براض بن قیس نے عروہ بن رحال کو مار ڈالا ہے، اور تم لوگ بنی قیس سے ہوشیار رہنا۔''

جب حرب بن امیہ کے پاس یہ پیغام پہنچا تو اس نے بڑے

Marfat.com

بڑے سرداران قریش کو ایک جگہ جمع کیا اور کہا:

''اس قتل کا بدلہ بنی قیس ہم سے ضرور لینا چاہیں گے۔ پس مناسب یہی ہے کہ قریش اور بنی کنانہ کے جتنے آدمی یہاں عکاظ میں موجود ہیں سب فوراً مکہ واپس چلے جائیں، تاکہ بنی قیس کے قتل و غارت سے بچ جائیں۔''

پس قریش کے ان تمام آدمیوں نے جو عکاظ کے میلے میں آئے ہوئے تھے۔ مصلحت اور خیریت اسی میں سمجھی کہ جلد سے جلد عکاظ سے روانہ ہو جائیں۔ یہ فیصلہ ہونے کے بعد بنی قیس کے سردار ابو براعامر بن مالک کے پاس کہلا بھیجا:

''تہامہ اور نجد میں قریش کے خلاف ایک سخت فتنہ برپا ہو گیا ہے۔ اس لیے اس کے قرار واقعی تدارک کے لیے ہمیں فوراً واپس جانے کی ضرورت ہے۔ آپ ہمیں اس کی اجازت دے دیجئے۔''

ابو براکو ابھی اپنے آدمی کے قتل کی خبر نہیں ملی تھی، اس لیے اسے کچھ شبہ نہ ہوا، اور اس نے بخوشی اجازت دے دی۔ اس کارروائی کے بعد قریش کے چند بااثر عکاظ بازار میں پہنچے اور پکار کر انہوں نے اس بات کا اعلان کیا:

''مکہ میں ہمارے پیچھے ایک سخت حادثہ ہو گیا ہے، جس کے لیے ہمیں فوری طور پر مکہ پہنچنا چاہیئے۔ اگر ہم یہاں رہے تو ممکن ہے فساد بڑھ جائے اور پھر اس کا تدارک مشکل ہو۔ اس لیے ہم مجبوراً جا رہے ہیں۔ آپ کچھ خیال نہ کریں۔''

اس کے بعد بہت پریشانی اور سراسیمگی کے ساتھ کنانہ اور قریش

Marfat.com

مکہ کی طرف بھاگے سارا دن تو خیریت سے گزر گیا، مگر سورج غروب ہونے کے بعد ابو برا کو عروہ بن رحال کے قتل کی خبر معلوم ہوئی، وہ سمجھ گیا کہ قریش نے یہاں سے بھاگنے کی یہ چال چلی ہے، وہ فوراً اپنی قوم کو ساتھ لے کر قریش اور کنانہ کے تعاقب میں تیزی سے روانہ ہوا، مقام نخلہ میں پہنچ کر قریش ان کو مل گئے، انہوں نے فوراً ان پر حملہ کر دیا، اور قریش کے بہت سے آدمی مار ڈالے، کیونکہ بنی قیس بڑے جوش اور غضب میں بھرے ہوئے تھے۔

اس مصیبت سے بچنے کے لیے قریش کو اور کوئی چارہ کار نظر نہ آیا سوائے اس کے کہ بھاگ کر حدود حرم میں داخل ہو جائیں، جہاں عرب جاہلیت کے معاہدہ کے مطابق اور حرم کے تقدس کی خاطر کوئی شخص کسی کو قتل نہیں کر سکتا تھا۔

جب قریش حرم میں داخل ہو گئے تو مجبوراً بنی قیس کو واپس جانا پڑا مگر یہ کہہ گئے:

''عروہ بن رحال کا خون ہرگز ضائع نہیں ہو سکتا۔ اس کا بدلہ ضرور لیا جائے گا۔ لہذا آئندہ سال ہمارے مقابلے کے لیے تیار ہو کر عکاظ میں آئیں۔''

واپس جا کر سارا سال بنی قیس عروہ بن رحال کا ماتم کرتے رہے، اور لوگوں کو اس کے خون کے انتقام کے لیے برانگیختہ کرتے رہے۔ یہ تمام زمانہ انہوں نے زور و شور کے ساتھ جنگ کی تیاریوں میں گزارا۔

Marfat.com

قریش بھی اپنے حریف کی جنگی تیاریوں سے غافل نہیں تھے۔ انہوں نے بکثرت ہتھیار لوگوں میں تقسیم کیے، چنانچہ ان کے مشہور سردار عبداللہ بن جدعان نے ایک سو آدمیوں کو پورے ہتھیار دیے، اور قریش کے دوسرے سرداروں نے بھی ایسا ہی کیا۔

وقت مقرر پر دونوں فریق میدان عکاظ میں پہنچ گئے۔ ہر ایک فریق کے مختلف گروہوں کا الگ الگ سردار تھا۔ الگ الگ سرداروں کے علاوہ دونوں فریقوں کا متفقہ سردار علیحدہ تھا۔ بنی قیس کا ابو براعامر بن مالک اور قریش کا حرب بن امیہ، کیونکہ عبد مناف میں وہ اس وقت سب سے بڑے مرتبہ کا شخص تھا، اور عمر میں سب سے بڑا تھا۔

میدان جنگ میں پہنچ کر حرب بن امیہ اور قریش کے بعض بڑے بڑے سرداروں نے اپنے آپ کو رسیوں سے باندھ لیا اور کہا:

''ہم میں سے کوئی شخص میدان سے نہیں ہٹے گا، یہاں تک کہ یا تو مارا جائے یا فتح پائے۔''

لڑائی شروع ہونے پر بنی قیس نے اس شدت سے حملہ کیا کہ قریش اور کنانہ کے بہت سے آدمی مارے گئے، مگر سردار لشکر حرب بن امیہ پامردی کے ساتھ میدان میں ڈٹا رہا، اور بہادری کے ساتھ لڑتا رہا۔ بنی عبد مناف اور قریش کے تمام قبائل بھی اپنی اپنی جگہ پر قائم رہے۔ صبح سے دوپہر تک برابر بنی قیس کا پلہ بھاری رہا، اور بظاہر یہ نظر آرہا تھا کہ فتح بنی قیس کی ہوگی، مگر دوپہر کے بعد حالات نے پلٹا کھایا۔ کنانہ اور قریش نے غیر معمولی

Marfat.com

جوش سے لڑنا شروع کیا اور لڑائی کا ہنگامہ بڑے زور وشور سے گرم ہوگیا۔ قریش نے بڑی پھرتی اور تیزی کے ساتھ بنی قیس کے آدمیوں کو قتل کرنا شروع کیا۔ اس حملے کی تاب بنی قیس نہ لا سکے، اور جس کا جدھر منہ آیا بھاگ کھڑا ہوا، اس بھگدڑ میں بہت سے آدمی مارے گئے، یہ دیکھ کر مالک بن عوف کے چچا ابو اسید کو بڑا رحم آیا، اور اس نے بآوازِ بلند کہا:

"اے آلِ کنانہ اور اہلِ قریش! تم نے آج اپنی حد سے زیادہ آدمیوں کو قتل کر ڈالا ہے، یہ نہایت افسوس کی بات ہے۔"

اس پر عبداللہ بن جدعان نے جواب دیا:

"جی ہاں، آپ نے ٹھیک کہا کہ ہم لوگ آدمیوں کو قتل کرنے میں نہایت چالاک اور لوگوں کے سر تن سے جدا کرنے میں نہایت بے باک ہیں۔"

جب سبیع بن ربیع نے دیکھا کہ شکست ہوگئی تو اس نے اپنے آپ کو رسی سے جکڑ لیا اور زمین پر لیٹ کر کہنے لگا:

"یا معشر بنی نصر! یا تو میرے ساتھ دشمن پر حملہ کرو، ورنہ مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ، میں اب میدان جنگ سے کسی صورت میں نہیں ہٹ سکتا۔ یہ عزت اور آن کا سوال ہے۔ جس کے آگے جان کوئی چیز نہیں۔ پس آؤ اور عزت کے ساتھ میدان میں مر جاؤ۔"

سبیع کی یہ ولولہ انگیز تقریر سن کر بنی نصر جشم، سعد بن بکر، فہم اور عدوان کے قبائل بھاگتے ہوئے رک گئے، اور پلٹ پلٹ کر ایسی شدت کے ساتھ حملہ کیا کہ قریش حیران رہ گئے۔

Marfat.com

چونکہ اب صبح سے لڑتے لڑتے قریش اور کنانہ میں بھی مزید سکت لڑنے کی باقی نہ رہی تھی۔ اس لیے لڑائی روک کر دونوں فریق میں صلح کی بات چیت ہونے لگی۔ آخر اس شرط پر دونوں فریق متفق ہو گئے کہ دونوں فریق کے مقتولین کا شمار کیا جائے، جس فریق کے مقتول زیادہ ہوں۔ وہ قبیلہ مخالف قبیلہ سے ان زائد آدمیوں کا خون بہا وصول کرے۔

اس فیصلے کی تعمیل میں جب دونوں کے مقتولین کا شمار کیا، تو معلوم ہوا کہ بنی قیس کے بیس آدمی قریش اور کنانہ نے زیادہ مارے ہیں، مگر قریش کے پاس اس وقت اتنا روپیہ نہ تھا کہ بیس زائد آدمیوں کی قیمت ادا کر سکتے۔ اس لیے سردار قریش حرب بن امیہ نے اپنے بیٹے ابوسفیان کو بنی قیس کے پاس رہن رکھ دیا اور کہا:

"جب ہم تمہارا تاوان ادا کریں گے، اس وقت اپنے بیٹے کو چھڑا لیں گے۔"

بعض قبائل کے دیگر رئیسوں نے بھی ایسا ہی کیا، اور بنی قیس کے پاس رہن رکھ دیا۔ اس فیصلہ کے بعد باہم ایک معاہدہ یہ ہوا کہ آئندہ کبھی براض بن قیس اور عروہ بن رحال کے معاملہ کے متعلق فریقین میں سے کوئی شخص ایک دوسرے کو تکلیف نہیں پہنچائے گا، ازاں بعد دونوں فریق اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے، اور جو عداوت بغض اور کینہ اس واقعہ کی وجہ سے فریقین کے دلوں میں پیدا ہو گیا تھا، اسے دونوں نے اپنے دلوں سے دور کر دیا۔"

یہ تفصیل التاریخ الکامل سلامہ ابی الحسن علی المعروف بہ ابن الاثیر الجزری سے

Marfat.com

لی گئی تھی۔اب اس جنگ پر تفصیل سے آگے بڑھتے ہیں۔

## فجار کا میدانِ جنگ

بنو کنانہ کے سب قبائل نے اتفاق رائے سے اپنے تین سالار نامزد کر دیے تھے۔ایک پہلو میں عبداللہ بن جدعان، دوسرے پر کریز بن ربیعہ اور قلب میں حرب بن امیہ تھا۔حرب ابن امیہ کو اس لشکر کا سالار اعظم مقرر کیا گیا تھا۔

دوسری طرف بنو ہوازن سعود بن معتب ثقفی کی سرکردگی میں جمع ہو رہے تھے۔دونوں طرف سے برابر کی چوٹ تھی۔حرب بن امیہ اپنی جنگی لیاقت، فہم و فراست اور شجاعت کی وجہ سے ایسا نامور تھا کہ دشمن بھی اس کے معترف تھے۔

دونوں لشکر مکہ کے قرب و جوار میں آمنے سامنے آئے، قریش کو اگرچہ حرمت کے مہینوں کے تقدس کا احساس تھا، اور وہ دل و جان سے یہ چاہتے تھے کہ ان مہینوں میں خونریزی سے اجتناب کیا جائے، مگر فریق مخالف کی آنکھوں میں خون برس رہا تھا۔وہ اپنے انتقام کے جذبے کو قریش اور کنانہ کے خون سے بجھانا چاہتے تھے۔یہ وہ شعلے تھے، جو خون کی قربانی مانگتے تھے۔

وہ حرمت والے مہینوں کے تقدس کو فراموش کر چکے تھے، انہوں نے اس کی قدر و قیمت کو بالائے طاق رکھ دیا تھا، بس وہ تو خون کی پیاس بجھانا چاہتے تھے، ان کی تلواریں نیاموں میں تڑپ رہی تھیں، وہ دشمن کے خون سے تر ہونا چاہتی تھیں۔

ایک فرد واحد کے قصاص کی خاطر مہینوں کی حرمت اور انسان کی جانوں کو داؤ پر لگا دیا گیا تھا، جاہلیت کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے اس جنگ میں ہوازن کئی بار قریش کو حرم کعبہ تک دھکیل چکے تھے۔

حمزہ، عباس اور ابوطالب تینوں بھائی ایک ٹیلے کی اوٹ میں گھات لگائے

Marfat.com

بیٹھے تھے۔ بنو ہوازن تیروں کی بارش برسا رہے تھے۔ بنو ہوازن کا قدر اندازی میں کوئی ثانی نہ تھا۔

قریش بھی جوابی کارروائی میں مصروف تھے۔ کبھی کبھی خون کے فوارے ابلتے اور زخموں کی تاب نہ لا کر مرنے والوں کی لاشیں زمین پر گر پڑتیں۔

اس جنگ میں بنو ہاشم کے پندرہ سالہ نوجوان محمد بن عبداللہ ﷺ بھی اپنے چچاؤں کے ہمرکاب تھے، ان کی نگاہیں دشمنوں کا تعاقب کرتیں، اور دل میں چچاؤں کی محبت دھڑک رہی تھی۔ وہ انسانی خون کی ارزانی کے متعلق سوچ رہے تھے۔

تیروں کی سنسناہٹ ان سے کچھ کہہ رہی تھی:

"اے پیارے محمد ﷺ آپ ﷺ نے بکریوں کی رفاقت میں پاسبانی کی تربیت حاصل کی ہے، تجارت کا تجربہ کر کے مشقت اور شیریں زبانی کا ذوق پالیا ہے۔

جہد مسلسل کو پرکھ لیا ہے۔

لیکن اب ہماری سرسراہٹ تیروں اور تلواروں کی جھنکار، زخمیوں کی چیخ و پکار بھی سنیے۔ فاتح کے جوش اور جذبے اور مفتوح کی ذلت و خواری بھی ملاحظہ فرمائیں، کیونکہ جہانبانی کی راہ میں حائل ہونے والی قوتوں کی سرکوبی کے لیے آپ ﷺ کو بارہا اس کی ضرورت پڑے گی۔

یہ تجربہ گاہ اس کے پر پیچ راہوں سے گزرنے کا عملی مظاہرہ کیجئے۔"

محمد ﷺ کے لیے جنگ کا تجربہ نیا تھا۔ وہ ﷺ تو امن اور محبت کے پیامبر تھے۔ جنگ اور قتال سے انہیں نفرت تھی۔ وہ بھائی چارے کے قائل تھے۔ محبت اور خوشیاں بانٹنا چاہتے تھے یہ خون کی بو، یہ لاشوں کا تعفن، یہ زخمیوں کی چیخ و پکار، یہ سب

Marfat.com

کیا تھا۔کیا زندگی کا مقصد یہی ہے۔

حضور ﷺ نے لڑائی میں شرکت نہیں کی تھی، البتہ بنو ہوازن کی طرف سے آنے والے تیروں کو جمع کرتے پھر وہ تیر اپنے چچاؤں کو دے دیتے۔کبھی کبھی وہ اپنے چچاؤں کو ان کے ترکش سے تیر نکال کر دیتے۔

محمد ﷺ کو اطمینان تھا کہ یہ جنگ وقتال ان کے قبیلے نے شروع نہیں کی، یہ جنگ تو زبردستی ان پر مسلط کی گئی تھی۔ان کا قبیلہ تو دفاع کے لیے میدان جنگ میں اتر آیا تھا۔

نوعمر محمد ﷺ جب اپنے چچاؤں کو کمانیں کھینچے دشمن کی تاک میں دیکھتے، وہ دیکھتے کہ ان کے بازوؤں کی مچھلیاں ابھر آتی ہیں، سانس کی تیزی سے سینے ابھرے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، چہروں پر سرخی عود کر آتی ہے۔

محمد ﷺ کو ایک عجیب سا احساس ہوتا۔

قدرت نے بچپن ہی سے ان کی ہر طرح کی تربیت شروع کر دی تھی۔انہیں کل کو بارِ نبوت کو سنبھالنے کے لیے اس طرح اپنی قوم کے لوگوں سے جہاد کرنا تھا۔ انہیں شرک کی راہ سے ہٹا کر صراطِ مستقیم دکھانا تھا۔وہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔جنگ کے رموز سیکھ رہے تھے میدان جنگ میں سپہ سالار کی حکمت عملی کیا ہونا چاہیے۔جنگ کا نقشہ کس طرح ترتیب دینا چاہیے۔یہ سب باتیں وہ سیکھ رہے تھے۔اپنے ذہن کے حافظہ میں انہیں نقش کر رہے تھے۔

وہ بھی فنون حرب سیکھنا چاہتے تھے۔ان کے دل میں یہ خواہش چٹکیاں لے رہی تھی۔

”میں بھی فنون حرب کی مشق کروں گا۔“

محمد ﷺ کے چچا نے ان کے دل کی کیفیت بھانپ لی تھی۔انہوں نے ان

Marfat.com

کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر مسکراتے ہوئے کہا:

''میرے پیارے بھتیجے! یہ جنگ ختم ہو جائے گی تو میں تمہیں سپاہی بنا دوں گا۔ تمہیں حرب کے تمام گر سکھا دوں گا۔ ماشاء اللہ تم جوان ہو، اور سپہ گری ہر جوان کا زیور ہے۔''

محمد ﷺ اپنے شفیق چچا کو تشکر آمیز نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ اب ان میں ایک نیا ولولہ اور جوش پیدا ہو گیا تھا۔ ان کے بازوؤں میں نئی قوت بھر گئی تھی۔ وہ اب بھاگ بھاگ کر تیر جمع کرنے لگے۔

جنگ اپنے عروج پر تھی، کشت و خون کا بازار گرم تھا۔ لاشیں کٹ کٹ کر گر رہی تھیں۔ ایک انسان کے قتل کے بدلے اتنی جانوں کو ضائع کیا جا رہا تھا۔

حضور ﷺ خوشی خوشی تیر جمع کر کے اپنے چچاؤں کو دینے لگے۔ اتنے میں ہوا کا ایک جھونکا سن سے گزر گیا۔ آپ ﷺ کو محسوس ہوا گویا کہہ رہا ہو:

''پیارے محمد ﷺ یہ درست ہے امن زندگی کی روح ہے۔ کسی کی جان کو تلف کرنا درست نہیں، لیکن جب طاغوت اپنے جور وستم کے ہتھیار سجائے میدان میں اتر آئے اور مظلوموں کے خلاف سرگرم عمل ہو جائے تو اس ظلم کا قلع قمع کرنا ضروری ہے۔ ظلم کے خلاف آواز بلند نہ کرنا بھی ظلم ہے۔ ایسی طاغوتی طاقتوں سے نپٹنے کے لیے سپاہیانہ مہارت ضروری ہے۔ وہ شخص مظلوموں کی داد رسی کیسے کر سکتا ہے جو جنگ کے اصول و ضوابط سے نابلد ہو۔''

نوعمر محمد ﷺ کے ذہن میں سوچ کے سوتے ابلنے لگے:

''ہاں، ہاں، مظلوموں کی مدد کے لیے سپاہیانہ مہارت ضروری ہے، اس کے لیے بدن میں طاقت ہونی چاہیے، بازوؤں میں

Marfat.com

سکت ہونی چاہیے، دل میں شجاعت کا عنصر موجود ہونا چاہیے،
آلات حرب سے آگہی ہونا چاہیے۔ تبھی تو مظلوموں کی پکار پر لبیک
کہا جا سکتا ہے ان کی مدد کی جا سکتی ہے۔ طاغوتی طاقتوں سے
ٹکرایا جاسکتا ہے ان کی مدد کی جا سکتی ہے، طاغوتی طاقتوں سے
ٹکرایا جاسکتا ہے۔ اگر قریش میں یہ صفات موجود نہ ہوتیں تو آج
وہ بنو ہوازن کے لونڈی اور غلام ہوتے۔"

فطرت سرگوشیانہ انداز میں کہہ رہی تھی:

"پیارے محمد ﷺ آگے بڑھیے۔ میدان عمل کی طرف قدم
اٹھائیے، اپنی قوتوں کا اندازہ کیجئے۔ آپ ﷺ کو انتقام کی جگہ عفو
و درگزر سے کام لینا ہوگا، جودو کرم کا علم بلند ہوگا۔ مظلوموں کی داد
رسی کرنا ہوگی، تاکہ اولادِ آدم سکون و اطمینان کا سانس لے سکیں۔
پیارے محمد ﷺ! حرب فجار آپ ﷺ کو ایک پیغام دے رہی
ہے مظلوموں کی داد رسی کا، جودو کرم کا عفو و درگزر کا، اس پیغام کو
غور سے سنیے۔"

❀❀❀❀

Marfat.com

# حلف الفضول

انسانی جانوں کو تلف کرنا گناہ کبیرہ ہے، مگر حق کی خاطر کسی کو قتل کرنا باعث ثواب ہے۔ کفر و شرک کے اندھیرے کو مٹانے کے لیے تلوار سونت لینا گناہ تو نہیں۔ اللہ کی واحدانیت برقرار رکھنے کے لیے نبرد آزما ہونا معیوب نہیں۔ اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے کفر کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بن جانا سب سے بڑا اعزاز ہے، اور یہ اعزاز حضور ﷺ کو حاصل ہونا تھا، انہوں نے کل کو اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے کفار سے جنگ کرنا تھی۔

موت اس دار فانی کی سب سے بڑی حقیقت ہے۔ اسے جھٹلایا نہیں جا سکتا، اسے ٹالا نہیں جا سکتا، موت کا ذائقہ ہر ذی روح نے چکھنا ہے۔ چاہے انسان ہو، یا حیوان، جانور ہو یا جنات، موت برحق ہے اور سب کا اس میں حصہ ہے۔ اس سے انکار کرنا کفر ہے، مگر کتنی پیاری ہے وہ زندگی، جو اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے گزرے، کتنی حسین ہے وہ موت جو اللہ کے دین کی سرفرازی کے لیے ہو۔ کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اللہ کی خاطر، اس کے دین کی خاطر، امن و سکون کی خاطر اپنی جانیں قربان کر دیتے ہیں۔

نواح مکہ میں موت کا کھیل کئی سالوں سے جاری تھا، حرب فجار نے بڑے بڑے سرکشوں کو خون میں نہلا کر رکھ دیا تھا، ان کی جبینیں خاک آلودہ ہو چکی تھیں، ہزاروں گھر تباہ ہو چکے تھے۔ سینکڑوں بچے یتیمی کا داغ لیے جی رہے تھے، کئی عورتیں اپنے

Marfat.com

سہاگوں سے محروم ہو چکی تھیں۔ ماؤں کی گود ویرانی کی تصویر بن گئی تھیں۔

اب دونوں فریقین میں لڑنے کی سکت باقی نہ تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ کسی طرح یہ لڑائی رک جائے، اور وہ دوبارہ امن وسکون کی زندگی بسر کرنے لگیں۔

جنگ کے ہولناک منظر سے بڑے بڑے سنگدل اور شقی لرز اٹھے۔ ہر جگہ صلح وآشتی کی باتیں ہونے لگیں۔ اس جنگ کو ٹالنے کے لیے صلاح ومشورے کیے جانے لگے۔ دونوں طرف سے جنگ کا جوش وخروش کم ہو چکا تھا۔ اب وہ امن کے راستے پر چلنا چاہتے تھے۔ حرب فجار نے تو ان کی کمر ہی توڑ کر رکھ دی تھی۔

یہ سب کچھ کیوں ہوا؟

اس لیے کہ یہ سب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جنگ میں حصہ تو لیا، مگر کسی کی جان پر ظلم نہ کیا۔ تیر نہیں چلایا، تلوار نہیں اٹھائی، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلوص دل سے امن وآشتی کے داعی بنے ہوئے تھے۔

آخر دونوں فریقین نے باہم تصفیہ کے تحت حرب فجار کا خاتمہ کر دیا، پژمردہ چہروں پر رونق در آئی، زندگی دوبارہ مسکرانے لگی۔ جن چہروں پر کبھی خوف کے سائے منڈلاتے تھے، اب وہاں مسرت اور اطمینان کے دیے روشن تھے۔ ہر طرف زندگی کی چہل پہل تھی۔ لوگ اپنے روزمرہ کے کاموں میں مشغول ہو گئے تھے۔ بازار پُر رونق تھے۔ نخلستانوں کی بہار لوٹ آئی تھی۔ جنگلوں، وادیوں اور چراگاہوں میں مویشیوں کی آوازیں گونجنے لگی تھیں۔ بانسریوں کی آوازیں نغمہ سرا تھیں۔

مرجھائے ہوئے چہروں پر شادابی کھیل رہی تھی۔ شہر سے باہر بادیہ نشیں صحراؤں میں محوسفر تھے۔ زندگی اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ روشن تھی۔

اب حرف فجار کی داستان قصہ پارینہ بن چکی تھی۔ لوگ یہ چاہتے تھے کہ آئندہ ایسی ہولناک تباہ کاریاں نہ ہوں، ان کی سوچوں کے دھارے کسی اور ہی سمت بہہ

Marfat.com

رہے تھے۔ وہ مستقل امن کے داعی تھے تاکہ آئندہ تلواریں نیاموں سے نہ نکلیں انہیں کسی کے خون میں نہلانے کے لیے صیقل نہ کرنا پڑے۔ وہ چاہتے تھے کہ ایسا پائیدار امن قائم ہو کہ جنگ کے بادل ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھٹ جائیں۔

## زبیدی تاجر کی فریاد

انہی دنوں ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ ایک بار پھر جنگ کے آثار نمودار ہونے کی جھلک نظر آنے لگی، لوگ چونک اٹھے، اہل دل مضطرب ہو گئے۔

شہر زبید کا ایک تاجر اپنا سامان تجارت لے کر مکہ وارد ہوا تھا۔ اس نے اپنے سامان کی نمائش کی، اور عاص بن وائل سہمی سے اس کا سودا ہو گیا۔

عاص بن وائل سہمی نے کہا:

”میں دو دن بعد اس کی قیمت ادا کروں گا، اگر مناسب ہو تو سامان مجھے دے دو۔“

تاجر نے بخوشی سامان دے دیا۔ دو ہی دن کی تو بات تھی، بھلا وہ کہاں بھاگا جاتا تھا۔

تاجر نے کہا:

”مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں، مگر ایک بات یاد رہے کہ وعدہ خلافی نہ ہونے پائے، میرے اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچانا۔“

عاص بن وائل سہمی نے مال اٹھاتے ہوئے کہا:

”ہم اشراف مکہ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتے، تم مطمئن رہو۔“

تاجر وہاں سے چلا گیا، جب دو دن بعد تاجر عاص بن وائل سہمی سے اپنی رقم کا تقاضا کرنے گیا تو عاص بن وائل سہمی نے مزید ایک دن کی مہلت طلب کی۔ تاجر نے

Marfat.com

معنی خیز انداز میں اس کی طرف دیکھا، آخر اسے ایک دن کی مہلت دینا پڑی۔ وہ عاص بن وائل سہمی کی یقین دہانی پر لوٹ گیا، اور حسب وعدہ پھر حاضر ہوا تو عاص بن وائل سہمی نے بہانہ سازی شروع کر دی۔ اب تو تاجر کی آنکھوں میں شکوک وشبہات کے سائے منڈلانے لگے، اسے اس کی نیت میں فتور نظر آنے لگا۔ اس نے سختی سے پیسوں کا تقاضہ کیا، مگر عاص بن وائل سہمی لیت ولعل سے کام لینے لگا۔

تاجر نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

''تم نے کہا تھا کہ وعدہ خلافی کرنا ہمارا شیوہ نہیں اب تم یہ کیا کر رہے ہو؟ تم اپنے وعدہ کا کچھ تو پاس کرو۔ دیار غیر میں کسی تاجر سے یہ سلوک تمہیں زیب نہیں دیتا۔''

یہ سن کر عاص بن وائل سہمی غصے میں آ گیا اس نے کڑکتے ہوئے کہا:

''یہاں سے دفعہ ہو جاؤ، ورنہ خون میں تمہاری لاش تڑپتی ہوئی نظر آئے گی۔''

تاجر پر تو مایوسی چھا گئی، اس کی تو دنیا اندھیر ہو گئی تھی۔ ایک غریب الوطن تاجر کو لوٹ لیا گیا تھا۔ اس دیار غیر میں تو اس کا کوئی ہمنوا بھی نہ تھا۔ اس کا کوئی بھی ہمدرد اور غم گسار نہ تھا۔ وہ جائے تو کہاں جائے، یہاں کون اس کی داد رسی کرے گا۔

''میں کہاں جاؤں، کس کا دروازہ کھٹکھٹاؤں، کس سے انصاف طلب کروں۔''

وہ مایوسی کے عالم میں چلا جا رہا تھا۔ پھر زیر لب بڑبڑایا:

''مجھے روساء قریش کے پاس جانا چاہیے اپنی فریاد ان کے گوش گزار کرنا چاہیے وہ ضرور میری مدد کریں گے۔ شاید انہیں مجھ پر ترس آ جائے۔''

یہ سوچ کر زبیدی تاجر مختلف روساء قریش کے در پر گیا۔ اپنی بپتا سنائی، عاص

Marfat.com

بن وائل سہمی کا نام سن کر سب ہی خاموش ہو گئے تھے۔ عاص بن وائل سہمی سے کون کہے۔ کسی نے بھی اس کی دادرسی میں حامی نہ بھری۔

زبیدی تاجر مایوس ہو گیا، پھر اسے یاد آیا، اسی شہر میں اس کے کچھ حلیف بھی رہتے ہیں، کیوں نہ ان سے مدد لی جائے، وہ ضرور میری مدد کریں گے۔

یہ سوچ کر وہ اپنے حلیفوں عبدالدار، مخزوم، جمح، سہم اور عدی بن کعب کے پاس اپنی فریاد لے کر گیا، مگر انہوں نے بھی اس کی دادرسی کی حامی نہ بھری۔ اب تو زبیدی تاجر بڑا مایوس ہوا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کرے تو کیا کرے۔

جب وہ مایوسی کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب گیا تو جبل بوقبیس پر جا پہنچا۔ عربوں کے دستور کے مطابق اس نے اپنا گریبان چاک کیا، سر پر خاک آرائی کی اور وائے حسرت کا نعرہ لگا کر زور زور سے پکارنے لگا:

''یا معشر قریش۔ اے بنو ہاشم، اے خاندان عبدالمطلب تم تو اشراف مکہ میں سے ہو، کعبہ کے متولی ہو۔ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہو، تمہارے شہر میں مجھ پر بڑا ظلم ہوا ہے۔ میں لٹ گیا تباہ ہو گیا۔ کیا کوئی میری دادرسی نہ کرے گا، مجھے عاص بن وائل سہمی سے انصاف نہ دلائے گا، اس شخص نے مجھے لوٹ لیا ہے۔''

لوگوں کی سماعت سے یہ آواز ٹکرائی تو وہ گردنیں اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگے کہ فریادی کون ہے، مگر عاص کا نام سن کر ان کی ہمتیں پست ہونے لگیں۔ عاص سے ٹکر لینا ان کے بس کی بات نہ تھی۔ وہ مظلوم کی دادرسی کرنا بھی چاہیں تو نہ کر سکتے تھے۔

زبیدی تاجر اور زور زور سے دہائی دینے لگا:

''یا معشر قریش! کیا تمہاری غیرت کا جنازہ نکل گیا، اے خاندان بنو ہاشم تمہاری حمیت کیا ہوئی، کیا تم سب بھی عاص کی طرح فریبی

Marfat.com

ہو، دغا باز ہو، غریب تاجر کو لوٹ لینا تمہارا شیوہ ہے، کیا یہاں انصاف کی زبان نہیں سمجھی جاتی۔"

## مظلوم کی فریادرسی

قریش کے چند سردار صحن کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔انہوں نے یہ فریاد سنی تو ان کا خون کھول اٹھا، اور وہ معنی خیز انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ فریادی نے ان کی حمیت وغیرت کو للکارا تھا۔انہیں دھوکہ باز و دغاباز ہونے کا طعنہ دیا تھا۔عربوں کے خون پر شک کیا تھا۔پھر بھلا قریش کیسے خاموش رہتے۔اس طرح تو وہ بدنام ہو کر رہ جاتے۔ان کی معیشت اور تجارت برباد ہو کر رہ جاتی۔ان سرداران قریش میں حضور ﷺ کے چچا زبیر بن عبدالمطلب بھی تھے۔ یہ فریاد سن کر ان کے خون کی گردش تیز ہوگئی تھی۔

انہوں نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا:

"ہم بے غیرت نہیں ہیں، چلو اس کی فریاد سنیں۔"

سرداران قریش اپنی جگہ سے اٹھے، وہ فریادی کے پاس پہنچے، اس کی بپتا سننے کے بعد اسے تسلی دیتے ہوئے کہا:

"تم گھبراؤ نہیں، ہم تمہارے ساتھ یہ ظلم نہیں ہونے دیں گے۔تم ہمارے مہمان ہو، تمہارے نقصان کی تلافی ضرور ہوگی۔ یہ خاندان بنوہاشم کا قول ہے، یہ زبیر بن عبدالمطلب کا اقرار ہے۔تم یہاں تنہا نہیں ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔ جب تک تمہارے نقصان کی تلافی نہیں ہو جاتی، تم میرے مہمان ہو تمہارا ہر طرح سے خیال رکھا جائے گا۔"

Marfat.com

یہ سن کر تاجر کی جان میں جان آئی، اس کی ڈھارس بندھ گئی، اور چہرے پر اطمینان کی چمک ابھر آئی۔ زبیر بن عبدالمطلب نے بنو ہاشم، بنو زہرہ اور بنو اسد بن العزیٰ کے اکابرین کو عبداللہ بن جدعان کے گھر جمع ہونے کی دعوت دی۔ عبداللہ بن جدعان ان میں سب سے زیادہ معمر تھا۔ سب اس کی عزت کرتے تھے۔

زبیر بن عبدالمطلب کی درخواست پر تمام اکابرین عبداللہ بن جدعان کے مکان پر جمع ہو گئے، اور اس نئے فتنہ پر غور وخوض کرنے لگے۔ عاص بن وائل سہمی نے عربوں کی حمیت کو داغدار کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس نے اپنا ایمان چند ٹکڑوں کے عوض داؤ پر لگا دیا تھا۔

ایک سردار نے کہا:

''اگر اس تاجر کی دادرسی نہ کی گئی، اس کے نقصان کی تلافی نہ ہوئی تو ہماری ساکھ خاک میں مل جائے گی، لوگ ہم پر اعتماد کرنا چھوڑ دیں گے۔ ہماری تجارت برباد ہو جائے گی۔ ہم اوج ثریا سے خاک نشین ہو جائیں گے، ہماری عزت کیا ہوئی، اور عین ممکن ہے کہ حرب فجار کا سلسلہ شروع ہو جائے، ایک معمولی سی غلطی کے عوض پھر ہزاروں انسان خاک وخون میں لت پت ہو جائیں، ابھی تو حرب فجار کی پہلی سسکیوں کی آواز کی بازگشت ہمارے کانوں میں سنائی دیتی ہے۔ ابھی ہم ان یتیموں کے چہروں کا دکھ اپنے دلوں سے نہیں نکال سکے جو اس ہولناکی اور تباہی کی وجہ سے پھیلے۔ ہمیں کچھ کرنا ہوگا، تاکہ آئندہ کسی کو ایسی جرأت نہ ہو۔''

ایک دوسرے سردار نے کہا:

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ ہمیں تلوار اٹھانے کے بجائے اس تاجر

Marfat.com

کے نقصان کی تلافی کرنا ہوگی۔“

یہ سن کر زبیر بن عبدالمطلب اپنی جگہ سے اٹھے اور بولے:

”تم سب معزز لوگ ہو، قریش کے اشراف میں سے ہو، اگر تم لوگ اس شخص کی دادرسی نہ کرو گے پھر کون کرے گا۔ اگر تم جیسے اہل الرائے بھی زبیدی تاجر کی حمایت کے لیے آگے نہ بڑھے تو پھر کون اس عقدہ کی گرہ کشائی کرے گا۔ زبیدی تاجر نے ہماری غیرت کو للکارا ہے۔ ہمارے انصاف کو پرکھنا چاہا ہے۔“

اس پر عبداللہ بن جدعان نے کہا:

”بے شک یہ ہماری غیرت وحمیت کا معاملہ ہے۔ زبیدی تاجر نے ہماری غیرت کو للکارا ہے۔ ہمارے انصاف کو بیدار کیا ہے۔ اس کی حمایت کے لیے اگر ہمیں اپنی تلواروں کو بھی کام میں لانا پڑے تو ہم دریغ نہیں کریں گے۔ ہماری تلواریں مظلوموں کے ساتھ ہیں۔“

زبیر عبدالمطلب دوبارہ اٹھ کھڑے ہوئے اور پرزور لہجہ میں کہنے لگے:

”میں چاہتا ہوں کہ یہ معاملہ زبیدی کی دادرسی تک محدود نہ رہے، بلکہ ایسا بندوبست کیا جائے کہ آئندہ کسی کو ایسا کرنے کی جرأت نہ ہو، کوئی کسی کی حق تلفی نہ کر سکے، کسی کے ساتھ دغابازی نہ کر سکے۔ کسی کا حق غصب نہ کر سکے، اپنے کمینے پن کا ثبوت نہ دے پوری قوم کی حمیت کو داؤ پر نہ لگائے، ایسے کاموں کا سختی سے محاسبہ کیا جائے، اور یہ سب کچھ اسی صورت میں ممکن ہے، جب ہماری جمعیت اکٹھی ہو، ہم میں اتحاد موجود ہو، اور پوری قوم اس دغاباز یا

Marfat.com

فریبی کے خلاف اٹھ کھڑی ہو، اور اس سے مظلوم کا حق دلا سکے۔
یا معشر قریش! آپ یقیناً بنو قطورا اور بنو جرہم کے حلف الفضول کو نہیں بھولے ہوں گے، جو اس شہر میں آج سے مدتوں پہلے وجود میں آیا تھا۔ ہمیں آج بھی ایسے ہی معاہدہ کی ضرورت ہے۔ یہ سب آپ جیسے صاحب الرائے لوگوں کے حسن تدبر سے ہی وجود میں آسکتا ہے۔ کیا آپ اس بات میں میری حمایت کرتے ہیں۔
کیا ہوا اگر آج ہم میں فضل بن حارث، فضل بن وداعہ اور فضل بن فضالہ موجود نہیں۔ ان کی یادگار یہ معاہدہ حلف الفضول تو موجود ہے۔ اس معاہدہ کی شرائط سے ہم بخوبی آگاہ ہیں ان میں دوبارہ روح ڈالنا ہوگی، اسے حیات نو بخشنا ہوگی۔ اس کی برکات کا ہم سب کو علم ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ اس کے تن مردہ میں نئی روح پھونک دیں۔"

عبداللہ بن جدعان کا چہرہ فرط مسرت سے چمک اٹھا، اس نے کہا:
"تم نے کیا خوب یاد دلایا، ہم تو اس معاہدہ کو بھولے بیٹھے تھے۔
ہم میں تو ایک ایسی دستاویز موجود ہے۔ جس پر عمل کرنے سے ہم مظلوموں کو ظالموں سے ان کا حق دلوا سکتے ہیں۔ امن و امان کے لیے کوشش کر سکتے ہیں۔ خدا کی قسم اس سے بہتر کوئی تجویز نہیں ہو سکتی۔ میں اس کی بھرپور حمایت کرتا ہوں۔"
دوسرے سرداران قریش نے بھی اس کی تجدید کے لیے زور دیا۔
زبیر بن عبدالمطلب نے کہا:
"میری تجویز ہے کہ اس معاہدہ کو دوبارہ رقم کیا جائے، اس کی پشت

Marfat.com

پر پوری ایک جمعیت موجود ہو۔ جو اس کی حفاظت کرے۔ مجھے
یقین واثق ہے کہ سب اس میں بصد شوق شمولیت اختیار کریں گے۔"

## معاہدہ حلف الفضول کی تجدید

اس کے بعد زبیر بن عبدالمطلب کی تحریک پر ان کی زیر نگرانی معاہدہ لکھا گیا، جس کا نام بدستور سابق حلف الفضول ہی رکھا گیا۔ اس معاہدہ کا حلف اٹھاتے ہوئے کہا:

"خدا کی قسم! ہم سب ایک ہاتھ بن جائیں گے، اور ظالم کے خلاف مظلوم کی مدد کریں گے، یہاں تک کہ ظالم، مظلوم کو اس کا حق ادا کر دے اور ہم اس عہد پر پابند رہیں گے، جب تک سمندر اون کر تر کرتا ہے۔

جب تک حرا اور ثبیر کے پہاڑ اپنی جگہ پر قائم ہیں، اور معاش میں ہم ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔"

اس کے بعد مندرجہ ذیل شقیں اس معاہدہ کی روح قرار دی گئیں۔

(۱) ہم ایک دوسرے کی حق تلفی نہیں کریں گے۔

(۲) ہم قوی سے ضعیف اور مقیم سے مسافر کا حق دلوایا کریں گے۔

(۳) ظالم کے خلاف مظلوم کی مدد کرتے رہیں گے۔

## حلف الفضول پر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت

معاہدہ کی تحریر مکمل ہو چکی تھی، ہر شخص باری باری اس پر اپنی شہادت ثبت کر رہا تھا۔ جب یہ کام مکمل ہو گیا تو زبیر بن عبدالمطلب کہنے لگے:

"آپ کو مبارک ہو آپ نے اپنے دادا ابراہیم علیہ السلام کے دین کو دوبارہ دوام بخشا ہے، اسے ایک نئی زندگی دی ہے، یہ کام پورا ہو

Marfat.com

چکا ہے۔ آؤ اب عاص بن وائل کی خبر لیں۔ اس سے مظلوم کا حق دلوائیں۔"

یہ سن کر عبداللہ بن جدعان چونک اٹھا، اور بولا۔

"ٹھہرو، ابھی نہیں، ابھی یہ کام مکمل نہیں ہوا۔"

زبیر بن عبدالمطلب حیرت سے پوچھنے لگے:

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ ہماری دانست میں تو یہ کام مکمل ہو چکا ہے۔ مگر آپ کہہ رہے ہیں کہ ابھی نامکمل ہے۔ ہم کچھ سمجھے نہیں؟"

عبداللہ بن جدعان نے مسکرا کر زبیر بن عبدالمطلب کی طرف دیکھا، پھر ان کے لب ہلے:

"ہاں، ابھی یہ کام مکمل نہیں ہوا، ابھی ایک شخص کی شہادت باقی ہے۔ ایک معتبر شخص کی، اس کی شہادت کے بعد ہی وہ معاہدہ مکمل ہوگیا۔ وہ شخص جو ہم میں سب سے زیادہ امن پسند، غریبوں کا ہمدرد، صلح جو اور وعدہ کا پابند ہے۔ اس کی شہادت کے بغیر یہ معاہدہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔"

زبیر بن عبدالمطلب حیرت سے عبداللہ بن جدعان کی طرف دیکھنے لگے، پھر بے تابی سے پوچھا:

"وہ شخص کون ہے۔ کچھ ہمیں بھی تو پتہ چلے۔ بنو ہاشم کے تمام معزز اشخاص تو یہاں موجود ہیں، باقی کون ہے آپ تو ہمیں حیران کیے دے رہے ہیں۔"

عبداللہ بن جدعان نے زبیر بن عبدالمطلب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

"تمہارا بھتیجا محمد (ﷺ) جو عمر میں کم اور عقل میں ہم سب سے

Marfat.com

زیادہ ہے. گو کہ اس کی عمر ابھی پندرہ سولہ برس ہے، مگر وہ سنجیدگی و متانت حلم و بردباری فہم و فراست، سوجھ بوجھ اور دور اندیشی میں ہم سب سے بڑھ کر ہے۔ ہم تو چراغِ سحر ہیں. بجھنے کے قریب ہیں۔ محمد (ﷺ) جوان ہیں، عقل و دانش کی دولت سے مالا مال ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ حلف الفضول میں ضرور شمولیت اختیار کریں گے، اور ان کے شامل ہونے سے یہ معاہدہ سند کی حیثیت اختیار کر جائے گا تم فوراً اسے بلاؤ۔"

تھوڑی دیر بعد محمد ﷺ انتہائی باوقار انداز میں عبداللہ بن جدعان کی آواز پر چوپال میں داخل ہوئے، نپے تلے قدم، چہرے پر وقار اور سنجیدگی، سفید اجلے لباس میں موجود، جسمِ اطہر سے مہک کی لپٹیں اٹھ رہی ہیں، سمن رو، سمن خو، سمن بو اور سمن سیما ہیں. لبوں پر ہلکا تبسم رقصاں ہے۔ مجمع کو سلام کرنے کے بعد سب سے مصافحہ کیا اور دھیمی چال سے چلتے چلتے ہوئے اپنے چچا زبیر عبدالمطلب کے پاس چٹائی پر آ کر بیٹھ گئے۔

عبداللہ بن جدعان نے آپ ﷺ سے مخاطب ہو کر کہا:

"محمد (ﷺ) ہم نے امن و امان برقرار رکھنے کے لیے حلف الفضول تحریر کیا ہے، اس پر آپ (ﷺ) کی شہادت درکار ہے۔"

یہ سن کر محمد ﷺ کا چہرہ انور فرط مسرت سے چمک اٹھا:

"میرے لیے اس سے بڑی سعادت اور کیا ہوگی، کہ مجھے صلح اور امن کے لیے یاد کیا جائے، میں دل و جان سے حاضر ہوں۔"

اس پر آپ ﷺ کے چچا زبیر بن عبدالمطلب نے آپ ﷺ کو تھپکی دیتے ہوئے کہا:

"میرا بھتیجا صلح و امن کا پیامبر ہے۔ بنو ہاشم کو اس پر فخر ہے۔ عبداللہ

Marfat.com

کا یہ بیٹا اور عبدالمطلب کا لاڈلا محمد ﷺ اعلیٰ خوبیوں کا مالک ہے۔"

محمد ﷺ کی حلف الفضول پر شہادت لی گئی، پھر یہ سب عاص بن وائل سہمی کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ دروازے پر دستک دی تو عاص بن وائل سہمی باہر آیا۔

زبیر بن عبدالمطلب نے کہا:

"عاص! تم زبیدی تاجر کی رقم اس کے حوالے کر دو، ہم اس کی دادرسی کے لیے آئے ہیں، اگر تم نے لیت ولعل سے کام لیا تو ہم سب تمہارے خلاف متحد ہو جائیں گے، اور زبیدی تاجر کو اس کا حق دلوا کر ہی دم لیں گے، خواہ اس کے لیے ہمیں قتل و غارت ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔"

عاص بن وائل سہمی موقع کی نزاکت کو بھانپ گیا، اس نے محسوس کر لیا تھا کہ اب بہانہ سازی سے کام نہ چلے گا، زبیدی تاجر کو اس کا حق دینا پڑے گا، ورنہ یہ سب میرے خلاف متحد ہو جائیں گے وہ خاموشی سے گھر کے اندر چلا گیا، کچھ دیر بعد واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں زبیدی تاجر کو دینے کے لیے رقم موجود تھی۔ اس نے وہ رقم عبداللہ بن جدعان کے ہاتھ میں تھما دی، عبداللہ بن جدعان نے وہ رقم زبیر بن عبدالمطلب کے حوالے کی، جنہوں نے زبیدی تاجر کا حق اسے ادا کیا، اور پھر وہ سب خاموشی سے وہاں چل دیے۔

حضور ﷺ اس معاہدہ کے متعلق فرمایا کرتے تھے:

"میں عبداللہ بن جدعان کے گھر حاضر تھا جب حلف الفضول طے پایا۔ اس کے بدلے میں اگر کوئی مجھے سرخ اونٹ دیتا تب بھی میں لینے کو تیار نہیں۔ اور اس قسم کے معاہدہ کی دعوت۔ اسلام میں بھی اگر کوئی مجھے دے تو میں اس قبول کروں گا۔"

Marfat.com

یہ معاہدہ مدتوں نافذ العمل رہا، جب کسی مظلوم نے اس معاہدہ کا واسطہ دے کر فریاد کی تو لوگ بے تامل تلواریں بے نیام کیے اس فریادی کی امداد کے لیے دوڑے آئے۔

بے شک حلف الفضول آپ ﷺ کی وجہ سے سدا بہار رہا۔ کیونکہ آپ ﷺ مجسم رحمت ہیں۔

❀❀❀❀

Marfat.com

# یمن اور بحرین کے تجارتی سفر

روایات میں آتا ہے:

''جب حضور ﷺ کی عمر مبارک سترہ سال کی ہوئی تو ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ کے چچا زبیر بن عبدالمطلب اور ایک روایت کے مطابق عباس بن عبدالمطلب نے تجارت کی غرض سے یمن کے سفر کا ارادہ کیا۔''

کاروباری سفر کے بارے میں حضور ﷺ کے چچا کا ارادہ پختہ ہوا تو وہ اپنے بھائی ابوطالب کے پاس آئے اور ان سے درخواست کی:

''محمد (ﷺ) کو اس سفر میں ہمارے ساتھ بھیج دیں، کہ اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے ہمیں بہت زیادہ فائدہ پہنچائے۔''

یہ وہ وقت تھا جب حضور ﷺ کی دیانت و فطانت کی دھاک سب پر بیٹھ چکی تھی۔ آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی برکات اور عنایات کا بھی چرچا عام تھا۔ اسی لیے یمن جانے والے چچا کو پختہ یقین تھا کہ آپ ﷺ کی شمولیت سے ان کی تجارت خوب چمکے گی۔

ابوطالب نے بھائی کی درخواست قبول کرلی، اور حضور ﷺ کو ان کے ہمراہ تجارتی سفر پر جانے کی اجازت دے دی۔ یوں حضور ﷺ اپنے چچا کے ہمراہ یمن کے سفر پر تشریف لے گئے آپ ﷺ بے حد خوش تھے۔

دوران سفر بھی آپ ﷺ کے چچا نے آپ ﷺ سے متعلق متعدد غیر معمولی

Marfat.com

مشاہدات کیے۔ جن سے انہیں حضور ﷺ کے تقویٰ وطہارت اور فہم وفراست کا خاصا اندازہ ہوگیا۔ یمن کا یہ تجارتی سفر بہت کامیاب رہا، اور چچا بھتیجا دونوں بخیریت واپس مکہ لوٹے۔

حضور ﷺ کو اب تجارت کا خاصا تجربہ ہو چکا تھا، آگے چل کر آپ ﷺ کو اپنی معاشی زندگی کو مضبوط و مستحکم کرنے کے لیے اسے ہی ذریعۂ روزگار چننا تھا۔

یمن کے اس سفر کے علاوہ آپ ﷺ کو چند ایک بار اور بھی ادھر جانے کا اتفاق ہوا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بھی آپ ﷺ کو تجارت کے لیے دو مرتبہ یمن بھیجا۔

دونوں بار آپ ﷺ یمن کے مقام جرش تشریف لے گئے، یمن کے یہ دونوں سفر بے حد کامیاب رہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ہر بار تضاد اونٹ آپ ﷺ کو بطور معاوضہ پیش کیا۔

احادیث نبوی ﷺ سے یہ بات ثابت ہے کہ حضور ﷺ تجارت کے سلسلہ میں مغرب میں بحرین تک بھی تشریف لے گئے تھے۔ ان دنوں وہاں ایران کا فرمانروا منذر بن ساویٰ حکمران تھا۔

اس قسم کے تجارتی سفروں سے مختلف خطوں کے لوگوں سے آپ ﷺ کا کاروباری لین دین اور عمومی میل جول ہوتا رہا۔ آپ ﷺ وہاں کی معاشرت سے آگہی حاصل کرتے رہے، اور تجارتی اسرار و رموز مزید پختہ ہوتے چلے گئے۔

بعد کی نبوی زندگی میں بھی آپ ﷺ کے تاجر ساتھی آپ ﷺ کو نظر آجاتے تو آپ ﷺ ان سے انتہائی خندہ پیشانی سے ملتے، اور ان سے مل کر تجارت اور رفاقت کے گزرے دنوں کی یادوں کو تازہ کرتے۔

❀❀❀❀

Marfat.com

# ربِ کعبہ کی جستجو

## محمد ﷺ کی عظمت و رفعت

مکہ کے میکدے ہر وقت بادہ خواروں سے بھرے ہوتے تھے. کوئی مہ نوشی میں غرق ہوتا تو کوئی پلانے میں مصروف ہوتا۔ کوئی لڑکھڑا رہا ہوتا تو کوئی مستی میں جھوم رہا ہوتا کوئی بہک رہا ہوتا تو کوئی بے سدھ پڑا ہوتا۔ یہاں بڑوں بڑوں کی پگڑیاں اچھلتیں اور داڑھیاں نوچی جاتیں۔ قہقہے اور بے ہنگم شور ہوتا۔ نشے میں دھت عمِ دختر کے گداز جسموں کے قصے سرِ عام سنائے جاتے۔ کہیں ساغر چل رہے ہوتے تو کہیں خم پڑے ہوتے۔ کہیں قلقل و مینا کی صدائیں بلند ہوتیں تو کہیں شیشہ و سبو کی چھنکار سنائی دیتی۔

رندوں کا یہ ہجوم دن کو کم اور رات کو اپنے پورے شباب پر ہوتا. کیونکہ اشراف اور تقدس مآب چہرے بھی رات کی تاریکیوں میں اپنے شرافت کے لبادے اتار کر آتے، اور خوب جی بھر کر انگور کی بیٹی سے دل بہلاتے۔ یہاں امراء اور رؤساء بھی مہ نوشی میں مصروف نظر آتے. نوجوان اور بوڑھے بھی اس سے شغف رکھتے۔ وہ نوجوان بھی نظر آتے جن کی مسیں بھی بھیگی نہ ہوتیں۔ ہر شخص میکدے سے اپنا حصہ وصول کر کے رہتا۔ ہر شخص میکدہ کا دروازہ وا ہونے کا منتظر رہتا۔

یہ وہ ماحول تھا. یہ وہ زمانہ تھا جس میں محمد ﷺ پروان چڑھ رہے تھے. مگر آج تک آپ ﷺ نے اس کی طرف نظر التفات نہ کی. آپ ﷺ کبھی بھی مہ خانہ کے

Marfat.com

قریب سے بھی نہ گزرے۔ میکدہ حیران تھا کہ وہ کیسا نوجوان ہے، جو میری دید سے محروم ہے۔ یہ نوجوان دوسرے لوگوں سے بالکل مختلف تھا۔ اسے نہ تو جام و مینا سے کوئی سروکار تھا۔ اور نہ ہی ایسی محفلوں کو یہ اچھا سمجھتا تھا۔

محمد ﷺ مہ خواروں کی دنیا میں رہتے ہوئے بھی ان خرافات سے کوسوں دور تھے، مگر شراب کی بھٹیاں موجود تھیں، لوگ مہ نوشی سے اپنا دامن آلودہ کرتے، مگر محمد ﷺ کا دامن ان آلودگیوں سے ہمیشہ پاک و مبرا رہا۔

مکہ کے قحبہ خانے اپنی سج دھج سے موجود تھے، کنیزیں اور بیسوا عورتیں لوگوں کے جذبات برانگیختہ کرتیں، انہیں دعوت نظارہ دیتیں، اپنی طرف مائل کرتیں، اور لوگ گناہ کے اس اندھے کنوئیں میں گرتے چلے جاتے۔ وہ اسے گناہ نہ سمجھتے تھے بلکہ اسے اپنی بہادری اور عزت کی علامت سمجھتے۔ اس میں گر کے برائیوں اور گناہوں سے لت پت ہو جاتے، نجاست میں گرتے چلے جاتے، مگر ان کا ضمیر انہیں ملامت نہ کرتا۔

وہ اس بات پر تفاخر محسوس کرتے، امیر ہو یا غریب یہاں ننگ و ناموس لٹا کر بھی نازاں رہتا، انہیں ان برائیوں سے روکنے والا کوئی نہ تھا، انہیں اس راستے سے منع کرنے والا کوئی نہ تھا۔ یہاں جنس کا کاروبار عروج پر ہوتا، کوئی جسم فروخت کرتا تو کوئی اس جنس کا خریدار نظر آتا دونوں میں سے کوئی بھی ندامت محسوس نہ کرتا۔

وہ اسے بھی تجارت ہی سمجھتے اور کہتے:

"یہ بھی تجارت ہے، اس میں گناہ کی کیا بات ہے۔"

دلالوں نے اس کاروبار کو تقویت دے رکھی تھی، وہ بڑے فخر سے یہ کام کرتے، وہ مدتوں سے نوجوانوں کو اس گناہ کی دلدل کی طرف آتے دیکھتے۔ انہیں ٹھوکریں کھاتے دیکھتے، شاید ہی مکہ کا کوئی نوجوان اس سے محفوظ رہا ہو۔ انہوں نے لوگوں کو یہاں رات کی سیاہی میں آتے دیکھا، مگر ایک نوجوان تھا۔ جو اس سے مبرا و پاک تھا۔

Marfat.com

جس کا دامن شبنم کی طرح پاکیزہ تھا۔ جس کی حیا و عفت کے لوگ شاہد تھے۔

یہ نوجوان محمد ﷺ تھے، وہ اس منڈی میں بھی نکھری ہوئی چاندنی کی طرح تھے، جن کی پاکبازی کی لوگ قسمیں کھاتے تھے۔ جن کی حیاء عورتوں کو بھی مات کرتی تھی۔ جن کی عفت کی قسمیں اپنے اور غیر سب ہی کھاتے تھے۔ جو اپنے وقت کے پاکباز نوجوان تھے۔

مکہ کے قمار بازی کے اڈے بھی ہمہ وقت سرگرم عمل رہتے۔ جواریوں کی ٹولیاں آتیں، سارا سارا دن بلکہ ساری ساری رات تک جوا کھیلتیں، شرطیں لگتیں، دنگا و فساد ہوتا، کبھی کبھی تو تلواریں نیاموں سے نکل نکل آتیں۔ جیتنے والے نشے کے خمار میں بدمست ہوتے اور ہارنے والے فساد برپا کر دیتے، یہاں نوجوان اور بوڑھے سب ہی چلے آتے تھے۔ جن کی مسیں بھیگی ہیں وہ بھی ہوائے شوق میں چلے آتے۔

اگرچہ قمار بازی عربوں کی نس نس میں رچ بس چکی تھی۔ یہ عربوں کی روحِ حیات تھی۔ جگہ جگہ اس کے اڈے قائم تھے، مگر محمد ﷺ قمار بازی کی ابجد سے بھی واقف نہیں، انہیں یہ سب کچھ ناپسند تھا۔ وہ عربوں پر حیران تھے کہ وہ کن لغویات کا شکار ہو چکے ہیں۔

مکہ میں فرصتِ اوقات گزارنے کے لیے تفریح گاہیں بھی موجود تھیں، جن میں دن کو خوش گپیوں کا تبادلہ کیا جاتا تھا تو رات کو شعر گوئی اور داستان گوئی عروج پر نظر آتی تھی۔ شعر و شاعری اور رقص و سرود کی محفلیں منعقد ہوتی تھیں۔ عیش و نشاط کی یہ محفلیں ہمہ وقت گرم رہتی تھیں۔ ایسی محفلیں عربوں کی جان تھیں۔ وہ پروانہ وار ان محفلوں میں کھنچے چلے آتے ہیں، ہر طرف ہاؤ ہو کا شور سنائی دیتا تھا۔ یہاں ہر عمر کے لوگ آتے تھے۔ امیر و غریب بھی کھنچے چلے آتے تھے۔ مکہ کے رئیس بھی ان محفلوں میں غرق نظر آتے ہیں اور وہ طبقہ بھی جو دن بھر مزدوری کر کے چور چور ہو چکا ہوتا ہے ان محفلوں میں در آتا

Marfat.com

تھا، یہاں بے فکرے اور آزاد منش لوگ ڈیرے ڈالے رکھتے تھے۔لطف اندوز ہوتے تھے۔یہاں دیوی دیوتاؤں کے پجاری بھی نظر آتے ہیں، ہر شخص یہاں چلا آتا تھا، مگر محمد ﷺ ان محفلوں سے کوسوں دور رہتے تھے۔

## ننگ و ناموس سے عاری لوگ

بھرے بازار میں طرح طرح کے فتنے جنم لیتے رہتے، کہیں کسی کی پگڑی اچھالی جارہی ہوتی.تو کہیں آتش انتقام کے شعلوں سے تلواریں مچل مچل اُٹھتی تھیں، عشق و محبت کے فسانے سنائے جاتے تھے۔شیطان نے جگہ جگہ اپنے پھندے پھیلا رکھے تھے،اور لوگ شیطان کے جال میں الجھتے چلے جاتے تھے.نوجوان ہو یا بوڑھا ہر ایک کا دامن داغدار تھا۔احساسِ ندامت مفقود تھا،ضمیر کو تھپکیاں دے دے کر سلا دیا گیا تھا،ننگ و ناموس کے احساس سے عاری تھے۔

یاوہ گوئی اور لغو باتوں سے زبانوں کو آلودہ کیا جاتا تھا۔ ہر نوجوان عشق و محبت کے ہنگاموں میں گرفتار تھا۔نظروں کے تیر چلائے جاتے تھے، دار و گیر اور حسن و عشق کے ہنگامے برپا تھے نازنینوں کی عشوہ طرازیاں عروج پر تھیں.نوجوان ان پھندوں میں الجھتے چلے جاتے تھے۔

## خاندانِ بنوہاشم کے چشم و چراغ

مگر ان میں ایک نوجوان ایسا تھا جس کی آنکھ کبھی اس طرف متوجہ نہیں ہوئی.جس نے کبھی لغویات نہیں کی، یاوہ گوئی سے کام نہیں لیا.اپنی عفت کے دامن کو ان لغویات سے بچا کر رکھا جو ہر ایک گناہ سے مبرا و پاک تھا.جس کے اخلاق کے لوگ گرویدہ تھے۔جس کی دیانت و ایمانداری کی قسمیں کھائی جاتی تھیں.جو اس ماحول میں رہتے ہوئے بھی اس ماحول سے ناآشنا تھا۔جس کی آنکھ نے آج تک برائیوں کی

Marfat.com

طرف نہیں دیکھا۔ جس کا اخلاق اتنا ارفع و اعلیٰ تھا کہ لوگ اسے رشک بھری نگاہوں سے دیکھتے تھے، اس کے شبنم کی طرح پاک دامن کی قسمیں کھائی جاتی تھیں۔ جو اعلیٰ اوصاف کا مالک تھا۔

یہ ہیں آمنہ رضی اللہ عنہا کے لعل، جگر گوشہ عبداللہ، عبدالمطلب کے لاڈلے اور ابو طالب کے چہیتے محمد ﷺ، خاندان بنو ہاشم کے چشم و چراغ، دنیا کے ملجاؤ ماویٰ یہ تھے، جن کے سر پر نبوت کا تاج سجنا تھا، رحمت اللعالمین (ﷺ) کے منصب پر فائز ہونا تھا۔ عفوو درگزر سے کام لینا تھا، صادق و امین کا لقب پانا ہے۔

یہ ہیں وہ محمد ﷺ جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو تخلیق کیا، جس کے لیے یہ زمین و آسمان بنائے، طرح طرح کی نعمتیں پیدا کیں، جو فخر انبیاء ہیں، جو سردار انبیاء ہیں، جو سرورِ کونین ہیں، جو جنت کے سردار ہیں، جو اپنوں اور بے گانوں کو غم کھانے والے ہیں، جو شفقت، محبت اور رحم و کرم کی تصویر ہیں۔

یہ تھے محمد ﷺ جن کی نوجوانی مشعل راہ تھی، جن کا اخلاق کمالِ اوجِ ثریا تھا، جن کے دل میں یتیموں اور مسکینوں کی محبت کے چراغ روشن تھے، جو پوری کائنات کے لیے تڑپتے رہتے تھے۔

یہ وہ تھے جو آنے والے وقتوں میں اپنے دشمنوں سے بھی عفوو درگزر سے کام لینے والے تھے، ان کے لیے بھی دست دعا تھے۔ اپنی امت کے غم خوار تھے، اپنی امت کے شافع تھے، جو ساقی کوثر تھے جن کی شفاعت کے بغیر جنت میں کوئی داخل نہ ہوگا۔

مگر افسوس صد افسوس کہ مکہ کے یہ مکین ان کی عظمت و رفعت سے نا آشنا تھے۔ وہ خدا کے دین سے راہ گم کردہ تھے، جو صراطِ مستقیم سے محروم تھے، جو شرک و بت پرستی کی دلدل میں دھنس چکے تھے، جو پتھر کے بے جان ٹکڑوں کو خدا بنائے بیٹھے تھے۔ ان سے اپنی مرادیں مانگتے تھے۔ کتنے نادان تھے یہ لوگ کہ محمد ﷺ کی عظمت سے نا آشنا تھے۔

Marfat.com

## ربِ کعبہ کی تلاش

محمد ﷺ کوہ بوقبیس پر تشریف فرما تھے۔لوگ خانہ کعبہ کے طواف میں مصروف تھے کچھ نیم برہنہ تھے۔اور کچھ مادر زاد عریاں۔عورتیں بھی تقریباً لباس کی قید سے آزاد تھیں۔عرب اس بات کو معیوب نہ سمجھتے تھے۔وہ فخریہ انداز میں عریاں ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کرتے۔اساف و نائلہ کے بتوں کے آگے سجدہ ریز ہوتے۔اور اسے بھی تفاخر کی علامت سمجھتے۔کفر کی ظلمت چاروں اطراف چھائی ہوئی تھی۔لوگوں کے شعور مردہ ہو چکے تھے۔وہ پتھروں کے بے جان خداؤں کے آگے اپنی پیشانیوں کو رگڑتے، اپنی جبین نیاز ان کے آگے جھکاتے،وہ پتھروں کے ان بے جان ٹکڑوں کو خدا کا درجہ دیتے۔

کفر پوری طرح ان پر غالب آچکا تھا،روشنی کی کوئی کرن بھی نہ ان تک پہنچ پارہی تھی۔چاروں اطراف ظلمت ہی ظلمت تھی۔اندھے اعتقادوں کی چادر تنی ہوئی تھی۔وہ اپنے تراشیدہ ان خداؤں سے اس قدر ڈرتے کہ ان کی گھگھی بند جاتی،ان کے خوف سے ان کے جسم لرزہ براندام ہو جاتے۔ان کی شان میں گستاخی کرنا تو درکنار ایسا سوچنا بھی گناہ کبیرہ سمجھتے۔

لوگ اساف و نائلہ کے آگے سجدہ ریز ہوتے۔کوئی غلاف کعبہ سے چمٹا ہوا ہوتا تو کوئی زم زم کے سامنے۔کچھ لوگ حطیم اور مقام ابراہیم میں موجود تھے۔کہیں قربانیاں کی جارہی تھیں۔تو کہیں مجاور،پجاری اور مہمنت لوگوں کے نذرانے وصول کر کے اپنی جیبوں کو بھاری کر رہے تھے۔یہ سب لوگ اندھے اعتقاد کے خوفناک گڑھے میں گرے ہوئے تھے۔ان سے شعور اور ضمیر کی دولت چھن چکی تھی۔آنکھوں کے سامنے غفلت و سرکشی کے پردے تنے ہوئے تھے۔وہ اپنے معبود حقیقی کو بھول کر پتھروں

Marfat.com

کے آگے سجدہ ریز تھے۔ انہیں خدا کا درجہ دے رکھا تھا. وہ تو خود محتاج تھے۔ جو اپنی مرضی سے جنبش تک نہ کر سکتے تھے۔ وہ جنہیں انسانی ہاتھوں نے خود تراشا تھا۔

وہ ایک خدا کو بھول چکے تھے، اور اپنے لیے ان گنت خدا تراش لیے تھے۔ ہر قبیلہ کا اپنا اپنا خدا تھا۔ کسی سے وہ بارش کے لیے دعا کرتے. کوئی ان کا روزی رساں تھا. کوئی ان کا حاجت روا تھا. کوئی ان کے دکھ درد دور کرتا تھا۔ کوئی انہیں مال مہیا کرتا تھا. کوئی انہیں اولاد کی دولت سے نوازتا تھا، یہ تھیں ان کی سوچیں، انتہائی پست اور گھٹیا سوچیں، عقل وشعور سے عاری لوگ صراط مستقیم کو بھول چکے تھے۔ یہ پتھر کے ٹکڑے جن کی کوئی وقعت نہیں۔ خدا کیسے ہو سکتے تھے۔ خدا تو بس ایک ہے، وہ یکتا و تنہا ہے۔ اس کی نہ کوئی اولاد ہے اور نہ کوئی ساجھی، وہ زمین و آسمان کا اکیلا مالک ہے۔ سورج اسی کے حکم سے مشرق سے طلوع ہوتا ہے، اور اسی کے اشارے پر مغرب میں اپنا مکھڑا چھپا لیتا ہے۔ موسم اس کے تابع فرمان ہیں، ہواؤں کو وہی مقرر کرتا ہے. بادلوں سے وہی مینہ برساتا ہے۔ زمین کے سینے کو چیر کر نباتات، پھل اور سبزیاں وہی پیدا کرتا ہے۔ زمین کے سینے پر پانی کی نہریں اور چشمے وہی بہاتا اور پیدا کرتا ہے۔ ان مویشیوں کا مالک وہی ہے۔ انسان کو عدم سے وجود میں وہی لایا۔ اسے ہر شے کا علم ہے، انسان کے لیے نعمتیں اسی نے پیدا کی ہیں، زندگی اور موت پر وہی قادر ہے، روز جزا کا وہی مالک ہے۔ انسان کو دوبارہ زندہ کرنے کا اختیار بھی اسی کے پاس ہے، انسان اس کی کون کون سی نعمت سے انکار کرے گا. کون کون سی نعمت کو جھٹلائے گا۔

ان سب باتوں کے باوجود وہ کفر کی دلدل میں اپنی گردنوں تک دھنس چکے تھے۔ یہ وہی لوگ تھے، جن کی گردنوں میں طوق ہوں گے، جن کے پیروں میں انگاروں میں جلتے ہوئے جوتے ہوں گے. جن کی کھالیں آتش جہنم میں سلگ سلگ

Marfat.com

اٹھیں گی۔ جو جہنم کا ایندھن بنیں گے جنہیں گرزوں سے پیٹا جائے گا، گرم کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا۔ جن کا ایک ایک لمحہ جہنم کی آگ میں جھلستا ہوا بسر ہوگا، یہی لوگ جہنم کا ایندھن ہیں۔ان پر ہی اللہ کا قہر نازل ہوگا۔

یہ لوگ خدا کو بھول چکے تھے۔ مگر اس کے گھر میں طواف وسعی کرتے، وہ اسی کو حق جانتے۔ وہ پتھر کے ان ٹکڑوں کو خدا مانتے، یا پھر کچھ ایسے تھے جو اللہ کے وجود سے انکاری تو نہ تھے، مگر وہ کہتے تھے کہ یہ بت اللہ سے ان کی قربت کا ذریعہ اس تک پہنچنے کا ایک وسیلہ ہیں، یہ اللہ کے بیٹے اور بیٹیاں ہیں، کتنی غلط سوچ تھی ان کی، کس قدر غفلت کا شکار تھے، یہ لوگ جو برے اور بھلے کی تمیز کرنا نہ جانتے تھے جو حق و باطل کے فرق کو نہ سمجھتے تھے۔

اللہ کی عبادت کی صورتیں کس قدر مسخ ہو چکی تھیں، وہ اللہ کے گھر میں کھل کر شرک کرتے، علی الاعلان شرک کرتے۔ ڈنکے کی چوٹ پر شرک کرتے، انہیں کوئی سمجھانے والا نہ تھا، کوئی سیدھا راستہ دکھانے والا نہ تھا، کوئی اللہ کی واحدانیت کی طرف پکارنے والا نہ تھا، کوئی انہیں آخرت کے عذاب سے آگاہ کرنے والا نہ تھا۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل مکہ کی ان گمراہیوں سے نالاں تھے۔وہ دل میں ان پر کڑھتے، انہیں یہ جہالت وگندگی دیکھ کر کراہت ہوتی، وہ شرک سے کوسوں دور بھاگتے، وہ حیران ہوتے کہ یہ عقل وشعور رکھنے والے لوگ بھی کس قدر پست ہو چکے ہیں کہ پتھر کے ان بے جان ٹکڑوں کو خدا سمجھ کر ان کے آگے اپنی پیشانیوں کو گرد آلود کرتے ہیں، وہ پتھر کی ان مورتیوں سے خوف کھاتے ہیں۔ ان پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے، وہ خوب جانتے ہیں کہ پتھر کے یہ مجسمے، بولنے سمجھنے، چلنے اور سننے کی طاقت سے محروم ہیں، یہ بھلا کسی کو کیا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

Marfat.com

محمد ﷺ کو حج، طواف وسعی اور قیام منیٰ کے لیے بار ہا کہا گیا لیکن آپ ﷺ ان لوگوں کی خرافات کی وجہ سے ان سے ہمیشہ دور رہے۔ انہیں برہنگی سے نفرت تھی، بتوں کے سامنے سر جھکانے سے صاف انکار تھا۔ اور بتوں کے استھانوں پر دی گئی نذر ونیاز اور قربانی کے گوشت سے متنفر تھے۔

محمد ﷺ رب کعبہ کی جستجو میں تھے، وہ اسے پانے کی لگن دل میں بسائے ہوئے تھے، وہ صراط مستقیم کے لیے کوشاں تھے، اسی لیے وہ طواف، سعی اور قیام منیٰ میں خود اپنی مرضی پر عمل کرتے تھے، وہ دوسرے لوگوں کی طرح نہ کرتے تھے۔

محمد ﷺ طواف میں مصروف تھے، ان کی سماعت سے ایک آواز ٹکرائی، انہوں نے دیکھا ایک شخص دیوارِ کعبہ سے ٹیک لگائے کہہ رہا ہے:

''یامعشر قریش! تم میں آج میرے سوا دین ابراہیمی پر کوئی شخص نہیں۔''

محمد ﷺ چونک اٹھے:

''دین ابراہیمی، معمار کعبہ کا دین، یقیناً یہی سچا راستہ ہوسکتا ہے اس کے بغیر رب کعبہ تک رسائی ناممکن ہے۔''

محمد ﷺ بوڑھے کے پاس آکر پوچھنے لگے:

''عم محترم! کیا آپ دین ابراہیمی سے آگاہ ہیں؟''

''ہاں، دین ابراہیمی ان پتھر کے ٹکڑوں کی عبادت کا دین نہیں ہے، وہ تو سچا دین ہے وہ رب کعبہ کی پرستش کرنا سکھاتا ہے۔ وہ شرک سے پاک ہے، مگر افسوس صد افسوس مجھے اس پرستش کا طریقہ نہیں آیا۔''

یہ کہہ کر وہ بوڑھا زمین پر ہتھیلیاں ٹیک کر سجدہ ریز ہوگیا۔ اپنے ان دیکھے خدا

Marfat.com

کے آگے اپنی پیشانی رکھ دی۔ وہ اسے پانے کی جستجو میں مگن تھا۔ سیدھے راستے پر چلنے کے لیے تڑپ رہا تھا، مگر اسے راستہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

وہ بوڑھا سجدہ کرتا ہے، اور پکار پکار کر کہتا ہے:

''اے میرے معبود! اے رب کعبہ، کاش مجھے معلوم ہوتا کہ تیری عبادت کیسے کروں۔ میں ان بتوں سے بیزار ہوں، میرا دل تیری طرف ہی مائل ہے، اے میرے رب میں کیا کروں، کس سے پوچھوں، کیسے تیری عبادت کروں، تو میری رہنمائی فرما۔''

وہ بوڑھا سجدہ سے سر اٹھا کر محمد ﷺ کی طرف دیکھ کر بولا:

''لوگ شرک کی دلدل میں اتر چکے ہیں یہ اصل راستے سے بھٹک گئے ہیں، انہوں نے رب کعبہ کو صاحب اولاد بنالیا ہے، ان کے بیٹے اور بیٹیاں تجویز کرلی ہیں، لیکن میں رب کعبہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں، وہ ان سب سے بے نیاز ہے۔ کاش مجھے اس کی عبادت کا طریقہ معلوم ہوتا تاکہ میں اسے راضی کرسکتا۔''

## معمارِ کعبہ کا دین

محمد ﷺ کو یہ سن کر خوشی محسوس ہوئی، وہ بھی رب کعبہ کی تلاش و جستجو میں تھے، وہ بھی ان بتوں سے بیزار تھے۔ وہ بھی اپنے خدا کو پالینا چاہتے تھے، انہیں اس بوڑھے کی باتوں سے تسکین سی ہوئی۔

یہ بوڑھا زید بن عمرو بن نفیل تھا، جو بتوں کی تحقیر و تذلیل کرتا تھا، لوگوں کو اس کا احساس دلاتا تھا، لیکن صدیوں سے بت پرستی پر جمی ہوئی قوم اس کی باتیں سن کر

Marfat.com

بھڑک اٹھتی تھی۔

زید بن عمرو بن نفیل وہی شخص تھے جو لڑکیوں کو زندہ درگور ہونے سے بچا لیتے تھے، اور جو شخص اپنی بیٹی کے ساتھ ایسا کرنے کا ارادہ رکھتا، اسے کہتے:

''ٹھہر جا، اسے قتل نہ کر، میں اس کے بار کا کفیل ہوں۔''

پھر وہ لڑکی کو لے لیتے، اس کی پرورش کرتے، جب وہ ٹوٹی پھوٹی بات کرنے لگتی تو اس کے باپ سے کہتے:

''اگر تو چاہے تو میں تجھے اس لڑکی کو واپس کر دوں، اگر تو چاہے تو اس کے بارے میں تیری کفالت کروں۔''

عمرو بن زید بن نفیل کی وفات حضور ﷺ کی بعثت سے پانچ سال قبل تعمیر کعبہ کے وقت ہوئی، موت کے وقت کہہ رہے تھے:

''میں دین ابراہیم پر قائم ہوں۔''

آپ کو کوہ حرا کے دامن میں دفن کیا گیا۔

عمرو بن زید بن نفیل کی قوم ان سے عاجز آ چکی تھی، آپ کا چچا خطاب بن نفیل آپ کی پٹائی کرنے سے بھی دریغ نہ کرتا۔ عمرو بن نفیل ان سے عاجز پٹتے جاتے اور درد ناک لہجہ میں یہ اشعار کہتے:

''رب ایک ہونا چاہیے یا سیکڑوں رب بنا لیے جائیں۔ میں ایسے مذہب پر کیسے چلوں، جبکہ مسائل حیات کئی معبودوں میں بانٹ دیے گئے ہیں۔

میں نے لات عزیٰ سب کو ترک کر دیا ہے، اور مضبوط اور صبر کیش شخصیات ہی ایسا کرتی ہیں۔ سو تم اللہ ہی کے تقویٰ کی حفاظت کرو۔

Marfat.com

جب تک اس صفت کو قائم رکھو گے کبھی گھاٹے میں نہ پڑو گے۔

مگر ہاں، اب میں رب رحمن کا عبادت گزار ہوں تاکہ وہ بخشش

فرمانے والا آقا میرے گناہوں کو معاف کردے۔"

زید بن عمرو بن نفیل معمارِ کعبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر قائم تھے، وہ سچے اور معبودِ حقوقی کی تلاش میں تھے، اسے پالینا چاہتے تھے۔ اسی کی عبادت کرنا چاہتے تھے مگر حق کا راستہ ابھی ہنوز ان کی نگاہوں سے پوشیدہ تھا۔ اس راستے کو پالینے کی تڑپ ان کے دل میں موجود تھی۔ مگر کیسے؟ یہ بات ان کی عقل سے ماورا تھی۔

زید بن عمرو بن نفیل کے علاوہ ورقہ بن نوفل، عثمان بن حارث اور عبید بن جحش دین ابراہیمی کے متلاشی تھے۔ شرک کی ظلمت میں یہ چار جگنو تھے، جو اپنی مشعلیں لیے تلاش راہ حق میں سرگرداں تھے، ان کی آپس میں ملاقاتیں بھی ہوتی رہتی تھیں، لیکن رب کعبہ کی رسائی کی راہ ابھی تک دور اور مستور تھی۔ شرک کے غبار میں منزل کا نشان نہ تھا، وہ نشان منزل کے تعین کے لیے ہمہ وقت کوشاں و سرگرداں رہتے، اپنے حقیقی معبود کی تلاش و جستجو میں تھے۔ وہ رب جو اس تمام کائنات کا خالق و مالک تھا۔ جو تمام ذی روح کو رزق فراہم کرتا تھا۔ جس کے قبضۂ قدرت میں موت و حیات تھی۔ جو ہواؤں پر قادر تھا۔ جو بارش کا حاکم تھا۔ جو جن و انس کا معبود تھا، جس نے اس کائنات میں زندگی کو رواں دواں کیا تھا، جو جنت و دوزخ کا مالک تھا۔

مگر اس مالک تک کیسے پہنچا جائے، اسے کیسے تلاش کیا جائے، اس کی عبادت کیسے کی جائے، اس کی نعمتوں کا شکر کیسے ادا کیا جائے، آخر کوئی تو راستہ ہوگا، اس معبود تک رسائی کا وہ راستہ ہے کہاں، اسے کیسے تلاش کیا جائے، وہ اس بات کا شعور و ادراک نہ رکھتے تھے۔

Marfat.com

اسی تلاش و جستجو میں عبید بن جحش اور ورقہ بن نوفل تو عیسائی ہو گئے، کیونکہ یہ دونوں عمر رسیدہ تھے، لیکن محمد ﷺ تو جوان تھے، انہیں بھی دین ابراہیمی کی جستجو تھی وہ بھی اس مالک و خالق کا شکر ادا کرنا چاہتے تھے، انہیں پتھر کے ان خداؤں سے سخت نفرت تھی، جنہیں قریش مکہ اپنا خدا بنا بیٹھے تھے اور انہی کو اپنا حاجت روا سمجھتے تھے۔ انہی سے اپنی مرادیں مانگتے تھے۔

ہر طرف کفر و شرک کی جہالت تھی، ہر طرف ظلمت کا راج تھا، پورا معاشرہ جہالت میں غرق ہو چکا تھا۔ ہر طرف تاریکی ہی تاریکی تھی۔ روشنی کی کوئی کرن نظر نہ آ رہی تھی۔

❀❀❀

Marfat.com

# فکرِ معاش

## محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجارت

اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمر کے اس حصہ میں پہنچ چکے تھے۔ جب معاشی جدو جہد کے دروازے کھولنے پڑتے ہیں۔ قریش فطرتاً تجارت پسند تھے، مکہ تو وادی غیر ذی زرع تھا، اس لیے قریش کے تمام خاندان بڑے بڑے سرمائی یا گرمائی سفروں پر قافلہ کی شکل میں جاتے، ہر شخص کا مال تجارت، سرمایہ یا وہ خود بطور محافظ کے اس میں شریک ہوتا۔

قیاس ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد نے جو سرمایہ چھوڑا تھا وہ اسی طرح شریک تجارت تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جوان ہوئے تو معیشت کا یہی دروازہ کھٹکھٹایا۔ ان دنوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف تجارتی میلوں میں شرکت کی غرض سے نجد، یمن، بحرین اور شام کے سفر کیے۔ ہر بار دیانت، امانت، معاملہ فہمی اور خوش اسلوبی سے کام انجام دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بازار عکاظ میں بھی تجارت کرتے تھے۔ یہاں لاکھوں کا کاروبار ہوتا تھا، مکہ کی کھالیں، کھجوریں اور ایسی ہی کئی چیزیں دکانوں پر سجی رہتیں۔ شام اور یمن کے برتن، پارچہ جات، سونا چاندی، اسلحہ اور اناج بھی ڈھیروں میں موجود ہوتا، یہاں خرید و فروخت زوروں پر ہوتی۔

اس بازار میں حکیم بن حزام کی دکان تھی۔ یہیں حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ بھی نظر آتے، اور ابولہب بھی رقم گننے اور مال فروخت کرنے میں محو ہوتا۔ عتبہ بن ربیعہ بھی سج دھج سے اپنی دکان پر بیٹھا ہوتا۔ قریش کے نامور تاجر اپنی اپنی دکانیں سجائے بیٹھتے۔

Marfat.com

یہاں لوگ دور دراز سے خرید و فروخت کے لیے آتے۔ اسی بازار میں محمد ﷺ بھی کاروبار کرتے، اس وقت وہ بائیس سال کے خوبرو جوان تھے، ہمیشہ صاف ستھرے لباس میں مستعد نظر آتے، آپ ﷺ گاہکوں کو مال کی خوبیاں بتانے پر ہی اکتفا نہ کرتے بلکہ اگر مال میں کوئی خرابی ہوتی تو اسے بھی صاف صاف بتاتے۔

محمد ﷺ کو جھوٹ سے سخت نفرت تھی۔ وہ دوسرے دکانداروں کی طرح محض پیسہ کمانے میں مصروف نہ رہتے، بلکہ انہیں اپنے پیسوں سے زیادہ گاہک کا مفاد عزیز ہوتا۔ محمد ﷺ زبان کے سچے اور سودے کے کھرے تھے، ان کی زبان میں بلا کی مٹھاس پائی جاتی تھی۔ ہمیشہ نرم لہجے میں گفتگو فرماتے، گاہک مطمئن ہو کر سودا خریدتا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ ﷺ کا سامان ہمیشہ جلد فروخت ہو جاتا، دوسرے دکانداروں کے کاروبار کا زیادہ دارومدار سودی لین دین پر تھا۔ انہیں اصل سے زیادہ سود عزیز تھا، اور وہ منافع بھی بہت زیادہ کماتے۔

اس بھرے بازار میں صرف ایک تاجر ایسا تھا جسے سود سے نفرت تھی، سود کا نام لینا بھی اسے گوارہ نہ تھا۔ جو سود سے کوسوں دور تھا، جبکہ محمد ﷺ کے چچا سود کی وجہ سے لکھ پتی ہو گئے تھے۔

محمد ﷺ کو تجارت کرتے ہوئے کئی سال ہو چکے تھے۔ اب وہ صادق اور امین کے نام سے مشہور تھے، مگر اس کے باوجود ان کا سرمایہ اپنے چچاؤں کے مقابلے میں بہت کم تھا، حالانکہ ان کا مال بہت زیادہ اور جلد ہی فروخت ہو جاتا تھا، پھر سرمایہ کی قلت کیوں؟

ان کے چچا حمزہ، عباس اور ابولہب لکھ پتی ہو چکے تھے، دولت ان پر ہن کی طرح برس رہی تھی، اور وہ دونوں ہاتھوں سے روپیہ سمیٹ رہے تھے۔ پھر کیا بات تھی کہ محمد ﷺ ہنوز بے زر تہی دست تھے۔

Marfat.com

## عتبہ کی حیرت

بنی مخزوم کے ولید بن مغیرہ اور ہشام ترقی کرتے کرتے بہت بڑے سرمایہ دار بن چکے تھے۔ بنو امیہ کے عفان بن ابو العاص اور ابوسفیان بن حرب کی دولت کا کوئی شمار نہ تھا۔ عبد شمس کے عتبہ اور شیبہ لاکھوں میں کھیل رہے تھے۔ بنی تمیم کے ابو قحافہ اور ان کے بیٹے ابوبکر کی دکانیں چمک اٹھی تھیں، لیکن محمد ﷺ کے ہاں دولت کی ریل پیل نہ تھی حالانکہ گاہک خریداری کے لیے سب سے پہلے ان کے پاس آتے تھے۔

لوگ چہ میگوئیاں کرتے، آخر ایک دن عتبہ، محمد ﷺ کے پیچھے روانہ ہو گیا، وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ آخر محمد ﷺ کیا کرتے ہیں۔ وہ روزانہ تھیلیاں بھر بھر کر لے جاتے ہیں وہ تھیلیاں کیا ہوئیں۔ ان تھیلیوں میں کیا ہوتا ہے۔ ایک تجسس تھا جو اس کے دل میں کروٹیں لے رہا تھا۔ آخر ایک دن وہ دبے پاؤں محمد ﷺ کے تعاقب میں چل ہی پڑا۔ اس نے دیکھا لیا تھا کہ محمد ﷺ کے ہاتھ میں اناج اور سکوں کی چھوٹی چھوٹی تھیلیاں ہیں، کسی میں اناج تھا تو کسی میں دن بھر کے منافع کی رقم تھی۔

محمد ﷺ چلتے ہوئے ایک مکان کے قریب رکے، دروازہ کھٹکھٹانے پر ایک بڑھیا باہر نکلی، عتبہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا بے ساختہ اس کے لب ہلے:

"او وہ یہ تو قیس کا گھر ہے جو حرب فجار میں ہلاک ہو گیا تھا یہاں تو اس کے چھوٹے چھوٹے بچے اور بوڑھی ماں رہتی ہے۔"

محمد ﷺ نے ان میں ایک تھیلی اس بڑھیا کو دی۔

اب محمد ﷺ آگے بڑھے۔

محمد ﷺ چلتے ہوئے ایک گلی میں داخل ہوئے، اس گلی میں ایک بوڑھا اپاہج رہتا تھا۔ محمد ﷺ نے ایک دروازے کے قریب رک کر دستک دی، کچھ دیر بعد

Marfat.com

دروازہ کھلا اور ایک اپاہج بوڑھا باہر نکلا۔ محمد ﷺ کو دیکھتے ہی اس کی آنکھوں میں چمک عود آئی تھی۔ اس بوڑھے کی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں، چہرے کی ہڈیاں بھوک کی وجہ سے ابھر آئی تھیں، چہرہ زرد ہو رہا تھا اور ہاتھوں میں رعشہ تھا۔

عتبہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ محمد ﷺ نے مصافحہ کرنے کے بعد ایک ہتھیلی اس کی طرف بڑھا دی۔ بوڑھے نے محمد ﷺ کو دعائیں دیں۔ اب محمد ﷺ آگے چل دیے۔ کچھ دور جانے کے بعد ایک چوک سے آگے گزرے، یہاں چند بچے کھیل رہے تھے۔ دھول سے ان کے چہرے اور لباس آلودہ ہو چکے تھے۔ وہ محمد ﷺ کو دیکھتے ہی لپکے، کوئی ان کی ٹانگوں سے چمٹ گیا کسی نے عبا کا دامن تھام لیا تھا، محمد ﷺ کو دیکھتے ہی بچوں کے چہرے کھل اٹھے تھے۔

عتبہ حیرت سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہے۔ یہ سب تو مفلس وقلاش والدین کی اولاد تھے۔ جو انہیں دو وقت کی روٹی بھی مشکل سے دے سکتے تھے۔

محمد ﷺ کسی بچے کو چوم رہے تھے، کسی کے گال تھپتھپا رہے تھے تو کسی کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیر رہے تھے۔ عتبہ کو ہمیشہ سے ایسے بچوں سے گھن آتی تھی، مگر محمد ﷺ تو ان پر بڑی شفقت نچھاور کر رہے تھے۔ پھر انہوں نے سب بچوں میں باری باری تھیلیاں تقسیم کیں، بچے شور مچاتے ہوئے اپنے اپنے گھروں کو بھاگ گئے۔

محمد ﷺ کا چہرہ بچوں کو خوش دیکھ کر دمک اٹھا، اور لبوں پر ایک دلآویز مسکراہٹ آ گئی، عتبہ کی زبان گنگ ہو چکی تھی، وہ کوئی بات کیے بغیر آگے بڑھ گیا۔

”اوہ! تو یہ بات ہے محمد (ﷺ) ان غریبوں میں اپنی دولت لٹاتا پھر رہا ہے۔ اپنی محنت کی کمائی کو ان لوگوں پر خرچ کر رہا ہے، شکر ہے کہ ابو طالب کا بھتیجا دولت کی قدر نہیں جانتا، وہ بے

Marfat.com

دریغ اپنی دولت کو سنگریزوں کی طرح لٹا رہا ہے، بیواؤں اور یتیموں پر خرچ کر رہا ہے۔ اگر وہ یہ سب کچھ نہ کرتا تو بے شک آج وہ مکہ کا سب سے زیادہ مالدار آدمی ہوتا۔ اس کی دولت کا کوئی حساب نہ ہوتا، اور یہ نوعمری میں بہت زیادہ مالدار ہوتا۔"

محمد ﷺ کا دل تو دوسروں کے لیے دھڑکتا تھا، انہیں دولت سے پیار نہ تھا، انہیں تو انسانوں سے محبت تھی۔ وہ دوسروں کے دکھ درد میں شریک ہوتے ان کی مدد کرتے۔

## ایفائے عہد

عبداللہ ابن ابی الحمساء بیان کرتے ہیں:

"میں نے آپ ﷺ سے تجارتی معاہدہ کیا، بات طے نہ ہونے پائی تھی کہ مجھے ایک ضروری کام یاد آیا، میں نے آپ ﷺ سے کہا:

"آپ (ﷺ) یہیں ٹھہریں میں ابھی آتا ہوں۔"

کاروبار کی مصروفیات بعض اوقات انسان کو اس قدر محو کر دیتی ہیں کہ وہ اپنے گردوپیش سے بے خبر ہو جاتا ہے، میں بھی اس کیفیت سے دوچار ہو گیا، مجھے محمد (ﷺ) سے کیے ہوئے وعدہ کا خیال تک نہ رہا، اس واقعہ کو یکسر بھول گیا، اور اس عالم میں تین دن گزر گئے، ایک روز ذرا فراغت ہوئی تو کتاب ماضی کے اوراق الٹنے لگے اور مجھے یاد آ گیا، میں چونک اٹھا:

"میں نے محمد (ﷺ) سے سودا کیا تھا، کچھ دیر بعد واپس آنے کا وعدہ کر کے چلا آیا تھا، آج تین دن گزر چکے ہیں، میں اس کو

Marfat.com

بالکل ہی بھول گیا ہوں۔"

یہ سوچ کر میں بازارعکاظ کی طرف روانہ ہوا، میری رفتار میں تیزی آگئی، مقررہ جگہ پر جا کر دیکھا تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بدستور وہاں موجود تھے۔ ندامت سے میرا سر جھک گیا، پیشانی عرق آلودہ ہوگئی، میں نے آگے بڑھ کر ایک مجرم کی طرح کہا:

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مجھے بے حد افسوس ہے میں وقت پر نہ پہنچ سکا، دراصل میں اس معاملہ کو یکسر بھول چکا تھا۔ مجھے معاف کردو۔"

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملائمت سے فرمایا:

"عبداللہ! تم نے مجھے بڑی تکلیف دی، میں اس مقام پر تین دن سے موجود ہوں اور تمہارے انتظار میں ہوں۔"

عبداللہ کا سر جھک گیا، اور بمشکل تمام اس نے کہا:

"پیارے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم کتنے اچھے ہو، لوگ سچ کہتے ہیں، تم واقعی امین اور صادق ہو۔"

عبداللہ، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کا نقیب بن چکا تھا، اور یہ آواز کوچہ و بازار سے نکل کر دور دور تک پھیل گئی۔

## الصادق الامین

قیس بن السائب مخزومی کہتے ہیں:

"میں نے زمانہ جاہلیت میں محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہتر ساتھی، ساجھی کوئی نہیں پایا، اگر ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مال تجارت لے کر جاتے تو واپسی پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارا استقبال کرتے اور خیر و عافیت

Marfat.com

پوچھ کر چلے جاتے، بعد میں جب ہم حساب دیتے تو اس پر قطعی تکرار یا حجت نہ فرماتے، ہم جو کہتے اس کو مان لیتے۔ دوسرے شرکائے تجارت پہلے نفع ونقصان کی بات کرتے، مال ومنال پر اصرار کرتے۔"

"اس کے برعکس اگر آپ ﷺ تجارتی سفر سے لوٹتے تو جب تک پائی پائی بے باک نہ کرتے گھر کی راہ نہ لیتے۔ مال خرید کر لاتے تو ہمارے حوالے کرتے۔"

"اہل وعیال کی خیریت دریافت کرتے۔"

سائب ابن ابی سائب ایک اور شریک تجارت فتح مکہ کے موقع پر ایمان لانے کی غرض سے حاضر ہوئے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان کی تعریف کی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"میں ان کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔"

سائب نے بھی آپ ﷺ کے معاملہ کے صاف تاجر کی حیثیت سے تصدیق کی۔ قریش کے ایک بڑے سوداگر حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ بھی آپ ﷺ کے شریک کاروبار تھے۔ وہ کبھی کبھی تجارتی سفر میں آپ ﷺ کے ساتھ ہوتے۔ وہ شروع ہی سے آپ ﷺ کی کاروباری صداقت وامانت کے بڑے گرویدہ تھے۔ آپ ﷺ کے حسن معاملہ کی دور دور تک شہرت تھی۔ لوگ آپ ﷺ کے ساتھ تجارت میں شرکت خوشی سے قبول کرتے۔ راست بازی اور صفائی معاملہ کی وجہ سے آپ ﷺ "الامین" کے لقب سے یاد کیے جاتے۔

Marfat.com

## خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مالِ تجارت

شہر کی گنجان آبادی میں زیادہ تر تاجر اور امراء سکونت پذیر تھے۔ان کے مکانات دوسروں سے عمدہ، خوبصورت اور کشادہ تھے۔ دولت کی ریل پیل تھی، اس لیے لونڈی اور غلاموں کی بھی کثرت تھی۔اسی آبادی میں ایک بلند و بالا حویلی سب سے بڑھ کر اپنی الگ ہی شان دکھارہی تھی۔

یہ حویلی مکہ کی سب سے مالدار خاتون خدیجہ بن خویلد رضی اللہ عنہا کی تھی۔حضرت خدیجہ بن خویلد (رضی اللہ عنہا) کے ہاں دولت کی فراوانی تھی، اس حویلی کے اندر گھوڑوں کے لیے اصطبل اور اونٹوں کے لیے شتر خانے تھے۔جن میں لا تعداد اونٹ، گدھے اور گھوڑے موجود تھے۔اسی حویلی میں لاتعداد گودام تھے۔جو اجناس سے بھرے ہوئے تھے۔

حویلی میں ہر طرف گہما گہمی تھی۔حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال تجارت مختلف قافلوں کی صورت میں جاتا، اور ڈھیروں منافع کما کر واپس آتا۔دولت کی اس کثرت کے باوجود ان کی زندگی تنہا تھی۔ یکے بعد دیگرے ان کے دو خاوند انہیں داغ مفارقت دے چکے تھے۔

خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ایک کامیاب تاجرہ ہونے کے ساتھ ساتھ مکارم اخلاق کا پیکر جمیل تھیں۔عفت و پاکدامنی کے باعث اس عہد جاہلیت میں بھی ''طاہرہ'' کے لقب سے پکاری جاتی تھیں۔ رحمدلی، غریب پروری اور سخاوت آپ کی امتیازی خصوصیات تھیں۔اہل مکہ کے تجارتی وفد میں آپ کا مال تجارت آپ کے ملازموں اور نمائندوں کی سپردگی میں بیرون ملک جاتا رہتا۔

اس بار شام کے لیے آپ کے قافلہ تجارت کی تیاری شروع ہوئی، انہوں نے اپنے غلام میسرہ کو بلوا بھیجا، اس وقت وہ آپ کے حضور مؤدب کھڑا تھا۔

Marfat.com

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے میسرہ سے پوچھا:

''شام کی طرف جانے والا قافلہ کب روانہ ہوگا؟''

میسرہ نے جواب دیا:

''مالکن حضور، ہفتہ عشرہ تک روانہ ہو جائے گا۔''

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا:

''تم نے سامان تجارت فراہم کرلیا ہے؟''

میسرہ انتہائی وفادار غلام تھا، اس نے کہا:

''مالکن آپ فکر نہ کریں، میں نے ساری تیاریاں مکمل کرلی ہیں، یہاں سے جو مال شام جائے گا وہ بھی تیار ہے، اور شام میں جس مال کی خریداری کرنا ہے، میں نے اس کی فہرست بنا رکھی ہے، بس قافلہ روانہ ہونے کی دیر ہے۔''

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے میسرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کچھ سوچتے ہوئے کہا:

''میسرہ میرا خیال ہے اس بار تمہارے ساتھ کسی نمائندے کو بھیجوں، تم اس بارے میں کیا کہتے ہو؟''

میسرہ تو اپنی مالکن کا وفادار تھا، اس نے جواب دیا:

''جیسے آپ کی مرضی۔''

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

''میں کافی عرصہ سے ابو طالب کی بھتیجے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے متعلق سن رہی ہوں، اس کی دیانت اور امانت کا شہرہ دور دور تک پہنچ چکا ہے۔ لوگ انہیں صادق اور امین کے لقب سے پکارتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ وہ بہتر رہے گا۔''

Marfat.com

میسرہ نے کہا:

''مالکن آپ درست کہہ رہی ہیں۔ وہ ایک کامیاب تاجر ہیں، ہمیشہ سچی اور کھری بات کہنے کے عادی ہیں، اور انہوں نے منافع بھی ہمیشہ دوسروں سے زیادہ کمایا ہے، ان کی شیریں گفتاری اور اعلیٰ اخلاق کے سبب لوگ ان کے گرویدہ ہیں۔''

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

''میں چاہتی ہوں اس بار انہیں مال تجارت دے کر تمہارے ساتھ ملک شام روانہ کروں، تم کیا مشورہ دیتے ہو؟''

''میسرہ بھی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گرویدہ تھا، فوراً بول اٹھا:

''میں آپ کی بات سے اتفاق کرتا ہوں، ہمیں ایسے ہی امانتدار اور دیانتدار شخص کی ضرورت تھی، اب ہمیں اس معاملے میں تاخیر سے کام نہیں لینا چاہیے۔''

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

''تم جاؤ اور انہیں میرا پیغام پہنچا دو، اگر وہ رضامند ہو جائیں تو انہیں میرے پاس لے آؤ تاکہ اس سلسلہ میں بات پکی کر لی جائے۔''

میسرہ سر ہلاتے ہوئے وہاں سے چلا گیا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بنی مخزوم کی معزز فرد اور تاجرہ تھیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح عتیق بن عائذ بن عبداللہ مخزومی سے ہوا، لیکن عتیق جلد ہی راہی ملک عدم ہوئے، اس پاکباز خاتون کے لیے بڑے بڑے سرداروں نے شادی کی درخواست کی، لیکن آپ کے والد خویلد بن اسد نے بنی تمیم کے ایک شریف

Marfat.com

نوجوان ابو ہالہ بن زراہ سے آپ کا بیاہ کر دیا، جن سے ہالہ، حارث اور ہند تین بیٹے پیدا ہوئے، لیکن ابو ہالہ بھی جلد ہی داغ مفارقت دے گئے اور یہ معزز خاتون دوبارہ بیوہ ہوگئیں۔ ابھی وہ اس صدمہ سے سنبھل بھی نہ پائی تھیں کہ آپ کے والد بھی انتقال کر گئے، اور وہ دوہرے غم میں مبتلا ہوگئیں۔

رفیق حیات کی موت کا غم کیا کم تھا کہ یہ پاکباز خاتون اس کو بھلا دیتی لیکن باپ کی موت نے اس زخم کو اور گہرا کر دیا۔ اس لیے طبیعت پر سنجیدگی چھا گئی، اس لیے باوجود اچھی صحت اور مناسب عمر ہونے کے انہوں نے شادی کے ہر پیغام کو ٹھکرا دیا، اور اپنی توجہ شادی کی بجائے، بیواؤں، یتیموں اور محتاجوں کی دستگیری کی طرف مبذول کر دی، ان کی پاکدامنی اور شفقت کی وجہ سے لوگ انہیں طاہرہ کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ وہ اپنا مال تجارت میں لگاتیں۔ اس سے جو منافع ہوتا وہ اس منافع کا بیشتر حصہ مساکین کی امداد پر خرچ کر دیتیں۔

میسرہ ان کا وفادار اور زیرک غلام تھا، جو تجارت کرنے والے ملازمین اور نمائندوں کی نگرانی کرتا۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی مال تجارت شام لے کر جایا کرتے تھے، کبھی وہ یمن کا چکر لگاتے۔ وہ بھی اپنے منافع کا زیادہ حصہ غربا، مساکین، بیواؤں اور یتیموں پر خرچ کرتے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امانت اور دیانت کا شہرہ اس پاکباز خاتون نے کئی بار سنا تھا، اور اب ان کا ارادہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کا مال تجارت لے کر شام جائیں، اسی لیے انہوں نے مشورہ کے لیے میسرہ کو طلب کیا تھا۔

خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنی کنیزوں سے بات چیت میں مصروف تھیں کہ میسرہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی اطلاع دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اندر بلایا گیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو خدیجہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا، ایک باوقار اور خوبصورت نوجوان نہایت صاف ستھرے لباس

Marfat.com

میں ملبوس آرہا ہے۔ چہرے پر متانت وسنجیدگی تھی، پیشانی سے ایک نور ہویدا ہو رہا تھا۔ چال میں وقار تھی، چہرے پر حیا کے آثار تھے۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام کے بعد گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا:

''آپ نے مجھے یاد کیا ہے۔''

خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا:

''ہاں! میں چاہتی ہوں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرا مال تجارت لے کر ملک شام جائیں، اور وہاں سے ضروری سامان خرید کر مکہ آئیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اس کا معقول معاوضہ دیا جائے گا، اور معاوضہ بھی دوسروں سے زیادہ ملے گا، میں نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی دیانت و امانت کا شہرہ سن رکھا ہے، مجھے عرصے سے ایسے ہی کسی شخص کی تلاش تھی، آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذہانت و فطانت کے لوگ قائل ہیں اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تجارت کے اصولوں سے بھی لوگ آگاہ ہیں۔''

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتہائی متانت سے جواب دیا:

''مجھے منظور ہے۔ یہ میرے لیے باعث مسرت ہے کہ میں آپ جیسی خاتون کا مال تجارت لے کر جاؤں۔''

خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

''آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ میرا غلام میسرہ بھی رہنمائی کے لیے موجود ہوگا۔''

پھر وہ اپنے غلام میسرہ سے مخاطب ہوئیں:

''تم ان (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ جاؤ گے اب تیاری شروع کردو تاکہ قافلہ اپنے وقت پر روانہ ہو سکے، اور ہاں تم ان (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا خاص

Marfat.com

خیال رکھنا انہیں سفر میں کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔“

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا محمد ﷺ کی شیریں بیانی سے بے حد متاثر ہوئی تھیں۔اس عمر میں حیا، شیرینی، شرات، وقار، متانت، انہوں نے یہ باتیں آج تک کسی نمائندے میں نہ پائی تھیں۔یہ نوجوان کس قدر نفاست پسند، سادہ اور فہیم تھا۔

❀❀❀❀

Marfat.com

# شام کا تجارتی سفر

## حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تجارت میں شرکت

جب حضور ﷺ کی عمر مبارک پچیس سال ہوئی تو آپ ﷺ کا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوا، اس ضمن میں روایت میں آتا ہے:

''حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد ایک شریف اور پاکباز مالدار خاتون تھیں۔ اپنا مال تجارت دے کر لوگوں کو بھیجتیں، تجارت میں شرکت بھی کر لیتیں اور شرکاء کے لیے ایک حصہ مقرر کر دیتیں، خود قریش کے لوگ بھی تجارت کیا کرتے تھے۔ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو محمد ﷺ کی سچائی، دیانت داری اور امانت داری کی خبر ہوئی تو انہوں نے آپ ﷺ کو بلوا بھیجا اور درخواست کی:

''آپ ﷺ میرا مال تجارت لے کر میرے غلام میسرہ کے ساتھ تشریف لے جائیں۔ آپ ﷺ کو دوسرے تاجروں سے زیادہ معاوضہ دوں گی۔''

حضور ﷺ نے ابو طالب کے مشورہ سے اس بات کو قبول فرمالیا. چنانچہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے غلام میسرہ اور ایک رشتہ دار خزیمہ بن حکیم کو آپ ﷺ کی خدمت کے لیے ساتھ کر دیا۔ خزیمہ کی اس سفر کے دوران حضور ﷺ سے بہت زیادہ محبت ہوگئی، و،

Marfat.com

آپ ﷺ کو بہت دوست رکھتا تھا، اور سفر کے دوران ایک لمحہ کے لیے بھی وہ حضور ﷺ کو خود سے دور نہ رکھتا تھا۔ شام کے اس سفرِ تجارت میں اس نے حضور ﷺ سے بہت سی خلافِ عادات چیزیں مشاہدہ کیں۔ یہ دیکھ کر اس کی محبت میں اضافہ ہوتا گیا۔

اس دلچسپ تاریخی سفر کے پس منظر سے متعلق تین مختلف روایات موجود ہیں۔

ایک روایت تو یہ ہے:

(۱) جب ابو طالب نے سنا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنی تجارت میں معاوضہ پر شرکت کے لیے کسی معقول، محنتی، دیانتدار اور شریف تاجر کی تلاش میں ہیں، تو انہوں نے فوراً اپنے بھتیجے محمد ﷺ سے کہا:

"ہمارے پاس تو اپنے کاروبار کے لیے سرمایہ موجود نہیں ہے، اس لیے تم اس نیک تاجر خاتون سے ملو، ممکن ہے کہ ان سے تمہارا کاروباری معاملہ طے پا جائے۔"

چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے چچا کے مشورہ پر عمل کیا اور کامیاب ہو گئے۔

دوسری روایت یوں ہے:

(۲) ابو طالب نے حضور ﷺ سے فرمایا:

"اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کاروباری بات چیت کروں؟"

آپ ﷺ رضامند ہو گئے، ابو طالب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے اور ان سے کہا:

"آپ دوسروں کو دو اونٹوں کے معاوضہ پر اجیر مقرر کرتی ہیں، اگر آپ میرے بھتیجے کو اجرت کی شرط پر مالِ تجارت دے کر سفر

Marfat.com

پر بھیجنا چاہیں تو میں اس کے لیے چار اونٹوں سے کم معاوضہ پر راضی نہ ہوں گا۔“

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فوراً رضامندی ظاہر کر دی، چنانچہ ابوطالب گھر لوٹے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا:

”حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) نے رضامندی ظاہر کر دی ہے۔ یہ سلسلہ معاش ہے، جس کا بندوبست خدا نے تمہارے لیے گھر بیٹھے کر دیا ہے۔“

تیسری روایت زیادہ معروف اور مستند ہے وہ یہ ہے:

(۳) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت، دیانت اور کاروباری محاسن کا شہرہ سن رکھا تھا۔ انہوں نے خود ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلوا بھیجا اور درخواست کی:

”آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرا مال تجارت لے کر بطور میر کارواں شام جائیں، میں دوسرے تاجروں کو جتنا معاوضہ دیتی ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے زیادہ معاوضہ دوں گی۔“

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چچا سے صلاح و مشورہ کرنے کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی پیشکش قبول فرمالی۔“

## عظیم میر کارواں

سفر کا پروگرام طے پا گیا، سامان تجارت اونٹوں پر لاد دیا گیا، ایک عظیم میر کارواں کی قیادت میں یہ تاریخی قافلہ شام کی جانب رواں دواں ہوا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے وفادار ملازم میسرہ اور اپنے عزیز خزیمہ بن حکیم کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ روانہ کر دیا۔ میسرہ ان کا ایک خاص وفادار، معتمد اور ذہین غلام تھا۔

Marfat.com

خزیمہ بن حکیم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے قریبی عزیز تھے۔حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے یہ دونوں خصوصی معتمد آپ ﷺ کی خدمت اور دیکھ بھال کے لیے قافلہ کے ساتھ بھیج دیے گئے،انہیں یہ بھی تاکید تھی:

''دوران سفر اور منزل مقصود پر پہنچ کر بھی تمام کاروباری لین دین پر کڑی نگاہ رکھیں اور مکہ واپس پہنچنے پر مکمل روداد پیش کریں۔''

ان دونوں نے سارے سفر کے دوران نگرانی اور مشاہدہ کے فرائض کمال احتیاط اور ہنر مندی سے انجام دیے۔حضور ﷺ کے قرب سے نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں آپ ﷺ کے بلند اخلاق و کردار کے معترف ہو گئے،یہاں تک کہ انہیں حضور ﷺ سے اس قدر انس وعقیدت پیدا ہوگئی کہ وہ پل بھر بھی آپ ﷺ سے جدا نہ ہوتے تھے۔ دونوں آپ ﷺ کی دیکھ بھال اور آرام و آسائش کا ہر لمحہ خیال رکھتے تھے۔شرکت سفر کے مختلف مراحل میں حضور ﷺ کی مسلسل رفاقت وصحبت سے انہیں آپ ﷺ سے حقیقی محبت ہو چکی تھی۔

یہ تجارتی قافلہ اس راستے سے گزرا جس سے حضور ﷺ اپنے چچا ابو طالب کے ہمراہ آج سے بارہ برس پہلے گزرے تھے۔آپ ﷺ نے ایک بار پھر وادی القریٰ، سرزمین مدین اور دیار ثمود دیکھے،ان مشہور مقامات کو ایک بار پھر ان کے تاریخی تناظر میں دیکھنے سے آپ ﷺ کے دل و دماغ کی اتھاہ گہرائیوں میں دبے ہوئے خیالات کے وہ تمام نقوش ابھر آئے جو پہلے سفر میں آپ ﷺ کے سامنے آئے تھے۔

آپ ﷺ کو مختلف مذاہب اور مسالک کے لوگوں سے ملنے جلنے کا مزید اتفاق ہوا۔ ان لوگوں سے مذہب، زندگی، روحانیت، عبادت اور آخرت ایسے موضوعات پر بحث و مباحثہ ہوتے رہے۔ان مذاکرت میں آپ ﷺ نے دوسروں کی باتیں غور سے سننے کے ساتھ ساتھ اپنے موقف بھی کھل کر پیش کیے،ایسے مشاہدات،

Marfat.com

تجربات، مذاکرات اور مباحث بھی آپ ﷺ کے لیے بے حد مسرت اور طمانیت کے ساماں فراہم کرتے رہے۔ ان سے میسرہ، خزیمہ اور کارواں کے دیگر شرکاء بھی خوب محظوظ و مستفید ہوئے۔

## سفرِ شام کے دلچسپ واقعات

شام کے اس تاریخی سفر کے واقعات بھی بے حد دلچسپ اور خیال افروز ہیں۔

راستے میں ایک جگہ قافلے کے دو اونٹ بہت زیاد تھک کر بدحال ہو گئے اور سفر کرنے سے عاجز آ گئے، ان اونٹوں کی حالت اس قدر خراب تھی کہ وہ سفر کرنے کے قابل نہ تھے۔ میسرہ نے اس بات کی اطلاع حضور ﷺ کو دی۔ آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک اونٹوں کے منہ پر رکھے اور ان کے لیے دعا فرمائی۔

دیکھتے ہی دیکھتے ان دونوں اونٹوں میں اس قدر ہمت اور چستی آ گئی کہ وہ قافلے کے باقی اونٹوں سے تیز ہو گئے اور آگے آگے چلنے لگے۔ تمام کارواں یہ دیکھ کر ششدر رہ گیا۔

خزیمہ اور میسرہ کو یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی، انہوں نے اسے حضور ﷺ کی برکت سمجھا اور آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے:

''محمد (ﷺ) کی شان بڑی اونچی ہے۔''

خزیمہ اور میسرہ نے یہ بھی مشاہدہ کیا کہ جب دوپہر کے وقت دھوپ تیز ہو جاتی اور حدت بڑھ جاتی تو دو فرشتے آپ ﷺ پر سایہ کرتے چلے جاتے، اور یوں آپ ﷺ ان کی چھاؤں میں دھوپ سے بالکل محفوظ رہتے۔

اس طرح ایک اور معجزہ بھی اس سفر میں دیکھنے میں آیا۔

آپ ﷺ تھوڑے سے کھانے کو اپنے دست مبارک سے چھوتے تو اس

Marfat.com

میں اللہ تعالیٰ بڑی برکت نازل فرما دیتے، اور وہ کھانا کئی لوگوں کے لیے کفایت کرتا۔

قافلہ چلتا ہوا بصریٰ اور شام کی سرحد پر پہنچا، اس نے بحیرہ راہب کے کلیسا کے قریب قیام کیا، درخت کے نیچے ڈیرے ڈال دیے۔ جہاں حضور ﷺ پہلے شامی سفر میں اترے تھے۔

بحیرا راہب کا انتقال ہو چکا تھا، اور اس کی جگہ اس کا نائب نسطورا کام کر رہا تھا۔

آپ ﷺ کلیسا کے سامنے پرانے درخت کے نیچے اترے، یہ سرسبز و شاداب درخت اب بالکل سوکھا ہوا تھا۔ جونہی آپ ﷺ اس درخت کے نیچے آئے، وہ درخت سرسبز و شاداب ہو گیا، اس پر پھل لگ گئے، اس درخت کے گرداگرد زمین پر بھی سبزہ اگ آیا تھا۔

## نسطورا راہب کی شہادت

نسطورا راہب کلیسا کی چھت پر بیٹھا یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ وہ یہ دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا، وہ بھاگتا ہوا حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچا اور کہنے لگا:

"میں آپ (ﷺ) کو لات و عزیٰ کی قسم دیتا ہوں، بتائیے آپ (ﷺ) کا نام کیا ہے؟"

آپ ﷺ نے فرمایا:

"دور ہٹو مجھ سے! کیونکہ عربوں کی گفتگو میں مجھ پر یہی بات سب سے زیادہ مکروہ اور ناگوار ہے۔"

نسطورا اپنے ہاتھ میں ایک مقدس کتاب تھامے ہوئے تھا۔ وہ کبھی حضور ﷺ کی طرف دیکھتا اور کبھی کتاب کی طرف۔

وہ کہتا جاتا تھا:

Marfat.com

''قسم ہے اس خدا کی! جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل فرمائی، یہ وہی نبی آخر الزماں (ﷺ) ہیں جن کی بشارت کتب مقدسہ میں موجود ہے۔''

خزیمہ بن حکیم یہ سب باتیں بڑے غور سے سن رہا تھا۔ اس نے سمجھا کہ شاید یہ راہب حضور ﷺ کے ساتھ کوئی مکر کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ اس نے تلوار کھینچ لی، اور قافلے میں موجود لوگوں کو آواز دے کر پکارا۔

قافلے میں موجود قریش خزیمہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے پوچھا:

''اے خزیمہ! کیا بات ہے؟''

خزیمہ نے راہب کی شکایت کی، اس پر تمام اہل قافلہ راہب کی طرف لپکا، راہب نسطورا ڈر کر کلیسا میں آگیا، اور اندر سے دروازہ بند کر لیا، پھر کلیسا کی چھت پر چڑھا اور پکار کر کہنے لگا:

''اے قافلے والو! کیوں مجھ سے ڈرتے ہو، خدا کی قسم میرے نزدیک کوئی قافلہ تم سے زیادہ پیارا اس جگہ پر نہیں اترا، اور میں اس مقدس کتاب میں اسی طرح لکھا ہوا دیکھتا ہوں کہ جس شخص نے اس درخت کے نیچے قیام کیا ہے، وہ اللہ کا رسول اور خاتم الانبیاء (ﷺ) ہے، جو شخص اس کی فرمانبرداری کرے گا نجات پائے گا اور جو شخص آپ ﷺ سے دشمنی کرے گا وہ ہلاکت میں پڑے گا۔''

یہ باتیں کر کے نسطورا راہب نے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کو آواز دے کر قریب بلایا اور ان سے پوچھا:

''تجھے ان سے کس قسم کی نسبت ہے۔''

Marfat.com

حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''میں ان (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا خدمت گار ہوں۔''

پھر حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ نے اونٹوں کا عاجز رہ جانا، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک چھونے کی برکت سے قوت حاصل کرنا بتایا تو راہب نے کہا:

''اے خزیمہ (رضی اللہ عنہ)! میں ایک راز تیرے سپرد کرتا ہوں، مجھے امید ہے کہ تم اسے پوشیدہ رکھو گے۔''

حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

'مجھے قبول ہے۔''

اس پر نسطورا نے کہا:

''اس مقدس کتاب میں اس طرح لکھا ہوا ہے کہ یہ شخص تمام شہروں پر قبضہ حاصل کرلے گا، اور تمام لوگوں پر فتح حاصل کرے گا، اور کوئی بھی شخص ان (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بزرگی کی انتہا کو نہیں جانتا۔ اے خزیمہ (رضی اللہ عنہ)! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ان کے بہت سے دشمن ہیں، اور ان کے زیادہ تر دشمن یہودی ہیں۔''

جب حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ نے راہب سے یہ باتیں سنیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں آئے اور کہا:

''میں چند صفات آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں دیکھتا ہوں، جو دوسروں میں نہیں ہیں، مجھے یقین ہے کہ جو پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تہامہ میں مبعوث ہوں گے، وہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہی ہیں، میں لوگوں کو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے عجیب محبت کرتے دیکھتا ہوں، میں بھی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دوست کو دوست رکھتا ہوں، اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دشمن کو دشمن

Marfat.com

خیال کرتا ہوں، میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تصدیق کرتا ہوں اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا مددگار ہوں، جب آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا معاملہ ظاہر ہوگا تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت اقدس میں حاضری دوں گا۔''

## نسطورا راہب کی وصیت

روایت میں آتا ہے کہ فتح مکہ کے بعد حضرت خزیمہ بن حکیم رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔

اسی طرح نسطورا راہب نے میسرہ غلام کو بھی بلایا، اور اس سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعض نشانیاں پوچھیں، اور ایک ایک سوال کا ان سے جواب سنا۔

میسرہ نے راہب کو بہت سی باتیں بتائیں، جو اس سفر کے دوران اس نے مشاہدہ کی تھیں۔ مثلاً پرندوں کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک پر سایہ فگن ہونا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک کی برکت سے کھانے میں برکت ہونا۔

یہ سن کر نسطورا راہب نے کہا:

''میں بڑی مدت سے ان (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے انتظار میں یہاں پر وقت گزار رہا ہوں۔ اب اے میسرہ! تجھے وصیت کرتا ہوں کہ ان سے جدا نہ ہونا، اور اس سفر میں ان کے ساتھ رہنا، اور شام مت جانا کیونکہ وہاں پر ان (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دشمن بہت زیادہ ہیں۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ نبی آخر الزماں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں کاش کہ میں ان (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے زمانہ بعثت کے وقت زندہ رہوں، اور ان (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کروں۔''

Marfat.com

## یہ آخری نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں!

اسی سفر کے دوران ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک یہودی سے معاملہ کرنے لگے، اس معاملہ میں بحث شروع ہوگئی، یہودی کہنے لگا:

''میں تجھے لات وعزیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ تیری سچائی کا علم ہو جائے۔''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''میں ہرگز لات وعزیٰ کی قسم نہیں کھاؤں گا، کیونکہ میں ان سے زیادہ کسی اور کو دشمن نہیں سمجھتا، جب میں ان کے پاس سے گزرتا ہوں تو اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہوں۔''

یہودی نے کہا:

''تمہاری بات ٹھیک ہی ہے۔''

اس کے بعد اس یہودی نے میسرہ سے علیحدگی میں کہا:

''اے میسرہ! خدا کی قسم! تمہارا یہ ساتھی آخری نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے۔''

میسرہ اور حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ نے اسی کام میں مصلحت دیکھی کہ سامان تجارت کو بصریٰ میں فروخت کر دیں، اور شام کی طرف روانگی کو موقوف کر دیں۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا مالِ تجارت بصریٰ میں فروخت کیا، اور دوسروں سے دوگنا منافع حاصل ہوا، اہل قافلہ کو بھی ان کی برکت سے خاصا فائدہ ہوا، پھر مکہ مکرمہ کی طرف واپسی کا سفر شروع ہوگیا۔

میسرہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہی تھا، روایات میں آتا ہے:

''جب دوپہر کا وقت ہوتا، اور گرمی شدت اختیار کر جاتی تو میسرہ دیکھا کرتا کہ دھوپ سے بچاؤ کے لیے دو فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سایہ

Marfat.com

کیے رہتے تھے، اور آپ ﷺ اونٹ پر بیٹھے چلے جاتے تھے۔"

جب آپ ﷺ کی سواری مکہ مکرمہ میں داخل ہوئی تو دو پہر کا وقت تھا، اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنی سہیلیوں کے ہمراہ اپنے گھر کے بالا خانہ میں بیٹھی تھیں، انہوں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کے سر مبارک پر دو فرشتے سایہ فگن ہیں۔

حضور ﷺ تجارت کے اس سفر میں بہت زیادہ منافع کما کر واپس ہوئے، اور جو مال وہاں سے خرید کر لائے، اس کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فروخت کیا تو اس سے دوگنا یا اس کے قریب ہو گیا، اس کامیاب سفر سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بہت خوش اور متاثر ہوئیں۔

❀❀❀❀

Marfat.com

# صاحب خلق عظیم

مکہ سے شام ایک ماہ کی مسافت پر ہے۔قافلے کو گئے تقریباً اڑھائی ماہ گزر چکے تھے۔ایک دن ڈھلے ابھی تھوڑی دیر گزری تھی۔حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنی حویلی کے بالاخانہ میں آئیں، اور شام کی طرف جانے والی رہگزر کی طرف لاشعوری طور پر نظریں گاڑیں۔انہیں دور سے ایک شتر سوار آتا دکھائی دیا۔وہ ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگیں۔اونٹ کی رفتار بہت تیز تھی۔سوار نہایت مضبوطی سے اس پر جما بیٹھا تھا۔جوں جوں سوار قریب آتا جارہا تھا۔حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا شک یقین میں تبدیل ہوتا گیا۔

''اوہ! یہ تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں ان کا چہرہ طویل سفر کے باوجود کس قدر پرسکون اور شگفتہ دکھائی دے رہا ہے۔سفر کی تھکان کا شائبہ نہیں۔''

وہ بالاخانہ سے نیچے اتر آئیں۔اتنے میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی پہنچ گئے۔انہوں نے اونٹ کو شتر خانہ میں بٹھایا، اور ایک کنیز کے ذریعے اپنی آمد کی اطلاع اندر بھجوائی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اس دوران خود ہی اِدھر آپہنچیں۔

''آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آگئے۔''

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا:

''ہاں، اللہ کا شکر ہے کہ قافلہ بھی بخیر و عافیت واپس آرہا ہے۔بس ابھی کچھ ہی دم میں پہنچنے والا ہے۔''

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

Marfat.com

"آپ (ﷺ) کچھ دیر سستا لیں، پھر آپ ﷺ کو گھر جانے کی اجازت ہوگی۔"

یہ کہہ کر انہوں نے کنیز کو شربت لانے کو کہا۔ کچھ ہی دیر میں کنیز شربت لے کر حاضر ہوگئی۔ حضور ﷺ نے دائیں ہاتھ سے کٹورا تھام کر بسم اللہ کہہ کر شربت پینا شروع کیا۔ وہ تھوڑا تھوڑا وقفہ دے کر شربت پی رہے تھے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے اس باوقار انداز سے بے حد متاثر ہوئیں شربت پی چکنے کے بعد محمد ﷺ نے کہا:

"اگر آپ کہیں تو خرید و فروخت کا حساب ابھی پیش کر دوں۔"

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

"نہیں، اتنی جلدی کی کوئی بات نہیں، پہلے آپ (ﷺ) اپنے عزیزوں سے مل لیں، وہ آپ (ﷺ) کے لیے فراشِ راہ ہیں۔"

محمد ﷺ تشکر کے بعد اپنے گھر کی طرف چل دیے۔

سہ پہر ہونے کو تھی کہ میسرہ قافلہ لے کر پہنچ گیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لونڈی اور غلام اپنی مالکن کے حکم پر قافلہ کے استقبال کے لیے کھلے میدان میں جمع ہو گئے، اونٹوں کی ایک قطار قافلہ سے جدا ہو کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی حویلی کی طرف آ رہی تھی۔ ان پر سامان لدا ہوا تھا سامنے والے اونٹ پر میسرہ سوار تھا۔ اونٹوں کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی حویلی کے سامنے بٹھا دیا گیا، لونڈی اور غلام اونٹوں سے سامان اتار کر گوداموں میں تہ در تہ لگانے لگے۔

غروب آفتاب سے پہلے پہلے تمام سامان گوداموں میں منتقل کر دیا گیا، اور اونٹ شتر خانہ میں داخل کر دیے گئے۔

Marfat.com

## فہم وفراست کے پیکر

شام گہری ہو چکی تھی، گھر پہنچ کر میسرہ کی تھکن بھی شگفتگی میں بدل چکی تھی۔ اب وہ چاق و چوبند دکھائی دے رہا تھا۔ وہ ستانے اور کھانے سے فارغ ہو کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور مودبانہ سلام عرض کرنے کے بعد کہنے لگا:

''مالکن مبارک ہو، قافلہ بخیر و عافیت پہنچ چکا ہے۔''

یہ کہہ کر میسرہ چٹائی پر بیٹھ گیا۔

پھر میسرہ کہنے لگا:

''مالکن مجھے مدتوں سے آپ کی خدمت کا شرف حاصل ہے، اور اس عرصہ میں طرح طرح کے گماشتوں، ملازموں اور تجار، گاہکوں اور انسانوں سے واسطہ پڑا ہے، میں نے اس سفر میں عجیب و غریب مشاہدات کا لطف اٹھایا ہے گوناگوں تجربات اپنے دامن میں سمیٹے ہیں۔ فیوض و برکات کے نظارے دیکھے ہیں۔ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی رفاقت میں جو کچھ دیکھا ہے، وہ بہت ہی عجیب تر ہے، میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو سفر میں بے حد پرسکون دیکھا ہے، تھکن کے آثار ان (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے چہرے پر کبھی ہویدا نہیں ہوئے۔ ہمیشہ ان (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے چہرے پر ایک شگفتگی دیکھی ہے۔ ایک وقار دیکھا ہے، ایک جلال دیکھا ہے۔ وہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حزن وملال سے مبرا ہیں، ان (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دل اندوہ و فکر سے پاک ہے، انہوں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے گاہکوں کے جھگڑوں میں ہمیشہ حلم و بردباری کا ثبوت دیا ہے۔ ان (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خاموشی

Marfat.com

میں وقار اور گفتگو میں دلکشی ہے۔ ان (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی باتیں شیریں کی طرح ہیں جو دل میں اتر جاتی ہیں، بات کرتے ہیں تو اک لطف کا احساس ہوتا ہے۔ میں نے سفر وحضر میں لوگوں کو مذاق کرتے دیکھا ہے، قہقہے لگاتے دیکھا ہے مگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ہمیشہ خاموش اور پرسکون دیکھا ہے۔ انہوں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے لبوں سے کبھی کوئی فضول بات نہیں نکالی۔ ہمیشہ بروقت و برمحل گفتگو کی ہے وہ فہم وفراست کے پیکر ہیں۔ لوگ ان (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو صادق امین کے نام سے پکارتے ہیں۔

میں نے ستاروں کو ان (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی دید کا مشتاق پایا ہے، چاند کو ان (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے بے قرار دیکھا ہے، وہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جس اونٹ پر سوار ہوتے ہیں، اس کی رفتار بڑھ جاتی ہے۔ جو سودا کرتے ہیں اس میں دوسروں سے زیادہ منافع ہوتا ہے، ان (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، سونے اور جاگنے میں ایک وقار ہے۔ ایسی بات میں نے کسی اور میں نہیں دیکھی، ان (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تدبیر میں پہاڑوں کی رفعت اور ان کی سوچ میں صحراؤں کی وسعت اور کردار میں گل تر کی نفاست ہے۔ آپ اپنی تجارت آئندہ کے لیے ان (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حوالے کر دیں، کاروبار چمک اٹھے گا۔"

میسرہ یہ کہہ کر خاموش ہو گیا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بچے اور کنیزیں دم سادھے میسرہ کی باتیں سن رہے تھے۔

اس سکوت کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے توڑا:

Marfat.com

''محمد (ﷺ) بہت خوبیوں کے مالک ہیں، اب تم ان (ﷺ) کے ساتھ یمن جانے کی تیاری کرو۔ نئے چاند کے پہلے عشرہ میں روانگی ہوگی۔''

میسرہ نے کہا:

''آپ کا حکم سر آنکھوں پر، اگر اجازت ہو تو ایک نہایت دلچسپ واقعہ بیان کروں۔''

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بے قرار ہو گئیں اور کہہ اٹھیں:

''ہاں...... ہاں...... فوراً بیان کرو۔''

میسرہ نے کہا:

''جب ہم بصریٰ پہنچے اور ایک درخت کے سایہ تلے ٹھہرے تو اس کلیسا کے راہب نسطورا نے مجھے بلا کر پوچھا:

''یہ کون ہیں؟''

میں نے کہا:

''بنو ہاشم کے گھرانے کے ایک شریف النفس انسان ہیں۔''

نسطورا نے کہا:

''اس درخت کے نیچے نبی کے سوا کوئی نہیں ٹھہرتا۔''

''پھر اس نے مجھ سے محمد (ﷺ) کی آنکھوں کی سرخی کے بارے میں پوچھا اور جب میں نے بتایا:

''ان (ﷺ) کی آنکھوں میں سرخ ڈورے ہمیشہ موجود رہتے ہیں۔''

تو وہ بولا:

''یقیناً یہ (ﷺ) نبی آخر الزمان (ﷺ) ہیں۔''

Marfat.com

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حیرت سے میسرہ کی باتیں سن رہی تھیں۔

دوسرے دن محمد ﷺ تشریف لائے خرید و فروخت کا حساب دیا۔ اور اپنا معاوضہ لے کر رخصت ہونے لگے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

"یا محمد (ﷺ)! اب آپ (ﷺ) یمن جانے کے لیے تیار رہیں۔ اگلے چاند کے پہلے عشرہ میں روانگی ہوگی۔"

## نہالِ تمنا

وہ منظر جو آنکھوں سے دیکھا۔ وہ حالات جو میسرہ سے سنے۔ ایک بیوہ کی زندگی میں نہال تمنا نے سر اٹھایا۔ تمنا تڑپ بن گئی۔ اس دولت مند بیوہ کو عرب کے کئی نامور رئیسوں نے پیام دیا تھا۔ پے در پے حوادث نے زندگی بدمزہ کر دی تھی۔ باپ خویلد بن اسد نے بہترین تجارتی کاروبار اور بہت کچھ نقد و جنس چھوڑا تھا۔ انہوں نے بھی تجارت جاری رکھی۔ اجرت یا شراکت پر تاجروں کے ہمراہ اپنا مال تجارت بھی روانہ کرتیں۔ اوائل میں مشہور عیسائی عالم اور چچازاد بھائی ورقہ ابن نوفل سے منسوب تھیں لیکن بیاہ نہ ہو سکا۔

ان کا پہلا نکاح پندرہ سال کی عمر میں عتیق بن عائذ مخزومی سے ہوا۔ ان سے ایک بیٹی پیدا ہوئیں، یہ بھی ایمان لائیں۔ آپ رضی اللہ عنہا اکیس سال کی عمر میں بیوہ ہو گئیں، تو دوسرا نکاح ہند بن بناش سے ہوا، جو ابو ہالہ کے نام سے مشہور تھے۔ ان سے تین بچے ہالہ، ہند اور طاہرہ ہوئے جو حضور ﷺ پر ایمان لائے، یہ شوہر بھی انتقال کر گئے۔

ان پیہم حادثات نے دل برداشتہ کر دیا۔ دولت کے ساتھ ساتھ اللہ نے حسن، سلیقہ عفت اور ذہانت بھی عطا کی تھی۔ اس بگڑے معاشرے میں بھی "طاہرہ" کے لقب سے مشہور تھیں۔

برسوں کے بعد اس ستودہ صفات، خوش خصال نے الصادق اور الامین ﷺ

Marfat.com

کو دیکھا تو دل کی مرجھائی ہوئی کلی پھر کھلنے لگی۔ آخر خود ہی اپنی ایک سہیلی نفیسہ بن منیہ کے ذریعے آپ ﷺ کی خدمت میں پاکیزہ تمناؤں کا پیام بھیجا۔ ہر کوئی جانتا تھا کہ یہ وہ ہستی ہے، جس کے جذبات کا بے قابو ہونا درکنار ان ﷺ کے خیال کا دامن بھی آلودگیوں کو نہ چھوا تھا۔ جوانی شبنم کی طرح کثافتوں سے مبرا تھی۔

## ذاتی اثاثہ صدق وصفا

محمد ﷺ سامان تجارت لے کر شام اور یمن جاتے اور ہر بار پہلے سے چند در چند منافع لے کر لوٹتے۔ ان کے تجارتی قافلوں نے مکہ میں ہلچل مچا دی تھیں۔ میسرہ کے کام میں اضافہ ہوگیا تھا، زید گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹانے لگا تھا۔ محمد ﷺ کا معاوضہ بڑھ جانے کی وجہ سے ابوطالب کے رزق میں کشادگی آگئی تھی۔

محمد ﷺ مکہ کے محتاجوں، مسکینوں، یتیموں اور بیواؤں کو نہیں بھولے تھے۔ وہ ان کی دل کھول کر امداد کرتے۔ ان کے دکھ درد میں شریک ہوتے، پہلے سے کہیں زیادہ ان کی دستگیری فرماتے۔ محمد ﷺ کا ذاتی اثاثہ نقد وجنس کے بجائے صدق وصفا تھا۔

انہیں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا کاروبار سنبھالے دو برس گزر چکے تھے۔ ان کی عمر پچیس برس تھی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا چالیس برس کی تھیں۔

جب سے محمد ﷺ ان کے کاروبار میں شریک ہوئے تھے، وہ اکثر ان کے متعلق سوچتیں اور پھر خود ہی مسکرا دیتیں۔

## احساس تنہائی

محمد ﷺ کے آجانے سے ان کے کاروبار کو فروغ حاصل ہوا تھا، کاروبار دن بدن بڑھنے لگا تھا۔ دولت کی پہلے سے کہیں زیادہ ریل پیل تھی۔ مصروفیات بڑھ چکی تھیں، چاہیے تو یہ تھا کہ وہ خوش ہوتیں، مگر عتیق اور ابوہالہ کی تصویریں ہر وقت انہیں چشم

Marfat.com

تصور میں دکھائی دیتیں. وہ اور زیادہ مغموم ہو جاتیں. اس سے پیشتر تو یوں کبھی نہ ہوا تھا۔ وہ اس سے پیشتر انہیں کبھی یوں کثرت سے یاد نہ آئے تھے۔ اب احساس تنہائی شدت اختیار کرتا جا رہا تھا۔ زندگی میں ایک خلاء پیدا ہو گیا تھا۔

ان کے لخت جگر ان کی آنکھوں کے سامنے تھے۔ دولت کی فراوانی تھی. مکہ سے باہر بھی لوگ انہیں طاہرہ کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ عزت و احترام ان کے لیے موجود تھا۔

وہ اداس و مغموم بیٹھی تھیں کہ ان کی سہیلی نفیسہ بنت منبہ آ گئیں. وہ انہیں یوں اداس دیکھ کر بولیں:

''خیر تو ہے آج آپ بہت اداس اور مغموم ہیں۔''

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے مختصر سا جواب دیا:

''کوئی خاص بات نہیں۔''

''کوئی بات ہے تو جو آپ کے دل کے اندر چھپی بیٹھی ہے، میں نے آپ کو یوں غور و فکر میں ڈوبے پہلے کبھی نہیں دیکھا. ضرور کوئی غیر معمولی بات ہے۔''

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نفیسہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

''کوئی خاص بات نہیں. یوں تو اللہ کا دیا میرے پاس سب کچھ موجود ہے. مگر پھر بھی زندگی میں ایک خلا سا محسوس کرتی ہوں. یوں جیسے بھری دنیا میں تنہا ہوں. کوئی پرسان حال نہ ہو. اب مجھے مال و دولت سے کوئی دلچسپی نہیں رہی۔''

نفیسہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا:

''بہن! عورت فطرتاً کمزور ہے. وہ ہمیشہ کسی نہ کسی سہارے کی

Marfat.com

تلاش میں رہتی ہے. جو حصار کی طرح اسے اپنے دامن میں چھپالے. یہ درست ہے کہ دولت بڑی چیز ہے مگر دولت سے خوشیاں نہیں خریدی جاسکتیں۔ اللہ نے عورت اور مرد کو ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم قرار دیا ہے۔ اگر ایک جزو کی بھی کمی ہو جائے تو زندگی ویران اور پھیکی ہو جاتی ہے. تنہائی کا احساس شدت اختیار کر جاتا ہے. پھر زندگی میں خلا کا محسوس کرنا کوئی عجیب بات نہیں ہے. اگر آپ محسوس نہ کریں تو ایک بات کہوں۔"

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نفیسہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

"ہاں......ہاں......کہو. اس میں برا ماننے کی کیا بات ہے. تم تو میری عزیز ترین سہیلی ہو۔"

نفیسہ نے کہا:

"آپ شادی کر لیجئے. آپ کی ویران زندگی میں بہار آجائے گی۔"

اس سے پہلے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کوئی جواب دیتیں کہ اتنے میں میسرہ اندر داخل ہوا، اور دست بستہ عرض کیا:

"مالکن! یمن جانے والا قافلہ تیار کھڑا ہے، محمد (ﷺ) بھی آگئے ہیں، آپ اجازت دیں تو ہم روانہ ہو جائیں۔"

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اسے اجازت دیتے ہوئے کہا:

"جاؤ، خدا تمہارا حامی و ناصر ہو۔"

Marfat.com

# شہرِ مکہ کی قابل فخر خاتون

صفیہ رضی اللہ عنہا بنت عبدالمطلب کی شادی حارث بن حرب بن امیہ سے ہو چکی تھی، لیکن ان کا جلد ہی انتقال ہو جانے کی وجہ سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا جوانی میں ہی بیوہ ہو گئیں۔ ان کے والد عبدالمطلب نے بھی اپنی باحوصلہ اور قابل فخر بیٹی کی بیوگی سے پیشتر ہی وفات پائی تھی۔ اس لیے اب وہ میکے میں اپنی ماں کے پاس رہتی تھیں، کیونکہ جوان تھیں اور نہایت معزز گھرانے کی خاتون تھیں۔ اس لیے مختلف جگہوں سے شادی کے پیغام آنے لگے لیکن ان کی ماں نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عوام بن خویلد کا رشتہ پسند کیا۔ عوام اور اس کا بھائی نوفل دونوں اپنے باپ خویلد کے کاروبار میں شریک تھے۔ جن کی تجارت کا سلسلہ دُور دُور تک پھیلا ہوا تھا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی شادی عوام سے ہو گئی، اور وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بھاوج بن کر اس گھر میں آ گئیں۔

محمد ﷺ یمن کے تجارتی سفر سے واپس آ گئے۔ میسرہ نے اور کئی دلچسپ باتیں اپنی مالکن کو بتائیں۔ جس سے ان کی عظمت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دل کی گہرائیوں تک نقش ہو گئی۔

محمد ﷺ کی زندگی اب تک کھلی ہوئی کتاب کی مانند حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سامنے تھی۔ جس میں حسن و جمال کی رعنائیاں تھیں، اخلاق و سیرت کے نقش و نگار تھے، کردار کی خوشنما تحریر تھی، کام کی لگن کے نقشے تھے، مقصد کی رفعت کا رنگ تھا، جس کا ہر باب دلپذیر ہر صفحہ دلکش، ہر سطر دلنشین اور ہر عنوان دلفریب تھا۔ یہ وہ کتاب ناطق تھی

Marfat.com

جس میں کھوٹ اور فریب کا شائبہ تک نہ تھا۔ جس کی عبارت جہالت کی تاریکیوں میں نور کی کرن تھی۔ جس کے الفاظ میں مٹھاس اور گھلاوٹ تھی۔ جس میں قاری کے لیے پیام راحت تھا۔ مسافر کے لیے منزل کی نشاندہی تھی۔ اس میں دوست کے لیے اخلاص کی مہک تھی یہ ایسی کتاب تھی جو دشمن کے لیے امن و آشتی کا آئینہ تھی۔ سرکشوں کے لیے عصائے موسیٰ اور غمزدوں کے لیے مرہم عیسیٰ تھی۔ محتاجوں، مسکینوں، بیواؤں اور یتیموں کے لیے پارس تھی۔ اس کا ہر عنوان بلاشبہ خالق اکبر کا شاہکار تھا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اس کتاب کے ایک ایک باب اور ایک ایک عنوان میں کھو گئیں۔ اس کا ایک ایک حرف اور ایک ایک صفحہ انہیں پکار پکار کر کہہ رہا تھا:

"اے پاکباز خاتون! لوگ آپ کو طاہرہ کہتے ہیں، اور محمد ﷺ صادق و امین ہیں۔ آپ کے شوق اور محمد ﷺ کے ذوق میں یکسانی اور ہم آہنگی ہے۔ آپ کی اداسی کو محمد ﷺ کی رفاقت شادابی میں تبدیل کر سکتی ہے۔ یہ محمد ﷺ ہی کا نور ہے جو آپ کی تنہائیوں کو راحتوں سے منور کر سکتا ہے۔ آپ اگر اپنی زندگی میں خلا محسوس کرتی ہیں تو جناب محمد ﷺ کو ہمسفر بنائیے۔ ان خلاؤں میں فرحت و انبساط کی کلیاں مہک اٹھیں گی۔

اے شہر مکہ کی قابل فخر خاتون۔ اس میں سوچنے کی کون سی بات ہے۔ محمد ﷺ کے انتظار میں کائنات کا ذرہ ذرہ صدیوں سے بے قرار رہا ہے۔ اسے آپ پر رشک ہے جو اس روح کائنات سے محوِ تکلم ہیں۔ اب اظہار مدعا آپ کی طرف سے ہوگا۔ ذرا ہمت کیجئے اور اپنی بے کیف زندگی کی داستان ان (ﷺ) سے کہہ دیجئے۔ امنگوں کے چراغ جل اٹھیں گے۔ بہار کی ہوائیں چل پڑیں

Marfat.com

گی. مسرت کے پھول کھلیں گے. راحت کی خوشبو پھیلے گی. اور جب آپ کا نشیمن جنت ارضی بن جائے گا تو مکہ سے کوثر و تسنیم کی موجیں امنڈ کر ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گی۔ اولاد آدم کی روحیں کب سے کرب و اذیت میں تڑپ رہی ہیں۔ آپ ان کی چارہ سازی کے لیے محمد ﷺ کی رفیقہ بن جائیے۔ پھر دودھ اور شہد کی نہریں بہہ نکلیں گی. اور مشرق سے مغرب تک بنی نوع انسان کی سیرابی کا سامان ہمیشہ کے لیے مکمل ہو جائے گا۔

دیکھئے۔ فطرت خود اس کی منتظر ہے۔ آپ اس کی مشکل کشائی کیجئے۔"

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ابو ہالہ کی موت کے بعد دوسری شادی کے متعلق کبھی سوچا تک نہ تھا۔ ان کی تمام تر توجہ تجارت پر مرکوز تھی۔ وہ خوشحال زندگی بسر کر رہی تھیں۔ دولت کی ریل پیل نے انہیں ہر قسم کے تفکرات سے بے نیاز کر دیا تھا۔ اس لیے جذبات پر سنجیدگی کی برف نے تہیں جما دی تھیں۔ ان کے لیے زندگی میں اب کوئی دلچسپی نہ رہی تھی, لیکن جناب محمد ﷺ کا نور کچھ اس طرح چمکا کہ یہ برف آہستہ آہستہ پگھلتی گئی، اور اس کی تہوں کے نیچے محبت کے کنول کھلنے لگے۔ محمد ﷺ سے دلچسپی بڑھتی گئی۔ زندگی با مقصد محسوس ہوئی۔ ویرانی میں شادابی کا دیپ جگمگا اٹھا۔ دنیا پہلے سے کہیں زیادہ حسین نظر آنے لگی۔ سوچ کے سوتے پھوٹ پڑے، اور انہوں نے ایک روز نہایت سنجیدگی سے اس انقلاب کا جائزہ لینا چاہا, لیکن کسی فیصلہ پر نہ پہنچ سکیں، اور ترجمان فطرت نے انہیں یوں پریشان دیکھ کر کہا:

"اے پاکباز خاتون۔ بے شک محمد ﷺ کا نہ باپ ہے نہ ماں. نہ بھائی ہے نہ بہن۔ وہ اس بھری دنیا میں بالکل یکہ و تنہا ہیں، لیکن آپ نے دیکھا کہ مکہ کا ہر متنفس انہیں اپنا سمجھتا ہے۔ ان سے

Marfat.com

محبت کرتا ہے۔ وہ ایسے در یتیم ﷺ ہیں جس کی آب وتاب کے سامنے سب لعل و گوہر ہیچ ہیں۔ اگر اس گھر میں ان کا اُجالا ہو جائے تو کائنات کا ذرہ ذرہ آپ کے قدم چوم لے گا۔

اے شہر مکہ کی معزز ترین خاتون۔ آج محمد ﷺ کے پاس مال وزر کی کمی ہے۔ لیکن راحت تو مال وزر سے نہیں خریدی جا سکتی۔ اگر دولت ہی خوشیوں کا پیغام لاتی ہے تو آپ اس قدر مال دار ہونے کے باوجود کیوں بے چین اور مضطرب ہیں۔ محمد ﷺ نے دولت کو قابل اعتنا سمجھا ہی کب ہے۔ وہ تو اسے دوسروں کے لیے کماتے اور پھر یوں تقسیم کر دیتے ہیں۔ گویا درہم و دینار نہیں سنگریزے ہیں۔

سچ پوچھیے تو سب سے بڑی دولت خود محمد ﷺ کی رفاقت ہے، اور اگر وہ نصیب ہو گئی تو ارض وسماء کی سب راحتیں آپ پر نثار ہوں گی۔

اے طاہرہ! بے شک آپ کی جوانی ڈھل گئی ہے، مگر اس میں تشویش کی کون سی بات ہے۔ یہ تو ڈھل کر ہی رہتی ہے۔ آپ کہتی ہیں محمد ﷺ پچیس سال کے جوان ہیں اور میں چالیس سال کی بیوہ ہوں۔ محمد ﷺ اس بیوہ کو کیوں کر قبول کریں گے جس کا شباب جاتا رہا ہے۔ آپ کہتی ہیں وہ کون ہے جس کی نظر التفات کنواریوں کا تعاقب نہیں کرتی۔ لیکن اے مقدس خاتون مکہ کے در و دیوار محمد ﷺ کی عصمت کی قسم کھاتے ہیں۔ زمان و مکان کا ہر لمحہ اور ہر گوشہ اس بات کا شاہد ہے کہ محمد ﷺ نے کبھی اس نہج پر سوچا ہی نہیں ہے۔ ان کی نگاہ گل تر سے بڑھ کر پاکیزہ اور شبنم سے

Marfat.com

زیادہ معصوم ہے۔ آپ ایسا کیوں سوچتی ہیں۔ خلوص میں یقیناً تاثیر ہے۔ جب ارادہ نیک اور مقصد بلند ہو تو مسافر کا ہر قدم اسے منزل سے قریب تر کر دیتا ہے۔ آپ محمد ﷺ کی ہمسفر ہو جائیے۔"

خدیجہ رضی اللہ عنہا پر سکون کی کیفیت طاری ہوگئی۔ اور انہوں نے دوسرے دن اپنی بھاوج اور محمد ﷺ کی پھوپھی صفیہ بنت عبدالمطلب سے باتوں ہی باتوں میں پوچھا:

"صفیہ بہن۔ محمد ﷺ شادی کیوں نہیں کر لیتے۔"

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

"اس کا جواب تو ابوطالب ہی دے سکتے ہیں۔ مگر آپ کو اس کی فکر کیوں ہے۔"

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

"کچھ نہیں۔ میں نے یوں ہی آپ سے پوچھا تھا۔"

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

"محمد ﷺ ہر لحاظ سے محمد ﷺ ہیں۔ اور ہر کسی کو اس کا اعتراف ہے۔ میں تو یہ جانتی ہوں کہ جو بھی ان کی دلہن بنے گی اسے اپنی قسمت پر ہمیشہ ناز رہے گا۔ میں یہ باتیں اس لیے نہیں کہہ رہی ہوں کہ وہ میرے بھتیجے ہیں۔ بلکہ یہ حقیقت ہے جو آپ سے بیان کر رہی ہوں۔"

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

"کیا ان کے رشتے کی بات چیت کہیں ہو رہی ہے۔"

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

"جہاں تک مجھے معلوم ہے ایسی باتیں ہو رہی ہیں۔ لیکن ابھی

Marfat.com

تک کہیں ہاں نہیں ہوئی ہے۔"

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

"وہ جس طرح ظاہری حسن سے آراستہ ہیں اسی طرح باطنی خوبیوں سے مالا مال ہیں۔ ایسے پاکباز نوجوان کے لیے رشتوں کی کیا کمی ہے۔"

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

"دیکھیں یہ سعادت کس کے نصیب میں آتی ہے۔"

اس کے بعد گفتگو کا یہ سلسلہ منقطع ہوگیا اور صفیہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر چلی گئیں۔

❀❀❀❀

Marfat.com

# ازدواجی زندگی

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنی سہیلی نفیسہ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔

نفیسہ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا:

''میں نے آپ کو تنہائی دور کرنے کا مشورہ دیا تھا، کیا آپ نے اس کے متعلق کچھ سوچا؟''

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

''نفیسہ تم میری مخلص ہو. مجھے معلوم ہے کہ تم مجھے ہمیشہ ہنستے مسکراتے دیکھنا چاہتی ہو، میں نے تمہارے مشورے پر خوب غور کیا بے شک تمہارا مشورہ درست ہے۔''

یہ کہہ کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا خاموش ہوگئیں، نفیسہ منتظر تھی کہ آپ کوئی بات کریں پھر وہ خود ہی بول اٹھی:

''آپ طاہرہ کے لقب سے مشہور ہیں، مکہ کے بڑے بڑے سردار آپ کو پیام بھیج چکے ہیں، مگر آپ تو سب کے پیغام ٹھکرا چکی ہیں، آپ کو ایک مضبوط سہارے کی ضرورت ہے، آپ مجھے اپنے دل کی بات بتائیں۔''

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

''میری اور اس (ﷺ) کی عمروں میں بہت تضاد ہے، میں

Marfat.com

چالیس سال کی ہونے کو آئی ہوں۔ اور وہ (ﷺ) اپنی عمر کی پچیس بہاریں دیکھ چکے ہیں۔ وہ (ﷺ) عمر میں بے شک مجھ سے چھوٹے ہیں۔ مگر حسن و جمال میں کہیں بڑھ کر ہیں۔ وہ (ﷺ) اخلاق کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ ان کی شخصیت محبت و شفقت کا پیکر ہے۔ مکہ میں ان سے بڑھ کر کوئی بہتر انسان نہیں۔ بھلا وہ کیسے تین بچوں کی ماں کو قبول کریں گے۔"

نفیسہ یہ سن کر مسکرا اٹھی:

آپ کا انتخاب واقعی لاجواب ہے۔ میں سب سمجھ گئی ہوں۔ آپ کا اشارہ ابو طالب کے بھتیجے محمد (ﷺ) کی طرف ہے۔ وہ ایک پاکباز نوجوان ہیں۔ انتہائی ہمدرد اور غم گسار انسان۔ دوسروں کی مدد کرنے میں ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں۔ آپ اچھی ہی امید رکھیں۔"

نفیسہ نے محمد ﷺ سے بات کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔

نفیسہ، محمد ﷺ سے بات چیت کے لیے روانہ ہوگئی۔ حسن اتفاق تھا کہ یہ ملاقات حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مکان کے باہر ہوگئی۔

نفیسہ نے سلسلہ جنبانی کرتے ہوئے کہا:

"اے محمد (ﷺ)! آپ (ﷺ) نکاح کیوں نہیں کر لیتے۔"

محمد ﷺ نے جواب دیا:

"میرے پاس مال و دولت ہی کہاں ہے کہ اس کی فکر کروں۔"

نفیسہ نے بات آگے بڑھاتے ہوئے کہا:

"سامان بھی ہو جائے گا۔ حسن و جمال اور مال و زر بھی ساتھ ہو تو آپ ﷺ قبول فرمائیں گے۔"

Marfat.com

محمد ﷺ نے جواب دیا:

"مجھے کسی کے مال وزر سے کوئی غرض نہیں۔"

پھر کچھ توقف کے بعد آپ ﷺ نے پوچھا:

"وہ کون ہے؟"

نفیسہ نے کہا:

"خدیجہ بنت خویلد۔"

محمد ﷺ حیران رہ گئے۔ ان کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔ اس لیے نفیسہ کی زبانی یہ سن کر انہیں سخت تعجب ہوا۔

محمد ﷺ نے کہا:

"وہ میرے ساتھ کیوں نکاح کریں گی۔"

نفیسہ نے کہا:

"اسے مجھ پر چھوڑ دیجئے۔ آپ (ﷺ) صرف ہاں کر دیں۔"

محمد ﷺ نے کہا:

"مجھے اس سلسلے میں اپنے بزرگوں سے مشورہ کرنا ہوگا۔ اس کے بغیر میں آپ کو کوئی جواب نہیں دے سکتا۔"

نفیسہ نے خوشی سے کہا:

"ہاں، ہاں آپ (ﷺ) ان سے مشورہ کرلیں، میں آپ (ﷺ) سے کل مل لوں گی۔"

## قران السعدین

آپ ﷺ نے اپنے ہم عمر چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو آگاہ کیا۔ انہوں نے اس

Marfat.com

پر مسرت کا اظہار کیا۔ اور اہل خاندان سے مشورہ کے بعد خود جا کر نسبت پکی کر دی۔

ابو طالب نے کہا:

بھتیجے! بے شک خدیجہ (رضی اللہ عنہا) مالدار خاتون ہیں۔ اور لوگ انہیں طاہرہ کے لقب سے پکارتے ہیں۔ لیکن آپ ﷺ صادق اور امین ہیں۔ لوگ آپ ﷺ کی دیانتداری کے معترف ہیں آپ (ﷺ) بہت دور اندیش اور فہیم و فراس ہیں۔ خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کی طرف سے شادی کا پیغام آپ (ﷺ) کی خوبیوں کا اعتراف ہے۔ خدیجہ (رضی اللہ عنہا) نے بڑے سرداروں کے پیغام ٹھکرا دیے، مگر ایک بات ہے۔''

یہ کہہ کر ابو طاب خاموش ہو گئے۔

محمد ﷺ نے اپنے پیارے چچا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

''اے چچا! کیا بات ہے، آپ کچھ کہتے کہتے رک گئے ہیں؟''

ابو طالب نے کہا:

''خدیجہ (رضی اللہ عنہا) آپ (ﷺ) سے پندرہ برس بڑی ہیں، اور پھر ان کے تین بچے بھی ہیں، اور ان کے پہلے دو شوہر فوت ہو چکے ہیں۔''

محمد ﷺ نے فرمایا:

''چچا محترم! اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، میں نے انہیں فہم و فراست، عفت و حیائی، بردبار اور سمجھ دار پایا ہے۔''

ابو طالب نے خوشی سے کہا:

''اگر آپ (ﷺ) راضی ہیں تو میں بھی خوش ہوں۔''

شام کو ابو طالب نے ابولہب، حمزہ رضی اللہ عنہ اور عباس رضی اللہ عنہ کو اپنے ہاں بلوایا۔ اور

Marfat.com

انہیں اس رشتے کے بارے میں بتلایا۔ سب ہی نے اس پر مسرت کا اظہار کیا۔ پھر نفیسہ کو اس کی اطلاع دی گئی۔ اور دوسرے دن ابو طالب اپنے بھائیوں کو لے کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا عمرو بن اسد کے پاس جا پہنچے۔ انہیں محمد ﷺ کی طرف سے نکاح کا پیغام دیا جسے انہوں نے بخوشی قبول کر لیا۔

حضرت محمد ﷺ کی ایک پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عوام بن خویلد سے بیاہی گئی تھیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی جانب سے ان کے چچا عمرو بن اسد اور محمد ﷺ کے ساتھ، ابو طالب، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، عباس رضی اللہ عنہ، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور روسائے مضر اور سردار قریش شریک عقد تھے۔ مہر بہ اختلاف روایات ۲۰ اونٹ، ۴۰۰ دینار یا ۵۰۰ درہم باندھا گیا۔

ابو طالب نے خطبہ نکاح میں فرمایا:

"سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جس نے ہمیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی کھیتی سعد کی نسل اور مضر کے عنصر سے کیا اپنے گھر کا پاسباں اور حرم کا پیشوا بنایا، اور ہمارے لیے ایسا گھر بنایا کہ ہر طرف سے لوگ اس کی زیارت کی نیت لے کر آتے ہیں، ایسا حرم عنایت فرمایا کہ جو شخص وہاں آجائے تو امان میں ہو جاتا ہے، اور ہمیں لوگوں کا حاکم بنایا۔

اما بعد یہ میرے بھائی کا بیٹا محمد بن عبداللہ (ﷺ) ہے، ان کی ہمسری قریش کا کوئی دوسرا شخص نہیں کر سکتا، مگر یہ کہ وہ افضل رہے گا۔ البتہ مال و دولت اس کے پاس کم ہے، مگر مال و دولت ڈھلتی چھاؤں اور آنی جانی چیز ہے۔ محمد (ﷺ) وہ شخص

Marfat.com

ہے جس کی قرابت و یگانگت سے تم لوگ اچھی طرح واقف ہو. وہ خویلد کی بیٹی خدیجہ (رضی اللہ عنہا) سے نکاح کرنا چاہتے ہیں. اور میرے مال میں سے بیس اونٹ مہر مقرر کرتے ہیں. اور اللہ کی قسم ان کی شان عظیم اور مرتبہ شاندار ہے۔"

## خطبۂ نکاح

اس کے جواب میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا زاد بھائی اور کتب سماوی کے مشہور عالم ورقہ ابن نوفل نے خطبہ دیا:

"الحمد للہ! جس نے ہمیں ویسا ہی بنایا ہے جیسا کہ آپ نے ذکر کیا. اور ہمیں وہ تمام فضیلتیں عطا فرمائیں جنہیں آپ نے بیان کیا لہٰذا ہم سب لوگ عرب کے پیشوا اور سردار ہیں. اور آپ (ﷺ) تمام فضائل کے اہل ہیں، کوئی گروہ آپ (ﷺ) کے فضائل کا انکار نہیں کرسکتا، اور کوئی شخص آپ (ﷺ) کے افتخار و شرف کا انکار نہیں کرسکتا. بے شک ہم نے نہایت رغبت سے آپ (ﷺ) کے ساتھ شامل ہونے اور ملنے کو پسند کیا ہے۔

پس اے قریش! گواہ رہو کہ میں نے خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کو محمد بن عبداللہ (ﷺ) کی زوجیت میں دیا۔ چار سو مثقال طلائی مہر یا دینار کے عوض۔"

اس کی تصدیق حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا عمرو بن اسد نے کی۔ اس کے بعد طاہرہ رضی اللہ عنہا امین قریش ﷺ کی شریک حیات بنیں۔

اس وقت حضور ﷺ کی عمر مبارک ۲۵ سال اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۴۰

Marfat.com

سال بتائی جاتی ہے۔

## انتخاب لاجواب

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا طاہرہ تھیں، اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صادق و امین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، دونوں کا انتخاب لاجواب، ان کی جلوت ہی نہیں خلوت بھی حیا اور عفت سے معمور تھی۔ ازدواجی زندگی میں دونوں کے تعلقات محبت کے سریلے راگ اور نسیم سحر کی سُبک روی کی طرح خوشگوار تھے، اللہ تعالیٰ نے بظاہر بے مال و زر کو مال و منال کا مالک بنادیا تھا، دولت دنیا، رشتہ و پیوند، راحتِ جان اور سکونِ قلب کیا تھا جو عطا نہ ہوا، ایک طرف خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں تو دوسری طرف محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ جن کی شرافت رحمت ہی رحمت تھی، وہ وفا شعار و فرض شناس، یہ وفا شعار ادا شناس گھر کا نمونہ جنت۔

شادی کے چند روز بعد ہی بنی ہاشم کے محلہ میں گزار کر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوق عطارین کے پیچھے دار خزیمہ میں مستقل قیام کے لیے اٹھ آئے، جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مکان تھا۔ بیوی نے محترم شوہر کی خدمت کے لیے ایک پندرہ سالہ نوجوان پیش کیا۔ جس کا نام زید ابن حارثہ رضی اللہ عنہ تھا۔

## زید ابن حارثہ رضی اللہ عنہ

سہ پہر کا وقت تھا، چند نفوس پر مشتمل ایک مختصر سا قافلہ اپنی منزل کی طرف محو سفر تھا، اس قافلہ میں قبیلہ کلب کے حارث بن شرجیل کی بیوی سعدیٰ بنت ثعلبہ اپنے آٹھ سالہ بچے زید کے ہمراہ سفر کر رہی تھی۔ سعدیٰ بنت ثعلبہ کا تعلق قبیلہ طے کی شاخ بنی معن سے تھا۔ جب یہ قافلہ ایک گھاٹی سے گزرا تو چند رہزن اس قافلہ پر حملہ آور ہوئے اور انہیں سنبھلنے کا موقع دیے بغیر ہی لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔ اس افراتفری کے عالم میں سعدیٰ بنت ثعلبہ بے ہوش ہوگئی۔ جب انہیں ہوش آیا تو ان کی متاع عزیز لٹ چکی

Marfat.com

تھی۔ رہزن مال و سامان کے ساتھ ان کے لخت جگر زید کو بھی لے گئے تھے ماں کی دنیا اندھیر ہوگئی اور وہ شدت غم سے دوبارہ بے ہوش ہوگئی۔

ان کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے گئے، جب ہوش آیا تو بیٹے کے غم میں رونے اور چیخنے چلانے لگیں۔

''ہائے میرا بیٹا! ہائے میرا زید، ڈاکو میری آنکھوں کے نور کو بھی ساتھ لے گئے، آہ میری دنیا اندھیر ہوگئی، میں کیا کروں، کہاں جاؤں، میں حارث کو کیا منہ دکھاؤں گی۔''

اہل قافلہ والے کہتے:

''سعدیٰ صبر کرو، اب صبر کے سوا کوئی چارہ نہیں، بے شک تم پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے، زید کے ساتھ ڈاکو اور بھی کئی لوگوں کو غلام بنا کر اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔''

دکھیاری ماں کو چین کہاں تھا، قرار کہاں تھا، وہ روتی دھوتی چیختی چلاتی قافلہ کے ہمراہ اپنے سفر پر روانہ ہوگئی۔

یہ رہزن قیس بن جشر کے آدمی تھے جو ان غلاموں کو بازار عکاظ میں فروخت کے لیے لے گئے۔ یہ ظالم لوگ بے گناہوں، کمزوروں اور مسافروں پر حملے کر کے ان کا مال و اسباب لوٹ لیتے، عورتوں اور مردوں کو لونڈی اور غلام بنا کر منڈیوں میں فروخت کر دیتے۔ اس ظلم کے خلاف وقتاً فوقتاً آوازیں بھی بلند ہوتیں، مگر اس کے انسداد کے لیے کوئی مناسب طریقہ موجود نہ تھا۔

خریدار ان سے من مانے کام لیتے، مردوں کو غلام بنا کر بھاری مشقت لی جاتی، ان سے جیسا چاہتے سلوک کرتے۔ عورتوں کو قحبہ گری کے کام پر لگایا جاتا، ان کی کمائی سے خریدار مالا مال ہو جاتے بعض خوبصورت عورتوں کو گانے اور ناچنے کی تربیت دی جاتی

Marfat.com

تاکہ ان کی کمائی میں اضافہ ہو۔

بازار عکاظ میں لونڈی اور غلاموں کی خریداری ہو رہی تھی۔ خریداروں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے حکیم بن حزام بھی شامل تھے۔ انہوں نے زید ابن حارثہ کو خرید لیا، اور گھر لا کر اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حوالے کر دیا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اس معصوم بچے سے انتہائی شفقت فرماتیں، کیونکہ ان کے سینے میں بھی ماں کا دل دھڑکتا تھا، وہ زید کو دیکھ کر آہ بھرتیں اور کہتیں:

''آہ! یہ بھی کسی ماں کا دلارا ہے، کسی ماں کی آنکھوں کا نور ہے، کسی ماں کے دل کا قرار ہے، بے چاری اس کے غم میں کس قدر گھل رہی ہوگی۔''

زید کو اس گھر میں ماں کا پیار مل گیا تھا۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے زید کو ہبہ کر دیا تھا، ان کی صاف ستھری عادتوں کو دیکھ کر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے ان سے انتہائی شفقت کا اظہار فرماتے۔

## محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رفقاء

دوست زندگی کی اہم ضرورت ہوتے ہیں، سچا اور مخلص دوست تو کسی سرمایہ سے کم نہیں ہوتا، اس کے بغیر زندگی بے کیف رہتی ہے۔ دوست دسترخوان پر محبت کے پھول برساتا ہے، تختہ دار پر ساتھ کھڑا ہوتا ہے، مصیبت میں اپنے دوست کے لیے سینہ سپر ہو جاتا ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی دوستوں سے مستثنیٰ نہیں تھے، مگر ان کے دوستوں کی فہرست میں مکہ کے شریروں میں سے کسی کا نام شامل نہ تھا، بلکہ ان کے دوست مکہ کے اشراف میں سے تھے، جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح اعلیٰ کردار و اخلاق کے مالک تھے۔

Marfat.com

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جگری دوستوں میں ابو قحافہ کے فرزند ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے حکیم بن حزام تھے۔ ضماد بن ثعلبہ ازدی تھے، جو طبابت اور جراحت کا کام کرتے تھے۔ قیس بن سائب مخزومی تھے۔ جو تجارت کے کاروبار میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شریک رہے تھے۔

یہ سب مکہ کے اشراف تھے، ان سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے تکلفی تھی۔

اکثر اوقات فرصت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دوستوں کے ساتھ سیر کے لیے چلے جاتے، تیر اندازی اور شہسواری کے مقابلے دیکھتے، کشتیوں سے لطف اندوز ہوتے، تجارت میں لین دین کرتے، سیر و سیاحت کی باتیں ہوتیں، محتاجوں اور مساکین کے تذکرے ہوتے، لیکن یاوہ گوئی، ہرزہ سرئی، مخول اور ٹھٹھے سے ان سب کا دامن آلودہ نہ تھا۔

یہ دوستی بھی الفت اور مودت کا سرچشمہ تھا، جس کے تذکرے مکہ کی محفلوں میں اکثر و بیشتر ہوا کرتے۔

❀❀❀❀

Marfat.com

# مقدس جوڑا

محمد ﷺ دلہا اور خدیجہ رضی اللہ عنہا دلہن بنی ہیں۔ سبحان اللہ۔ پاکباز شوہر۔ پاکباز بیوی۔ اس مقدس جوڑے پر آسمان سے رحمت کی بارش ہو رہی ہے۔ زمین سے برکتوں کے چشمے اُبل پڑے ہیں۔ کائنات میں پھلجھڑیاں سی چل رہی ہیں۔ قوس قزح کے رنگ پھیل گئے ہیں۔ فرشتوں کی زبان پر تحمید و تقدیس کے ترانے ہیں۔ عرش سے فرش تک مبارک سلامت کی صداؤں کا شور ہے۔ حوریں کہہ رہی ہیں:

"اے مقدس خاتون! آپ کو مبارک ہو۔ پوری کائنات کا دُلہا آپ کے گھر آیا ہے۔"

جنت کی کلی کلی پکار رہی تھی۔

"مبارک ہو خدیجہ رضی اللہ عنہا طاہرہ۔ دعائے خلیل اور نوید مسیحا آپ کا دُلہا ہے۔"

مکہ کے در و دیوار اس شہر کی معزز ترین خاتون کو جانِ آمنہ اور جگر گوشہ عبداللہ کی دلہن بننے پر مبارکباد کہہ رہے تھے، اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنی اس سعادت پر نہایت مسرور تھیں۔

دسترخوان لپیٹا جا چکا تھا۔ لونڈی غلام مؤدب کھڑے تھے۔ مہمان اور میزبان سب خاموش بیٹھے تھے، اور ابو طالب خطبہ نکاح میں کہہ رہے تھے:

"سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ جس نے ہمیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد اور حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کی کھیتی سعد کی

Marfat.com

نسل اور مضر کے عنصر سے کیا۔ اپنے گھر کا مجاور اور اپنے حرم کا نگہبان بنایا۔ ہمیں اس نے وہ گھر عنایت فرمایا ہے۔ جس کا حج کیا جاتا ہے اور جو حرم اور امن کی جگہ ہے۔ اس کا شکر ہے جس نے ہمیں لوگوں پر حاکم بنایا ہے۔ اس کے بعد یہ بات ہے کہ میرے بھتیجے محمد ﷺ بن عبداللہ وہ شخص ہیں کہ جن کے برابر کا کوئی آدمی نہیں ہے۔ بے شک آپ (ﷺ) کے پاس مال نہیں ہے لیکن مال ڈھلتی پھرتی چھاؤں ہے، اور ایک عارضی چیز ہے۔

اے حاضرین! تم محمد (ﷺ) کی قرابت کو جانتے ہو۔ وہ خویلد کی بیٹی خدیجہ (رضی اللہ عنہا) سے نکاح کرنا چاہتے ہیں، اور میرے مال سے بیس اونٹ مہر مقرر کرتے ہیں۔ خدا کی قسم میرے بھتیجے بڑی شان اور بزرگی والے ہیں۔ ان کا مستقبل انتہائی شاندار ہے۔"

اس کے بعد خاتون قریش، امین قریش کے گھر آ گئیں اور ارض وسماء میں مسرت وشادمانی کے چراغ جگمگا اُٹھے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا محمد ﷺ کی رفقیہ حیات بن چکی تھیں۔ انہوں نے اپنی زندگی کے خلاء کو اس پاک باز جوان کی رفاقت سے پُر کر لیا۔ جو کرۂ ارض پر سب سے افضل، سب سے اعلیٰ اور سب سے برتر تھے۔ ان کی تنہائیوں میں محمد ﷺ کے میٹھے بول کوثر وتسنیم کی لہریں بن چکے تھے۔ ان کے قلب وجگر کی ویرانیاں محمد ﷺ کے ارتباط و اختلاط سے مہک اٹھی تھیں، اور محبت کی بھینی بھینی خوشبو سے دونوں مسرور تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنا تن من اور دھن سب محمد ﷺ کے قدموں پر نچھاور کر دیا۔

ایجاب وقبول کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی اولین آرزو یہ تھی کہ محمد ﷺ ان کے گھر میں مستقل طور پر منتقل ہو جائیں۔ چنانچہ یہ آرزو پوری ہوئی اور محمد ﷺ نے

Marfat.com

کاشانہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اپنا مسکن بنالیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا گھر اب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گھر تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تھیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدیجہ رضی اللہ عنہا کے تھے۔ اس گھر میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے راحت تھی، آرام تھا، اور فکر معاش نہ تھی۔ رُوئے زمین پر صرف یہی ایک گھر تھا جس میں محبت تھی۔ ایک دوسرے کے لیے احترام تھا۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی پسند محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پسند تھی، اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتخاب خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتخاب تھا۔ بیوی شوہر کی خدمت کے لیے ہر وقت مستعد تھی، اور شوہر بیوی کی خوشنودی کا جویا تھا۔ یہ ایک مثالی گھر تھا۔ جس سے اولادِ آدم کے لیے سورج کے تاریک اور چاند کے بےنُور ہونے تک رہنمائی ملتی رہے گی۔

جس گھر میں محبت کی حکمرانی ہو، ایک دوسرے کے جذبات کا احترام ہو، حیا ہو ریا نہ ہو، وفا ہو دغا نہ ہو، جلوت میں صدق اور خلوت میں صفا ہو، اور قلب و نظر کی وسعتوں میں ناز و ادا ہو تو ایسا گھر جنتِ ارضی ہے۔ شہر مکہ کو اس گھر پر ناز تھا۔ اہل مکہ اسے رشک کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور دُکھ درد کی گھڑیوں میں اس گھر کی طرف لپکتے تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے کم سن بیٹے ابو ہالہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقت سے مسرور تھے۔ لونڈی غلام ان کی عقیدت سے معمور تھے اور یوں زندگی کا یہ قافلہ شاداں و فرحاں اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھا۔

یہ مبارک گھر مکہ کے اس محلہ میں تھا جہاں شہر کے بڑے بڑے تاجر اور رئیس رہتے تھے۔ ابولہب یہیں رہتا تھا۔ وہ اپنے بھتیجے کو دولت مند دیکھ کر بڑی شفقت سے پیش آتا تھا۔ ابو قحافہ کے فرزند ابو بکر رضی اللہ عنہ کا مکان اسی محلہ میں تھا۔ جو کپڑے کے تاجر تھے۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے حکیم بن حزام بھی یہیں رہتے تھے۔ جو مشہور تاجر اور حرم کے منصب رفادہ پر فائز تھے۔ عمر میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نو برس بڑے تھے۔ اب کاروبار اور تجارت میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان سب کے مراسم قائم ہو چکے ہیں۔

Marfat.com

# عہدِ شباب کے رفیق...... محبت اطفال

دوست زندگی کی اہم ضرورتوں میں سے ایک ضرورت ہے۔ جس کے بغیر خود زندگی بے کیف نظر آتی ہے۔ دوست ایک کو دو اور دو کو گیارہ بنا دیتا ہے۔ وہ دستر خوان پر قہقہوں کے پھول برساتا اور تختۂ دار پر ساتھ کھڑا ہوتا ہے۔ اس کی رفاقت میں زندگی کی کٹھن منزلیں آسان ہو جاتی ہیں، اور خوشی کے لمحات سدا بہار کلیوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ یہ سچ ہے دوستی ہوتی نہیں کی جاتی ہے، لیکن میلانِ طبع کی یکسانی دوستوں کو ایک دوسرے کے قریب کر دیتی ہے۔

درخت اپنے پھل سے، استاد اپنے شاگرد سے اور انسان اپنے دوستوں سے پہچانا جاتا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی دوستوں کی ضرورت سے مستثنیٰ نہیں تھے، لیکن ان کے حلقۂ احباب میں کوئی دوں فطرت، پست ذوق اور کمینہ مزاج شامل نہیں تھا۔ مکہ کے شریروں میں سے کسی ایک کا نام اس فہرست میں شامل نہیں تھا۔ ظالموں اور فاسقوں میں سے کوئی بھی اس دائرے میں نہیں آتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جگری دوستوں میں سے قحافہ کے فرزند ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے...... خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے حکیم بن حزام تھے۔ ضماد بن ثعلبہ ازدی تھے جو طبابت اور جراحی کا کام کرتے تھے۔ قیس بن سائب مخزومی تھے۔ جو کاروبارِ تجارت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شریک رہے تھے۔ یہ سب مکہ کے اشراف تھے۔ ان سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے تکلفی تھی۔

اکثر اوقات فرصت میں ان دوستوں کے ساتھ سیر کے لیے چلے جاتے تھے،

Marfat.com

تیر اندازی اور شہسواری کے مقابلے دیکھتے تھے۔ کشتیوں کے جوڑ سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ تجارت میں لین دین کرتے تھے۔ سیر و سیاحت کی باتیں ہوتی تھیں۔ محتاجوں اور مسکینوں کے تذکرے ہوتے تھے، لیکن یاوہ گوئی ہرزہ سرائی اور ٹھٹھے مخول سے پوری طرح اجتناب تھا۔ یہ دوستی بھی الفت اور مودت کا سرچشمہ تھی جس کے تذکرے سے مکہ کی محفلوں میں اکثر و بیشتر ہوتے رہتے تھے۔

جب ساری دنیا کے اس مبارک اور مقدس ترین جوڑے کی عائلی زندگی کے دو اڑھائی سال گزر گئے تو اللہ جل جلالہ، نے انہیں فرزندِ سعید سے نوازا۔ جس کا اسمِ گرامی قاسم رکھا گیا، اور محمد ﷺ ابو القاسم کہلائے، کیونکہ کنیت عرب کا دستور ہے۔ اس لیے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی آپ ﷺ کو ابو القاسم کہہ کر متوجہ کیا کرتی تھیں۔ یہ چاند سا مکھڑا گل ترکی شادابی اور حیا کی شوخی لیے ہوئے تھا۔ قاسم کا متبسم چہرہ اس کاشانے کی رونق تھا۔ مقدس والدین بلائیں لیتے، لوریاں دیتے، اور خوشی سے پھولے نہ سماتے۔ کس چاؤ اور ناز و نعم سے قاسم کی پرورش ہوئی۔ اس کا لطف اس ماں سے پوچھیے جس کی آخر عمر کی اولاد ہو۔ اس باپ سے پوچھیے جسے جوانی میں پہلے پہل اولادِ نرینہ کی خوشخبری دی جائے۔

یہاں مسرت و شادمانی کا عمل دخل تھا۔ ربوبیت کی گرم جوشیاں تھیں اور امیدوں کی ہماہمی تھی، لیکن ربِ محمد ﷺ نے پسر کی جدائی کا صدمہ دے کر سینۂ محمد ﷺ میں گداز پیدا کرنا چاہا۔ اس لیے جب قاسم لڑکھڑاتے ہوئے چلنے لگے تو بیمار ہوئے اور والدین کی سب کوششوں کے باوجود اللہ کو پیارے ہو گئے مگر یہ تسلیم و رضا کے پیکر اس سانحہ پر بھی شاکر ہی رہے، اور ان کی مقدس زبانیں شکوہ و شکایات سے آلودہ نہ ہوئیں۔

قاسم کی وفات کے تقریباً اڑھائی سال بعد ابو القاسم کو اللہ جل جلالہ، نے زینب رضی اللہ عنہا سے نوازا۔ اس نرم و نازک گڑیا کی ولادت کاشانہ محمد ﷺ میں پھر سے رونق کا پیغام لائی۔ مسکراہٹوں کے پھول کھل گئے۔ زینب رضی اللہ عنہا کے والد جب کاروبار کے

Marfat.com

لیے گھر سے باہر ہوتے تو اُم زینب رضی اللہ عنہا ننھی مُنی گڑیا سے دل بہلایا کرتیں، اور جب ابو القاسم گھر تشریف لاتے تو اسے گود میں لے کر چومتے۔ میٹھی میٹھی باتیں کرتے، اور یُوں دن بھر کی خستگی دُور کر کے تازہ دم ہو جاتے ہنستا کھیلتا بچہ گھر کا چراغ ہے جو وحشت اور یاس کی تاریکیوں کو دُور کرتا ہے...... امنگوں کی روشنی پھیلاتا ہے۔ مسکراہٹوں کے پھول نچھاور کرتا ہے۔ ماں کی چھاتی میں دودھ کی نہریں بہا دیتا ہے۔ اس سے باپ کے سینے میں شفقت کے چشمے پھُوٹتے ہیں۔ ماں رات رات بھر جاگتی ہے۔ باپ سارا سارا دن محنت مشقت کرتا ہے۔ اگر یہ ننھا ساوجود نہ ہو تو مکان قبرستان ہے اور مکیں مُردوں سے بدتر۔ یہ اللہ کی نعمت ہے جسے چاہتا ہے اس سے نوازتا ہے۔

❀❀❀❀

Marfat.com

# عائلی زندگی

## حضور ﷺ کا پہلا نکاح

حضور ﷺ کا پہلا نکاح مکہ مکرمہ کی انتہائی پاکباز اور طاہرہ خاتون حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد سے ہوا۔ جن کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں آپ ﷺ کے خاندان بنو ہاشم سے مل جاتا ہے۔

اس نکاح کی خواہش، آرزو یا پیام حضور ﷺ کی طرف سے نہیں، بلکہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی طرف سے دیا گیا، جسے حضور ﷺ نے اپنے چچا ابوطالب کے مشورہ اور اجازت سے قبول فرمالیا، نکاح کے وقت حضور ﷺ کی عمر مبارک پچیس سال اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس سال تھی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اگرچہ بڑھاپے میں قدم رکھ چکی تھیں، نیز دو شوہروں ابو ہالہ ہند بن نباش بن زرارہ اور عتیق بن عائذ مخزومی کی بیوگی کا صدمہ جھیل چکی تھیں، اس لیے روساء و شرفاء مکہ کی جانب سے پیغامات نکاح باوجود تیسری مرتبہ عقد نکاح پر رضا مند نہیں ہو رہی تھیں، مگر حضور ﷺ کو اپنا تجارتی سامان دے کر آپ ﷺ کی مادی و روحانی برکات، امانت و دیانت، بلند ہمتی، حرص و لالچ سے مبرا، دنیا طلبی سے دور اور پاکیزہ سیرت و اخلاق کا بالواسطہ اور بلاواسطہ مشاہدہ و تجربہ کرلیا تو اس ذہین و فطین، دانا اور دوراندیش خاتون کے دل مین خیال آیا کہ کیوں نہ اب اس امین و دیانتدار شریک کار کو مستقل ''شریک حیات'' اور ''رفیق حیات'' بنایا جائے۔

Marfat.com

ادھر اللہ رب العزت نے ازل سے ان کے لیے اپنے محبوب کی زوجیت کی عظیم سعادت مقدر فرما رکھی تھی، چنانچہ، جب انہوں نے اس کی تحریک کی تو اللہ رب العزت نے ان کی یہ آروز پوری فرمادی، اور یوں جن دو پاکیزہ روحوں اور ذاتوں میں اب تک صرف کاروبار کی حد تک شراکت تھی، اب وہ قدرت کے ازلی فیصلہ:

الطیبات للطیبین والطیبون للطیبات۔

''پاکیزہ عورتیں ہی پاکباز مردوں کے لیے اور پاکباز مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے ہوتے ہیں۔''

یہ قدرت کا فیصلہ ہے، اور اس فیصلہ کے مطابق انتہائی سادگی اور اپنے بزرگوں کی موجودگی میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دنیا و آخرت میں شرافت اور رفاقت کے مستقل بندھن میں بندھ گئے۔

یہ شادی کتنی بابرکت ثابت ہوئی، میاں بیوی کے درمیان عمروں کے اتنے تفاوت کے باوجود کتنے مثالی تعلقات تھے، ان کی مثال ملنا مشکل ہے۔

ایک انتہائی حسین وجمیل حسب ونسب میں بلند ترین اور سیرت و کردار میں لاثانی اور اہل مکہ کی آنکھوں کا تارا نوجوان اگر عرب کے کسی بھی خاندان میں پیغام نکاح بھجواتا تو کیا لوگ اپنی دوشیزائیں اس کے عقد نکاح میں دینا اپنی سعادت تصور نہ کرتے۔

مگر تاریخ شاہد ہے کہ اس ہاشمی نوجوان ﷺ نے پچیس سال کی عمر تک تو کسی غیر محرم کو بری نظر سے دیکھا اور نہ کبھی شادی کی خواہش ظاہر کی۔ جب ایک ادھیڑ عمر کی بیوہ سے خود اس کی خواہش پر شادی ہوگئی تو ان کی زندگی تک دوسری شادی کا نام نہ لیا۔ حالانکہ عرب معاشرہ میں کئی کئی شادیاں کرنا معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا، بلکہ یہ شرفاء کا عام معمول تھا، ایسے معاشرے میں آپ ﷺ نے پچیس سال تک تنہا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مثالی زندگی بسر کی۔ اس طویل عرصہ میں مالی آسودگی اور تمام ممکنہ

Marfat.com

سہولیات کے باوجود کوئی ایسی مثال اور واقعہ نہیں ملتا۔

## حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے محبت

ازدواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے پہلی زوجہ محترمہ جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عقد میں آنے کی سعادت حاصل ہوئی، وہ ام المومنین حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے خلوص ومحبت، ذہانت وفطانت اور اپنے شوہر نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے حد درجہ ایثار و فدویت کے سبب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس طرح غائبانہ ان کی تعظیم وتکریم فرماتے، جس طرح برملا ان کی تعریف کرتے اور محبت کا اظہار فرماتے تھے۔ اس کی مثال نہیں ملتی، اور حقیقت یہ ہے کہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا واقعی اس اعزاز واکرام اور محبت وعظمت کی مستحق تھیں۔ انہوں نے نکاح کے بعد اپنا تن من دھن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نثار کر دیا۔

زندگی کا تمام اثاثہ سارا اندوختہ تمام مال و دولت تمام سرمایہ، کاروبار اور گھر بار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں ڈال دیا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبت دی، دولت دی اور انہی سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ نے اولاد بھی دی سوائے صاجزادہ ابراہیم رضی اللہ عنہ کے ساری اولاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے بطن مبارک سے ہی تھی۔

## یکتا ومنفرد خاتون

ایک معاصر نے بڑے خوبصورت پیرائے میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو خراج عقیدت پیش کیا ہے، لکھتے ہیں:

> ”یہ کوئی مبالغہ نہیں، حقیقت ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جیسی مخلص، وفادار، وفاشعار، نیک طینت، متحمل مزاج و دانا بینا اور ہمدرد رفیق بیوی انبیاء کرام علیہم السلام، رہنمایانِ عظام میں سے کسی ایک نبی اور کسی

Marfat.com

ایک راہنما کو نصیب نہیں ہوئی، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہر لحاظ سے یکتا اور منفرد خاتون تھیں، ان کے حالات کو پڑھ کر ایسا لگتا ہے کہ وہ پیدا ہی اس لیے ہوئی تھیں کہ سیدنا کون ومکان ﷺ کی جوانی کی رفیق بنیں تاکہ امر نبوت کا مقدس بوجھ جب حضور ﷺ کے مبارک شانوں پر رکھا جائے تو وہ حضور ﷺ کی ہر طرح مدد کریں، اور ایک سچے اور وفادار رفیق کی طرح ان کی دل جوئی فرمائیں، اور ان کو کسی طرح محسوس نہ ہونے دیں کہ وہ اس دنیا میں تنہا ہیں، اور ساری دنیا ان کی مخالف ہے، گو ان دونوں کی عمروں میں خاصا تفاوت تھا، رسول اللہ ﷺ پچیس سال کے تھے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا چالیس سال کی تھیں، مگر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی غیر معمولی صلاحیتوں، ذہنی سربلندیوں اور محبت وخلوص نے ان کی عمر کا تفاوت دور کر ڈالا، اور زندگی کا یہ دور جو نکاح کے بعد شروع ہوا، رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا اہم دور ہے۔ اسی دور میں حضور ﷺ نے تمام ذہنی رفعتیں حاصل کیں۔"

## خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نعم البدل

اس مقدس رشتہ ازدواج پر علامہ محمد علی صابونی نے بڑا خوبصورت تبصرہ کیا ہے، لکھتے ہیں:

"حضور ﷺ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو ان کی اصابت رائے اور ذہانت وفطانت کی وجہ سے منتخب کیا تھا۔ حضور ﷺ کی ان سے شادی ایک حکیمانہ شادی تھی، اور اس میں توفیق خداوندی

Marfat.com

شامل تھی۔ یہ عقل کی عقل سے شادی تھی۔ عمر کا فرق اس رشتے کے راستے میں کسی قسم کی رکاوٹ اس لیے نہ بن سکا کہ اس شادی کا مقصد قضائے شہوت نہیں تھا، بلکہ یہ شادی عظیم انسانی مقاصد کی خاطر عمل میں آئی تھی، حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو رسالت کا بار گراں اٹھانے اور تبلیغ کی کٹھن ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے تیار کیا تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے لیے اس پاکباز، عفت مآب، فطین اور عقل مند خاتون کے ساتھ زندگی گزارنا آسان بنا دیا کہ تاکہ وہ تبلیغ دین اور اشاعت اسلام میں آپ ﷺ کی مدد کر سکیں۔ یہی وہ خوش قسمت خاتون ہیں جن کو عورتوں میں سب سے پہلے قبول اسلام کا شرف حاصل ہوا۔"

یہ حقیقت ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفاشعاری، ایثار، غم خواری، خلوص ومحبت اور بلند شخصیت کے اثرات آپ ﷺ کے دل و دماغ پر اس طرح مرتسم ہوئے کہ زمانہ انہیں مٹا نہ سکا۔ کہنے کو تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پچیس برس آپ ﷺ کی دنیا میں رہیں، لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ وہ آپ ﷺ کے دل کی دنیا میں ہمیشہ رہیں۔ ان کی خدمت اسلام اور محبت رسول ﷺ کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا، خدا کی اس پاک بندی نے جس خلوص کے ساتھ ایک پاکیزہ جیون ساتھی کی آرزو کی تھی، اپنے دمِ آخر تک اسے اس خلوص وخوبی کے ساتھ نبھایا کہ دیکھنے والوں کے دل بے ساختہ درود وسلام کا ورد کرنے لگتے ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ ان کی وفات کے بعد بھی اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے ان کا تذکرہ اس انداز میں فرماتے تھے کہ انہیں رشک آ جاتا تھا۔

ایک مرتبہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہہ دیا:

Marfat.com

''اللہ نے جب ان سے بہتر بیویاں آپ ﷺ کو عنایت فرمادی ہیں تو آپ ﷺ ان کا اتنا ذکر کیوں کرتے ہیں۔''

حضور ﷺ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ اندازِ تکلم پسند نہ آیا اور ناراض ہو کر فرمایا:

''اللہ کی قسم! ان کا نعم البدل مجھے نہیں مل سکا، جب ساری دنیا میری تکذیب کر رہی تھی تو اس نے میری تصدیق کی۔ جب سارے لوگ مجھے مال سے محروم کر دینے پر تلے ہوئے تھے تو انہوں نے اپنے ذاتی مال سے میری غم خواری کی۔ اللہ نے مجھے اولاد انہی سے عطا فرمائی۔ جبکہ دوسری تمام بیویوں کو اللہ نے اس شرف سے محروم رکھا۔''

ایک اور روایت میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''ازدواج النبی ﷺ میں جتنی غیرت مجھے خدیجتہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا پر آتی تھی کسی دوسری پر نہیں آتی تھی۔ نبی کریم ﷺ اکثر ان کا ذکر فرماتے، جب کبھی کوئی بکری ذبح فرماتے، اس کا گوشت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو بھجواتے، بعض اوقات میں سوتاپے کی غیرت سے جب یہ کہتی کہ گویا دنیا میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سوا کوئی عورت ہی نہ تھی! تو آپ ﷺ فرماتے! ''ہاں'' اور پھر ان کی خوبیاں گننا شروع کر دیتے اور فرماتے: ''اللہ نے مجھے ان سے اولاد بھی دی۔''

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضور ﷺ کی جملہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن آپ ﷺ کی غلام اور جاں نثار تھیں۔ انہوں نے دنیوی مال و دولت اور عیش پسندی کو چھوڑ کر آپ ﷺ کی کریم اور فقری ذات کو اختیار کیے رکھا، مگر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کو پچیس سال کی عمر میں جو آسودگی اور ذہنی سکون اور ازدواجی خلوص عطا کیا تھا وہ اپنی

Marfat.com

مثال آپ تھا، حقیقت یہ ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اس ارشاد خداوندی کا عملی نمونہ تھیں۔

''اور ہم نے تمہارے واسطے پیدا کر دیں، بیویاں تاکہ تم ان سے
سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے (یعنی میاں بیوی کے)
درمیان محبت و ہمدردی پیدا کر دی۔''

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کو مالی تفکرات اور بچوں سے مستغنی کر دیا۔ یہ اللہ رب العزت کا حضور ﷺ کی ذات پر بہت بڑا انعام تھا۔ جسے اس نے کوئی پندرہ بیس سال بعد یاد بھی دلایا:

وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ۔

''اور اس نے آپ کو حاجت مند پایا تو غنی کر دیا۔'' (سورہ الضحیٰ: ۸)

## خدیجہ رضی اللہ عنہا کا اخلاص و محبت

ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے پچیس سال تک اپنے شوہر نامدار ﷺ کو جو آسودگی جو ذہنی سکون اور جو ازدواجی خلوص پیش کیا تھا، اور جس طرح خوشی اور غمی میں آپ ﷺ کا بھرپور ساتھ دیا، ازدواج کی دنیا میں اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔

حضور ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اس خلوص و محبت کو زندگی بھر نہ بھلا سکے تھے۔ اعلان نبوت سے چند سال قبل بار رسالت اٹھانے کی استعداد پیدا کرنے اور کائنات میں غور و فکر کی خاطر جب اللہ رب العزت نے حضور ﷺ کے قلب مبارک میں خلوت نشینی کی محبت ڈال دی، اور اس مقصد کے لیے کئی کئی دن اور بعض اوقات مہینہ مہینہ تک آپ ﷺ غار حرا میں تشریف لے جاتے، تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اس راہ میں رکاوٹ نہ بنیں، بلکہ آپ ﷺ کے لیے بڑے خلوص اور محبت سے توشہ اور کھانے پینے کا سامان تیار کر کے بھجواتیں۔

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ایثار و قربانی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھرپور معاونت اور دل و جان سے ان کا ذکر کرتے ہوئے ابن ہشام اور ابن عبد البر نے لکھا ہے:

''سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ اللہ کی طرف سے لائے اس کی تصدیق کی۔ نبوت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تقویت کا ذریعہ بنیں۔ تمام مومنوں میں سب سے پہلے ایمان لے آئیں۔ اللہ کریم نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ایمان و تصدیق اور ان کی محبت بھرے رویہ سے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بہت سا بوجھ ہلکا کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین اور منکرین رسالت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے تکذیب یا اپنے حق میں جب بھی کوئی ناپسندیدہ بات سنی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رنجیدہ خاطر ہو کر گھر تشریف لائے تو اللہ نے سیدہ کے ذریعے اِس حزن و ملال اور غم کو کافور فرما دیا۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تائید و تثبیت فرماتیں۔ غموں میں تخفیف کا ذریعہ بنتیں۔ تمام باتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کرتیں، اور لوگوں کے معاملہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہلکا فرماتیں۔ اللہ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔''

## اولاد کے ساتھ محبت و شفقت

سیرت نگاروں اور مورخین اور علمائے انساب کی صراحت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بذات خود ماشاء اللہ تین صاحبزادوں سیدنا قاسم رضی اللہ عنہ، سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ اور چار صاحبزادیوں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا، سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا، سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے حقیقی باپ تھے۔

Marfat.com

جن میں صاحبزادہ ابراہیم رضی اللہ عنہ کے سوا ساری اولاد، بیٹے اور بیٹیاں اول الاسلام، محسنہ اسلام ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے تھے، پھر اس اولاد میں آپ ﷺ کے تینوں صاحبزادے بہ تقاضائے الٰہی بچپن ہی میں راہی جنت ہوئے، مگر آپ ﷺ کی چاروں صاحبزادیاں جوان ہوئیں، اسلام لائیں، ان کی شادیاں ہوئیں۔

حضور ﷺ نے ایک مہربان وشفیق باپ ہونے کی حیثیت سے امت کے لیے اولاد کے معاملہ میں مثالی نمونہ چھوڑا ہے۔

آپ ﷺ نے اپنی چھوٹی اولاد اور بچوں کے ساتھ بھرپور اور بے مثال پیار فرما کر اس راہبانہ اور جاہلانہ تصور کی عملی طور پر نفی فرمائی کہ اولاد یا اولاد کے ساتھ پیار قریب الٰہی میں مانع یا بڑے لوگوں کے لیے خلاف تہذیب اور خلاف ادب ہے۔

چنانچہ صحیحین اور متعدد کتب احادیث وسیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ آنکھوں دیکھا واقعہ منقول ہے:

''ایک موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے اپنے نواسہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا بوسہ لیا، تو اس وقت آپ ﷺ کے پاس ایک بدوی اقرع بن حابس تمیمی بھی بیٹھا ہوا تھا، یہ دیکھ کر اقرع نے کہا:

''میرے دس بیٹے ہیں، میں نے کبھی اس طرح کسی کا بوسہ نہیں لیا۔''

حضور ﷺ نے اس کی طرف دیکھا، پھر فرمایا:

''جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔''

ایک روایت میں ہے:

''اگر اللہ کریم نے تیرے دل سے رحمت کا جذبہ چھین لیا تو میں کیا کرسکتا ہوں۔''

حضور ﷺ کے گھریلو خادم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اپنے بچوں کے

Marfat.com

ساتھ آپ ﷺ کی انتہائی محبت کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میں نے کوئی آدمی ایسا نہیں دیکھا، جو رسول اللہ ﷺ سے
زیادہ اپنے بچوں پر رحمت وشفقت کرنے والا ہو۔''

امام بخاری اور امام سیوطی نے لکھا ہے:

''آپ ﷺ اپنے اہل وعیال پر سب سے زیادہ شفقت فرمانے
والے تھے۔''

دورِ جاہلیت میں عرب کے بعض لوگوں کی درندگی، جہالت، بے رحمی اور سنگ دلی کا یہ عالم تھا کہ اپنی سگی بچیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے، قرآن مجید نے سورہ التکویر میں دورِ جاہلیت کے اس انسانیت سوز عمل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

وَإِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ ﴿٨﴾ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ﴿٩﴾

''اور جب زندہ درگور کی ہوئی (بچی) سے پوچھا جائے گا، کہ وہ کس
گناہ کے باعث ماری گئی۔'' (سورہ التکویر: ۹،۸)

## حضرت قاسم رضی اللہ عنہ

حضور ﷺ کی شادی کے دوسرے سال جبکہ آپ ﷺ کی عمر ستائیسویں منزل میں تھی، حضرت قاسم رضی اللہ عنہ تولد ہوئے۔ ان کی نسبت سے ہی آپ ﷺ ابو القاسم کنیت فرماتے تھے، جو کہ آپ ﷺ کو بے حد محبوب تھی پاؤں پاؤں چلنے لگے کہ انتقال فرما گئے۔ حضور ﷺ کی اولاد میں قاسم رضی اللہ عنہ سب سے پہلے پیدا ہوئے، اور سب سے پہلے فوت ہو جانے والے ہیں۔

## حضرت زینب رضی اللہ عنہا

حضور ﷺ کی عمر مبارک تیس سال تھی کہ حضرت زینت رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ یہ

Marfat.com

بیٹیوں میں سب سے بڑی تھیں۔وہ اپنی والدہ کے ساتھ ہی ایمان لائیں۔

ان کی شادی خالہ زاد بھائی ابو العاص بن ربیع سے ہوئی جو مکہ کے متمول تاجروں میں سے تھے۔ابو العاص رضی اللہ عنہ کی والدہ ہالہ بنت خویلد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سگی بہن تھیں۔حضرت زینب رضی اللہ عنہا ماں کی طرح سگھڑ، نیک خو اور شوہر کی خدمت گزار بیوی تھیں،ابو العاص ان سے بہت محبت کرتے تھے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں اب بچوں کی وجہ سے بے حد رونق تھی۔اس گھر میں زینب رضی اللہ عنہا تھیں،زید رضی اللہ عنہ تھے،ہند بن ابی ہالہ تھے،رقیہ رضی اللہ عنہا اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا تھیں،یہیں سب کی پرورش ہو رہی تھی،لیکن عرب کے دستور کے مطابق کمسنی ہی میں لڑکیوں کی منگنی کر دی گئی تھی۔

زینب رضی اللہ عنہا کی منگنی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہالہ کے بیٹے ابو العاص سے ہوئی تھی،رقیہ رضی اللہ عنہا کی ابولہب کے بیٹے عتبہ سے اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ سے کر دیا گیا تھا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا ابھی آٹھ نو سال کی تھیں،لیکن ان کی ہونے والی ساس ہالہ بنت خویلد نے اپنی بہن خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ان کی شادی کے لیے بار بار تقاضا شروع کر دیا۔عربوں میں یوں بھی کمسنی میں شادی کا رواج ہے۔لڑکیاں چھوٹی عمر میں ہی بالغ ہو جاتی ہیں۔حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کچھ عرصہ سے ٹالتی چلی آ رہی تھیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ہالہ سے کہا:

''میری بیٹی ابھی چھوٹی ہے،وہ ننھی سی گڑیا ہے،جب ذرا بڑی ہو جائے گی تو شادی کر دیں گے۔''

یہ سن کر ہالہ نے کہا:

''آپا!ہمیں گڑیا ہی تو چاہیے،میں اسے اپنی گھر کی رونق بناؤں گی۔''

Marfat.com

یہ سن کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

"مجھے انکار تو نہیں، میں ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات کرلوں، پھر کوئی حتمی فیصلہ کروں گی۔"

ہالہ نے کہا:

"ہاں ...... ہاں، آپ ان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات کرلیں، اگر آپ کہیں تو میں خود ان سے درخواست کروں۔"

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے انہیں آج کے لیے ٹال دیا۔ پھر جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر آئے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان سے بات کی۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رضامندی کا اظہار فرمادیا۔

دوسرے دن ہالہ سے شادی کا دن طے کر کے تیاریاں شروع کر دی گئیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے والد امین قریش محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے، اور روالدہ رئیسہ قریش حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ اس لیے دعوتوں کا انتظام کیا جارہا تھا۔

پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا ابوالعاص سے بیاہ دی گئیں۔

## حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک ۳۳ سال تھی۔ جب حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ بعثت کے وقت ان کی عمر سات سال تھی۔ اپنی والدہ کے ساتھ ہی داخل اسلام ہوئیں۔

ان کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ابولہب کے بیٹے عتبہ سے ہوا تھا لیکن رخصتی نہیں ہوئی تھی اور دوسری بیٹی ام کلثوم کا نکاح ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ سے ہوا تھا۔

جس دن حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی تھی۔ اسی دن ابولہب کی بیوی ام جمیل نے ابولہب سے کہا:

Marfat.com

''اسی مجلس میں رقیہ (رضی اللہ عنہا) اور ام کلثوم (رضی اللہ عنہا) کی شادی کی تاریخ مقرر کرلو، پھر ایسا اچھا موقع نہیں ملے گا۔''

ابولہب اپنے بھتیجے محمد ﷺ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا:

''بھتیجے! اچھا ہوا تم نے زینب (رضی اللہ عنہا) کی شادی کا فرض ادا کر دیا۔ اب ہمیں بتاؤ عتبہ اور عتیبہ کو کس دن لے کر آئیں۔''

محمد ﷺ نے کہا:

''چچا مجھے کچھ وقت دیجئے، ابھی تو بچیاں بہت ہی کمسن ہیں۔''

ابولہب نے کہا:

''بچیاں تو سسرال میں ہی جا کر جوان ہوتی ہیں۔ پھر میرا گھر ان کا اپنا گھر ہے۔''

محمد ﷺ نے کہا:

''ہم مشورہ کر کے آپ کو جواب دیں گے۔''

جب رسول اللہ ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تو یہی ابولہب آپ ﷺ کے دشمنوں کی صف میں سرفہرست تھا۔ آخر اس نے دباؤ ڈال کر اپنے بیٹے کو مجبور کیا کہ وہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دے۔

اس کے بعد ان کا نکاح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ہوا۔

## حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا

آپ کا نام بعض نے آمنہ لکھا ہے۔ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کنیت تھی۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی طرح آپ بھی ابولہب کے چھوٹے بیٹے عتیبہ کے نکاح میں تھیں، اعلان نبوت اور سورہ لہب کے نزول کے بعد ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل

Marfat.com

نے بیٹوں پر دباؤ ڈال کر رخصتی سے پہلے ہی طلاق دلوادی۔

عتیبہ نے طلاق دیتے ہوئے حضور ﷺ سے گستاخی بھی کی۔حملہ آور ہوا، اور رخ انور پر تھوکنے کی ناپاک جسارت بھی کی، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

''اے اللہ! اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مسلط فرمادے۔''

کہتے ہیں کہ اس کے بعد ابولہب اپنے اس بیٹے کے ساتھ شام کے تجارتی سفر پر گیا۔راستے میں ایک رات ایسی جگہ پڑاؤ کرنا پڑا جہاں درندے تھے۔ابولہب کو معاً حضور ﷺ کی بات یاد آئی، چنانچہ سب لوگوں کے سامان کا ڈھیر کیا اور اس پر عتیبہ کو سلا دیا، اطراف میں حلقہ بنا کر وہ لوگ اس کی حفاظت کرنے لگے۔نیند غالب آگئی تو ایک شیر آیا، اس نے کسی کو کوئی گزند نہ پہنچائی، البتہ عتیبہ پر حملہ کر کے اسے چیر پھاڑ دیا۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہی ایمان لائیں۔

## حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا لقب زہرا تھا۔جس سال قریش نے تعمیر کعبہ کی۔حضور ﷺ کی عمر اس وقت ۳۵ برس تھی۔آپ رضی اللہ عنہا اس سال پیدا ہوئیں۔بچپن ہی سے طبیعت میں متانت سادگی اور سنجیدگی تھی۔اکثر اپنی والدہ ہی کے پاس بیٹھی رہتیں۔ صورت اور سیرت میں اپنے جلیل القدر باپ کے مشابہ تھیں۔

عقبہ ابن معیط نے جب حالت سجدہ میں حضور ﷺ پر اونٹ کی تازہ اوجھڑی دی تو آپ رضی اللہ عنہا ہی نے اسے گرایا تھا۔

جنگ بدر کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے مجبور کرنے سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نکاح کے لیے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی، آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مرضی دریافت کی۔وہ خاموش رہیں۔جو حیادار لڑکیوں کا طریق ہے۔

Marfat.com

آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

''تمہارے پاس مہر میں دینے کے لیے کچھ ہے؟''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ! ایک گھوڑے اور زرہ کے سوا کچھ نہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''گھوڑا تو مجاہد کے لیے ضروری ہے، البتہ زرہ فروخت کردو۔''

حضرت عثمان بن عثمان رضی اللہ عنہ نے زرہ ۴۸۰ درہم میں خریدی، بعد میں یہی زرہ حضرت عثمان بن عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تحفہ میں پیش کردی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ رقم حضور ﷺ کے پاس لے آئے۔ آپ ﷺ نے حضرت بلال بن رباح (بلال حبشی) رضی اللہ عنہ کو بازار سے خوشبو خرید کرلانے کا حکم دیا۔ عقد کے وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر ساڑھے پندرہ سال تھی، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اکیس برس کے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس وقت ارشاد فرمایا:

''اے فاطمہ! میں نے تمہاری شادی اپنے خاندان کے بہترین شخص سے کی ہے۔''

## حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بعثت کے بعد پیدا ہوئے، بعض کا خیال یہ ہے کہ طیب وطاہر ان ہی کے القاب تھے۔ اس نام کے حضور ﷺ کے کوئی صاحبزادے نہیں تھے۔ بچپن ہی میں انتقال ہوگیا، مشہور دشمن رسولِ خدا عاص بن وائل سہمی نے جب یہ خبر سنی تو حرم کعبہ میں بنی قریش کی محفلوں میں جاکر خوشی سے اعلان کیا تھا:

''محمد ﷺ ابتر۔'' (یعنی بریدہ نسل ہوگئے)

Marfat.com

اس پر تسلی دیتے ہوئے اللہ رب العزت نے سورہ کوثر نازل فرمائی، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خیر کثیر کے عطا کیے جانے کے بشارت دی۔

## ابراہیم رضی اللہ عنہ

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ۸ ھ میں مدینہ کی قریبی بستی میں پیدا ہوئے، یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے آخری اولاد تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عقیقہ میں دو مینڈھے ذبح کیے اور بچہ کا سر منڈایا، بالوں کے ہم وزن چاندی صدقہ فرمائی اور بال زمین میں دفن کردیے گئے بچے کا نام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام پر رکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''ابراہیم کی ماں کو ان کے لڑکے نے آزاد کرادیا۔''

حضرت معاریہ رضی اللہ عنہا ملکِ یمین تھیں۔ حضرت ام بردہ رضی اللہ عنہا نے بچے کو دودھ پلایا۔ پھر ابو سیف نامی لوہار کی بیوی ام سیف کے سپرد ہوئے۔ اس خدمت کے عوض ان کو ایک نخلستان عطا فرمایا۔ پیدائش کے اٹھارہ ماہ بعد ایام شیر خوارگی ہی میں انتقال ہوا۔

یہ ۱۰ ھ کا واقعہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود ہی میں تھے کہ دم اکھڑ گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی روتے ہیں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''یہ تو رحمت ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھی اور قبرستان بقیع میں دفن فرمایا۔ ان کی قبر پر پانی کا چھڑکاؤ کیا اور قبر پر نشانی رکھی۔ جس دن وفات ہوئی اس دن سورج گرہن لگا، لوگوں نے کہا:

''یہ ابراہیم کی موت کا باعث ہے۔''

Marfat.com

آپ ﷺ نے سنا تو فرمایا:

''آفتاب کسی کی موت وحیات کے باعث نہیں گہنا تا۔''

## زید رضی اللہ عنہ کا فیصلہ

محمد ﷺ کے لیے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دیا تھا، اور حضور ﷺ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے بے حد محبت وشفقت فرماتے۔

حج کا زمانہ تھا، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی عمر سولہ سال ہو چکی تھی۔ وہ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے۔ یکا یک ان کی نظریں اٹھیں انہوں نے چند آدمیوں کو دیکھا، جو ان کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھ رہے تھے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بھی یہ صورتیں جانی پہچانی لگ رہی تھیں۔ ذہن پر ہلکے دھندلے سے خاکے تھے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ انہیں غور سے دیکھ رہے تھے۔

وہ جانے پہچانے لوگ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی چند قدم آگے بڑھے۔ جب آمنا سامنا ہوا تو ان میں ایک آدمی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے لپٹ گیا۔

دوسرے آدمی نے بے ساختہ کہا:

''اوہ یہ تو حارث کا بیٹا زید ہے، جنہیں رہزنوں نے غلام بنالیا تھا۔''

یہ قبیلہ بنی کلب کے لوگ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے اقربا میں سے تھے۔ انہوں نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے تمام داستان سنی تو متحیر رہ گئے۔

ان میں سے ایک آدمی نے کہا:

''زید تمہاری جدائی میں تمہارے والدین کا برا حال ہے، تمہارا باپ تمہاری جدائی میں اشعار پڑھتا رہتا ہے:

Marfat.com

(۱) میں زید پر رویا، اور مجھے معلوم نہیں کہ اسے کیا ہوا
کیا وہ زندہ ہے جس کی امید کی جائے، یا اسے موت آ گئی

(۲) واللہ مجھے معلوم نہیں، اگرچہ میں اس کی تلاش میں ہوں
کیا تجھے زمین کھا گئی یا پہاڑ نگل گیا ہے

(۳) اے کاش! مجھے معلوم ہو جاتا کہ تو کسی وقت مجھے واپس بھی ملے گا
اگر مجھے یہ معلوم ہو جاتا تو دنیا بھر کے بدلے تیری واپسی کو کافی سمجھتا

(۴) آفتاب اپنے طلوع کے وقت مجھے زید کی یاد دلاتا ہے
اور اس کی یاد آ جاتی ہے جب شب کی تاریکی پھیلتی ہے

(۵) ہوائیں چلتی ہیں کہ وہ بھی اس کی یاد کو تازہ کرتی ہیں۔
آہ! میرا غم واندوہ کس قدر طویل ہے۔

(۶) میں اس کی تلاش میں اونٹ پر سوار ہو کر روئے زمین پر چپہ چپہ چھان ماروں گا۔
اور میری تلاش کا یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا، جب تک کہ اونٹ نہ تھک جائے۔

(۷) میری زندگی باقی رہے یا موت آ جائے
ہر شخص فانی ہے اگرچہ امید اسے دھوکہ دیتی ہے۔"

یہ اشعار سن کر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ پر رقت طاری ہو گئی، پھر جب جذبات کا تلاطم کچھ مدھم پڑا تو کہنے لگے:

(۱) "میری قوم کو خبر پہنچا دو اگرچہ میں دور ہوں
کہ میں بیت اللہ میں مشعر الحرام کے پاس مقیم ہوں

(۲) اس غم سے باز رہو جس نے تمہیں نڈھال کر دیا ہے
اور میری تلاش میں روئے زمین کو اونٹوں سے نہ روندو

Marfat.com

(۳) کیونکہ بحمدللہ میں شریف خاندان میں ہوں
ایسا شریف خاندان جو نسلاً بعد نسل بزرگ رہتا چلا آتا ہے۔"

اس کے بعد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کاشانہ نبوت کی طرف لوٹ آئے، اور قبیلہ بنو کلب کے یہ لوگ اپنے وطن کو لوٹ گئے۔

جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے والد کو اس کی خبر ہوئی تو وہ اپنے بھائی کعب کو ساتھ لے کر منزلیں مارتے ہوئے مکہ مکرمہ آئے، اور انہوں نے محمد ﷺ کے متعلق دریافت کیا، انہیں بتایا گیا کہ محمد ﷺ بیت اللہ میں تشریف رکھتے ہیں۔ وہ فوراً بیت اللہ شریف پہنچے، اور یہ نورانی چہرہ دیکھ کر ان پر امید و انبساط کی لہر دوڑ گئی۔

حارث بن شرجیل نے عرض کیا:

"اے فرزند عبداللہ و مطلب! اور چراغ کاشانہ ہاشم آپ (ﷺ) قوم کے نور نظر اور فخر قریش کے لخت جگر ہیں۔ آپ (ﷺ) اہل حرم ہیں۔ رب کعبہ کے ہمسایہ اور بیت اللہ کے پاسبان۔ آپ (ﷺ) غم زدوں کا غم دور کرنے والے اور اسیروں کو کھانا کھلانے والے ہیں۔

ہمارا بیٹا آپ (ﷺ) کے پاس ہے۔ ہم آپ (ﷺ) سے اپنے بیٹے کی آزادی کے لیے التجا کرتے ہیں۔ زید کے بغیر ہمارا رو رو کر برا حال ہو گیا ہے۔ اس کی ماں بہت غم زدہ ہے۔ آپ (ﷺ) ہم پر نیکی کیجئے، اور اس کے زر فدیہ میں آپ (ﷺ) جو چاہیں ہم دینے کے لیے تیار ہیں۔ آپ (ﷺ) ہمارا بیٹا ہمیں لوٹا دیں۔"

محمد ﷺ نے انتہائی متانت اور ملائمت سے کہا:

Marfat.com

''کیا تم اس کی آزادی کے علاوہ کسی اور صورت پر بھی راضی ہو؟''

حارث بن شرجیل نے حیرت سے پوچھا:

''اے سردار قریش! وہ صورت کیا ہو سکتی ہے؟''

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''میں زید (رضی اللہ عنہ) کو بلاتا ہوں، اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہے تو میں اس کا کوئی فدیہ نہ لوں گا، اگر اس نے انکار کر دیا تو آپ اصرار نہیں کریں گے۔''

حارث بن شرجیل نے کہا:

''یہ تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بڑے انصاف کی بات کی ہے۔ ہمیں منظور ہے اگر زید آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس رہنا چاہے تو ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا، اور اگر وہ ہمارے ساتھ جانا چاہے تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اسے ہمارے ساتھ بھیج دیجئے۔''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بیت اللہ شریف میں بلوایا اور کہا:

''زید (رضی اللہ عنہ)! ان دونوں کو جانتے ہو؟''

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''جی ہاں! یہ میرے والد اور چچا ہیں۔''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''تم ان کو بھی جانتے ہو، اور مجھے بھی جانتے ہو، تمہیں مکمل آزادی ہے۔ تم اگر چاہو تو ان کے ساتھ جا سکتے ہو، اور اگر میرے پاس رہنا چاہو تو میرے ساتھ رہو۔''

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

Marfat.com

"آقا ﷺ! میں آپ ﷺ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گا۔"

یہ انوکھی بات سن کر حارث بن شرجیل اور کعب بن شرجیل دونوں دنگ رہ گئے۔ ان کے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ زید (رضی اللہ عنہ) ایسی بات کہے گا، وہ تو یہ سوچے بیٹھے تھے کہ زید خوشی خوشی ان کے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہو جائے گا، مگر یہاں تو معاملہ اس کے برعکس نکلا، زید (رضی اللہ عنہ) آزادی پر غلامی کو ترجیح دے رہا تھا۔ وہ سات سال تک بیٹے کی جدائی میں تڑپتے رہے تھے، اب لختِ جگر نے ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا تھا۔ ان کی تمام امیدوں پر پانی پھر گیا۔ وہ حیرت سے زید (رضی اللہ عنہ) کی طرف دیکھنے لگے۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے اس دوٹوک فیصلے کو سن کر حارث اور کعب کی رگِ حمیت پھڑک اٹھی، اور حارث تاسف اور طیش کے ملے جلے جذبات سے مغلوب ہو کر کہنے لگا:

"زید (رضی اللہ عنہ)! یہ تم کیا کہہ رہے ہو، کیا تمہیں آزادی پسند نہیں، کیا تم اپنے والدین کے ساتھ نہیں رہنا چاہتے، ہم برسوں تمہاری جدائی میں روئے ہیں، تڑپے ہیں، تمہاری جدائی کے غم سے ہمارا سینہ پھٹا جاتا ہے، ہماری آنکھیں ہر وقت اشکبار رہتی تھیں۔ اب تم ملے ہو تو ہمارے ساتھ جانے سے انکار کر رہے ہو، تم اپنے ماں باپ کو چھوڑ کر غیروں کے پاس رہنے کو ترجیح دے رہے ہو۔"

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

"یہ غیر تو نہیں یہ میرے اپنے ہیں۔ میں نے آقا ﷺ میں جو اوصاف دیکھے ہیں، اب میں دنیا میں کسی اور کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ میں انہی (ﷺ) کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں، اور انہی (ﷺ) کے ساتھ رہوں گا۔"

Marfat.com

حارث بن شرجیل کی نگاہوں سے پردہ ہٹ گیا، اس نے غلام اور آقا دونوں کا بغور جائزہ لیا۔ یہ دیکھ کر کہ اس بات میں کسی قسم کی ملاوٹ نہیں ہے، اور زید (رضی اللہ عنہ) ایک اچھے انسان کے ساتھ رہنے کو ترجیح دے رہا ہے تو وہ مطمئن ہو گیا۔

حارث بن شرجیل نے کہا:

''بیٹے مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ تم ایک اچھے انسان کے پاس رہ رہے ہو۔ تمہاری خوشی میں ہی میری خوشی ہے۔''

محمد ﷺ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی وفاداری پر بے حد مسرور ہوئے، وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر حجر اسود کے پاس کھڑے ہوئے، پھر حاضرین سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:

''لوگو! گواہ رہنا زید (رضی اللہ عنہ) آج سے آزاد ہے، یہ میرا بیٹا ہے اور میں اس کا باپ یہ میرا وارث ہے اور میں اس کا۔''

حاضرین اس انوکھے اعلان کو سن کر بھونچکا رہ گئے۔ یہ سرزمین عرب پر اپنی نوعیت کا عجب ترین واقعہ تھا رہزن قافلوں کو لوٹ کو غلام بنا لیتے۔ انہیں بھیڑ بکریوں کی طرح منڈیوں میں فروخت کیا جاتا، آقا اپنے مظلوم غلاموں پر بے انتہا ظلم و تشدد کرتے، ان کی ہمت سے زیادہ ان سے مشقت لیتے، انہیں انسانوں کی طرح رہنے کا کوئی حق حاصل نہ تھا۔

لیکن ایک آقا اپنے غلام کو آزاد کر رہا ہے۔ نہ صرف آزاد کر رہا ہے، بلکہ اسے اپنا بیٹا بنا لیا ہے۔ اسے اپنا وارث قرار دیا ہے، اور خود کو اس کا وارث۔

بیٹا باپ کا دامن چھوڑ کر اپنے آقا کا دامن تھام رہا ہے اور آقا اعلان کرتا ہے:

''یہ غلام نہیں میرا بیٹا ہے۔''

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے والد اور چچا خوشی خوشی اپنے وطن لوٹ گئے۔

Marfat.com

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اس دن سے زید بن محمد (ﷺ) کہلانے لگے۔ تا ایں کہ اللہ نے منع فرمایا۔

یہ وہ واحد اور منفرد صحابی ہیں جن کا نام اللہ کی آخری کتاب میں آیا ہے۔

## علی رضی اللہ عنہ کی کفالت

محمد ﷺ کی عمر مبارک سینتیسویں منزل میں تھی۔

مکہ ایک بار پھر شدید قحط سالی کی لپیٹ میں آ گیا۔ خشک سالی نے زبوں حالی پیدا کر دی۔ لوگ اناج کے لیے ترسنے لگے۔ چارہ سوکھ چکا تھا، جانور چارے کے لیے پریشان تھے۔ دودھ، اناج اور گھاس کی قلت ہو چکی تھی، لوگ فاقوں مر رہے تھے۔ بڑے بڑے سرمایہ دار پریشان ہو گئے، کاروبار تباہ ہو چکے تھے، لیکن سودخوروں کی چاندی تھی۔

مفلوک الحال اور غریب بھاری شرح پر سود لینے پر مجبور تھے۔ قیمتیں آسمان کو چھو رہی تھیں، اور ذخیرہ اندوز بھاؤ چڑھ جانے کی امید میں غلہ گوداموں میں ڈھیر کرنے لگے۔ گراں فروش من مانی قیمتیں وصول کر رہے تھے۔ لوگوں کے دل میں ہمدردی کی جگہ سختی بڑھ رہی تھی۔

اس وقت مکہ کے تمام مہاجن انتہائی کبر نخوت کے ساتھ کاروبار چلا رہے تھے۔

مگر محمد ﷺ کے در سے ہر شخص کو کھانا ملتا تھا، محتاجوں کی امداد کی جاتی۔ بیرون ملک سے غلہ منگوا کر مفت تقسیم کیا جاتا تھا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اس سخاوت و ہمدردی میں حضور ﷺ کا بھرپور ساتھ دے رہی تھیں۔ ان کی دولت کا بیشتر حصہ خیرات میں خرچ ہو رہا تھا، اس سخاوت و دریادلی کی وجہ سے بہت سے لوگ موت کے منہ میں جانے سے بچ گئے تھے۔

وہ درِ محمد ﷺ پر روتے ہوئے آتے اور ہنستے ہوئے لوٹتے، خالی جھولی آتے

Marfat.com

اور جھولیاں بھر کر جاتے۔ پورے مکہ میں ان کی فیاضی کی دھوم مچ چکی تھی۔

محمد ﷺ کے پیارے چچا ابو طالب بھی اس قحط کی لپیٹ میں آچکے تھے، وہ بے حد پریشان تھے۔ ان کی مالی حالت تو پہلے ہی بہت کمزور تھی، اب تو بالکل دگرگوں ہوگئی تھی، وہ کثیر العیال تھے۔ انہیں تنگدستی اور عسرت نے نڈھال کر دیا تھا۔

محمد ﷺ کو ان کی یہ حالت دیکھ کر بے حد دکھ ہوتا تھا۔ حضور ﷺ کے دوسرے چچا عباس بنو ہاشم کے رئیس تھے، اور نہایت خوشحال زندگی بسر کر رہے تھے۔

محمد ﷺ ایک دن ان سے کہنے لگے:

''عم محترم! قحط سالی کی وجہ سے ابو طالب کی حالت انتہائی نازک ہے ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کی مدد کریں، آپ ان کا ایک بیٹا اپنے گھر لے جائیں، اور ایک کو میں اپنی کفالت میں لے لیتا ہو، اس طرح ان کا بوجھ قدرے کم ہو جائے گا۔''

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:

''بھتیجے! تمہاری تجویز تو بہت عمدہ ہے۔ میں اس سے متفق ہوں۔''

محمد ﷺ نے کہا:

''علی (رضی اللہ عنہ) کو میں گھر لے جاتا ہوں۔''

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:

''ہاں ٹھیک رہے گا، تم علی (رضی اللہ عنہ) کو گھر لے جاؤ، جعفر (رضی اللہ عنہ) کو اپنے ہاں لے جاتا ہوں۔''

دونوں ابو طالب کے پاس گئے اور انہیں سارا ماجرا سنا کر دونوں لڑکوں کو لے لیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ تو محمد ﷺ کے پاس آگئے اور جعفر رضی اللہ عنہ عباس رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچ گئے۔ یوں ابو طالب کی پریشانیوں میں کمی آگئی، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ محمد ﷺ کی کفالت میں آگئے۔

Marfat.com

# کعبہ کی نئی تعمیر

## پہلا وہ گھر خدا کا

حضرت آدم علیہ السلام نے سب سے پہلے خانہ کعبہ تعمیر کیا۔طوفان نوح میں وہ بنیاد غرق ہوگئی، ایک زمانہ کے بعد حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت اسماعیل ذبیح اللہ نے اس کی پرانی بنیاد پر دوبارہ تعمیر کی۔اس کے بعد قوم عمالقہ پھر بنو جرہم اور اب بنی قریش نے اس کی تعمیر کا بیڑا اٹھایا۔

شہر مکہ میں محمد ﷺ کے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تعمیر کردہ گھر پورے تزک واحتشام اور عقیدت کا مرکز تھا۔یہ گھر اہل عرب کی امیدوں کا مرجع اور امن کا منبع تھا اگرچہ دین ابراہیمی شرک کی نجاست سے دھندلا گیا تھا، اور اللہ کے گھر میں تین سو ساٹھ بت نصب کردیے گئے تھے۔جن کی مختلف قبائل عبادت کرتے۔

ہر سرکش قبیلہ یہاں آکر ان بتوں کے آگے سر جھکاتا، ہر ظالم ان بتوں کی ہیبت سے لرزتا، خانہ کعبہ کے چاروں اطراف پہاڑ تھے، اور یہ درمیان میں قلب کی مانند تھا، جب کبھی زور کی بارش ہوتی تو پہاڑوں سے پانی بہہ کر شہر میں داخل ہوجاتا، جس سے سیلاب کی صورت پیدا ہوجاتی۔اس طرح کئی بار سیلاب آئے، جن سے اس کی چار دیواری کو نقصان پہنچا۔

سیلاب نے اسے کمزور کردیا۔مکہ چاروں طرف سے پہاڑوں میں گھری ہوئی وادی ہے اور خانہ کعبہ نشیبی مقام پر واقع ہے۔جہاں بارش ہوئی اور پانی کا ریلا اللہ کے

Marfat.com

گھر کو طواف کرنے لگتا ہے۔ اس سیل سبک سے خانہ خدا کو محفوظ کرنے کے لیے ایک سردار عامر المجارر نے کعبہ کے اطراف ایک دیوار کا احاطہ بنا دیا، پھر شکست و ریخت نے اپنا عمل دکھایا۔ پہلے قوم عمالقہ اور پھر بنو جرہم نے اس کی دیوار اونچی کی۔

اب قریش کو خیال آیا کہ سارا عرب دور دراز سے اپنی دبلی پتلی اونٹنیوں پر سوار اس کی زیارت کے لیے آتا ہے۔ اس گھر کے مالک کے سامنے **لبیک اللھم لبیک** پکارتے ہیں۔ صرف دو اَن سلی چادروں کی ستر پوشی کرتے ہیں، اور اپنے عجز کا اظہار کرتے ہوئے قدم قدم پر پکارتے ہیں:

''اے رب کعبہ! تیرا بندہ حاضر ہے، تیرا بندہ حاضر ہے۔''

اس پر چڑھی نذرونیاز سے قریش کو آمدنی ہوتی تھی۔ کعبہ کے اندر ہی ایک کنواں سا بنا تھا۔ جس میں چڑھاوے کے زروجواہر رکھے جاتے۔

یہ عمارت بھی خوب تھی نہ اس پر کوئی چھت ہوتی، نہ دروازہ نہ کھڑکی، بس قد آدم کے برابر ایک چاردیواری تھی، جسے پتھروں اور گارے سے چن دیا گیا تھا۔ دیکھنے میں سادہ مگر پرجلال تھی، اگرچہ اسے عمارت نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ مسقف نہیں تھی۔

کعبہ کے اندر جو زروجواہر کا کنواں تھا، کہیں سے ایک سانپ آ کر اس پر بیٹھ گیا، کوئی قریب جاتا تو پھنکارنے لگتا۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی عمر مبارک کی سینتیسویں منزل میں تھے۔ مکہ میں زبردست بارشوں کی وجہ سے اب شدید سیلاب آ گیا تھا۔ جس نے کعبہ کی دیواروں میں شگاف ڈال دیے تھے۔ اس کی بنیادیں متزلزل ہو گئی تھیں۔ شہر کی کئی عمارتیں بھی منہدم ہو چکی تھیں، لیکن اہل شہر کو اس سے بڑھ کر کعبہ کی مرمت کا خیال دامن گیر تھا، کیونکہ دیواروں کی مخدوش حالت میں طواف کرنا بھی خطرے سے خالی نہ تھا، اور ان کے گر جانے سے جو خطرات پیدا ہو سکتے تھے، ہر شخص ان سے خوف زدہ تھا۔

Marfat.com

## حرم کی تعمیر نو

اہل مکہ کے نزدیک اس وقت سب سے اہم مسئلہ کعبہ کی مرمت کا تھا، کیونکہ اس کی وجہ سے پورے عرب میں ان کی قیادت وسیادت مضبوط تھی۔ یہ ان کی آمدنی کا ایک بہت بڑا ذریعہ تھا۔ ان کی تجارت کو فروغ حاصل ہوا تھا۔ اسی کی برکت سے ان کے قافلے محفوظ رہتے تھے۔ یہ لوگ اس کے خدمت گار اور پاسبان تھے۔

اگر یہ دیواریں منہدم ہوگئیں تو پھر کیا ہوگا، ان کے رعب و جلال کی تمام عمارت اس کی برکت سے قائم تھی۔ وہ سب سر جوڑ کر بیٹھ گئے، اس کی مرمت کے بارے میں منصوبے بنانے لگے۔ اس از سر نو تعمیر کرنے کے لیے اس کا گرایا جانا ضروری تھا، تاکہ بنیادوں تک کو مضبوط بنایا جاسکے، کیونکہ سیلاب نے تو اس کی بنیادیں تک ہلا کر رکھ دی تھیں۔

سوال یہ ہے تھا کہ اسے گرائے گا کون؟

پرانی عمارت کا ڈھانا بڑا نازک مسئلہ تھا، ہاتھیوں والے ابرہہ کا انجام دیکھنے والی بوڑھی آنکھیں ابھی ان میں موجود تھیں، ابرہہ جو اس عظیم گھر کو ڈھانے کے لیے ساٹھ ہزار کا لشکر اور ہاتھی لایا تھا، اس کا کیا انجام ہوا، یہ ابھی تک ان کے حافظہ میں تازہ تھا۔ وہ اس چار دیواری کو منہدم کرنے سے خوف زدہ تھے، وہ ڈر رہے تھے کہ کہیں انہیں بھی غضب الٰہی نہ آ گھیرے۔ ان کی نیت نیک تھی، اور وہ اللہ کا گھر بنانے کی خاطر ڈھا رہے تھے۔ ایک بگاڑ میں سو بناؤ تھے۔

اس کے باوجود کوئی بھی یہ ہمت نہ پا رہا تھا کہ اسے ڈھانے کے لیے کدال اٹھائے۔

وہ اللہ کا مقدس گھر تھا، اگر اسے ڈھا دیا گیا تو اللہ جو اس گھر کا مالک تھا،

Marfat.com

ناراض ہو جائے گا، پھر ان پر کوئی نہ کوئی عذاب ضرور آئے گا۔

ہر شخص حیران تھا کہ عقل عاجز تھی کوئی صورت نظر نہ آ رہی تھی۔

انہی دنوں ایک رومی جہاز طوفان کی زد میں آ کر شعیبہ (بندرگاہ جدہ کا پرانا نام) کی گودی سے ٹکرایا اور پاش پاش ہو گیا، قریش کو اطلاع ملی تو آفت زدوں کی خبر گیری اور تباہ شدہ جہاز کے تختے تعمیر کعبہ کی نیت سے خرید لیے، تاکہ ان سے کعبہ کی چھت ڈالی جائے۔

ان بچنے والوں میں ایک مصری معمار باقوم بھی تھا۔ اس نے خود کو اس کام کے لیے پیش کر دیا، ان کے ساتھ مکہ آ گیا۔ ادھر مکہ میں ایک قبطی نجار (بڑھئی) بھی موجود تھا۔ شعیبہ سے سامان لاد کر مکہ لائے تو اب بڑا مسئلہ اندھے کنواں کا خطرناک سانپ تھا۔ محض اتفاق کہ وہ کعبہ کی دیوار پر بیٹھا دھوپ کھا رہا تھا کہ ایک عقاب اڑتا ہوا آیا اور جھپٹ کر لے گیا۔ قریش نے اسے تائید غیبی سمجھا۔

قریش نے اعلان کیا:

"اللہ کے اس گھر کی تعمیر میں اپنی پاک کمائی لگائیں، سود، لوٹ مار، زور زبردستی سے ہتھیایا ہوا مال ہرگز ہرگز اس کام میں نہ لگائیں۔"

جب سرمایہ جمع ہو گیا تو تمام خاندانوں نے اس مقدس گھر کی تعمیر کا کام تقسیم کر لیا۔ دروازے والی دیوار کی تعمیر بنی عبد مناف اور بنی زہرہ کے ذمہ ہوئی۔ حجر اسود اور رکن یمانی کی درمیانی دیوار بنی مخزوم تمیم کے حصہ میں آئی۔ پچھلی دیوار اٹھانے والے بنی سہم اور بنی جمح قرار پائے، حطیم یا حجر والا رخ بنی عبد الدار، بنی اسد اور بنی عدی نے مل کر بنانا طے کیا۔

اب انہدام کا وقت قریب آ گیا تھا۔ لوگ پھر سے لرز اٹھے۔ حالانکہ ان کا مقصد کعبہ کی تعمیر نو تھا انہوں نے قربانیاں دیں، دعائیں مانگیں، التجائیں کیں کہ رب کعبہ

Marfat.com

انہیں ہر قسم کے عذاب سے محفوظ رکھے۔ اتنے میں کدالیں آ گئیں۔ پھاوڑے جمع ہو گئے، لیکن کسی میں آگے بڑھنے کی ہمت نہ ہوئی۔ ہر طرف سناٹا طاری تھا، لوگ خاموش کھڑے تھے۔ وہ جو اللہ کے باغی تھے، اللہ کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔ اللہ سے سرکشی کرنے والوں کی گردنیں اس گھر کے سامنے جھکی ہوئی تھیں۔

حرم میں لوگوں کا ہجوم تھا، پھاوڑے موجود تھے، کدالیں پڑی ہوئی تھیں، مگر ہمت کسی میں نہ تھی سب ایک دوسرے کا منہ دیکھ رہے تھے، کافی دیر گزر گئی، اب ولید بن مغیرہ نے لرزتے ہاتھوں سے کدال پکڑی اور کعبہ کی دیوار پر چڑھ گیا اور ہاتھ اٹھا کر دعا کی:

"اے رب کعبہ! ہمارا ارادہ نیک ہے، ہم تیرے گھر کو دوبارہ بنانا چاہتے ہیں تو ہماری مدد کر اور ہمیں عذاب سے بچا۔"

یہ کہہ کر اس نے ضرب لگائی، کچھ حصہ منہدم ہو گیا، پھر رک گیا کہ دیکھیں کوئی آفت تو نہیں آتی، دیوار کے منہدم ہوتے ہی لوگ دہشت زدہ ہو گئے، خوف و ہراس سے ان کے چہرے پیلے پڑ گئے، انہیں خدشہ تھا کہ ولید ابھی کسی نہ کسی عذاب کی لپیٹ میں آجائے گا۔

رات گزر گئی، کوئی واقعہ پیش نہ آیا۔

ولید کو سلامت دیکھ کر جیسے لوگوں کو جوش آگیا، وہ اپنی اپنی کدالیں اور پھاوڑے لیے دیواریں گرانے لگیں۔ بنیادیں کھودنے لگے، تو کچھ گہرائی پر انہیں سبز رنگ کے دو بڑے بڑے پتھر دکھائی دیے جو چٹانوں کی مانند ایک دوسرے سے ملحق تھے۔ انہوں نے پھاوڑوں سے انہیں مار مار کر توڑنا چاہا، لیکن ناکام رہے۔ پھر ایک دوسرے سے جدا کرنے کے لیے جب کدالوں سے زور لگایا تو شہر میں زلزلے کی کیفیت طاری ہو گئی۔

خانہ کعبہ ناف زمین ہے۔ شاید ان پتھروں سے زمین کا توازن بگڑ رہا ہو۔

Marfat.com

شاید اسی لیے انہیں ہلاتے وقت زلزلے کے آثار پیدا ہوئے۔ جب کسی چیز کا توازن بگڑ جاتا ہے تو وہ کنٹرول سے باہر ہو جاتی ہے۔ شاید یہی وجہ رہی ہو۔ (اللہ بہتر جانتا ہے)

جب زلزلے کے آثار نمودار ہوئے تو لوگ خوف زدہ ہو گئے اور اسے اسی حالت میں چھوڑ دیا گیا، اور بنیادوں کی گہرائی کو ان پتھروں تک محدود کر دیا گیا۔

اب ہر قبیلہ اپنے اپنے حصے کی دیوار اپنے جمع کردہ پتھروں سے چننے لگا۔ مصری معمار نے اپنی فنکاری دکھائی، اور اشیاء کی کمی کے باعث کعبہ کا کچھ حصہ نیم دائرہ کی شکل میں بغیر چھت کے چھوڑ دیا گیا۔ اس کو حطیم یا حجر کہتے ہیں۔ یہ حصہ قسم کھانے، حلف اٹھانے اور معاہدہ کرنے کے وقت کام آتا۔ چونکہ کعبہ صرف پیر اور جمعرات اور خاص خاص مواقع پر کھولا جاتا، ورنہ بند رکھا جاتا تھا۔ جب چھت بنانے کی نوبت آئی تو پندرہ شہتیروں پر چھت قائم کی گئی۔ اس کی بنیاد سات ستونوں پر استوار کی گئی۔

خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت دوسرے لوگوں کے ساتھ محمد ﷺ بھی پتھر اٹھا کر لاتے تھے۔

## حجر اسود کی تنصیب

دیواریں اس حد تک پہنچیں، جہاں حجر اسود نصب کرنا تھا تو ہر قبیلہ کی انا نے سر اٹھایا۔ یہ اعزاز وہ تنہا حاصل کرنا چاہتا تھا۔ مارنے مرنے پر تل گئے۔ باہمی نزاع کا انتہائی خطرناک مقام آ گیا۔ تلواریں نیاموں سے باہر نکل آئیں۔

دعوے کی شدت کے اظہار کے لیے ایک پیالے میں خون بھرا اور اس میں انگلیاں ڈبو کر چاٹنے لگے۔ جب یہ کیفیت پیدا ہو گئی تو تعمیر کا کام چار پانچ روز کے لیے رک گیا۔ قبائل کے سرداروں میں اس اعزاز کو حاصل کرنے کی کشمکش بڑھتی چلی گئی، اس کے اختتام کی کوئی صورت نظر نہ آ رہی تھی۔ پانچ دن گزر چکے تھے، اور اب نوبت

Marfat.com

یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ بنی عبد الدار اور بنی عدی نے گٹھ جوڑ کر کے یہ فیصلہ کرلیا کہ وہ اس شرف کو کسی حالت میں دوسروں کے حوالے نہیں کریں گے۔

لوگ خانہ کعبہ کی تعمیر کے لیے اکٹھے ہوئے تھے۔ مگر اب نفرت و عداوت کا شکار ہو کر رہ گئے تھے، اور حد تو یہ تھی کہ عین حرم میں تلواریں بھی چمکنے لگی تھیں۔

اب صورت حال نے قریش کے معمر ترین سردار ابو امیہ بن مغیرہ کو پریشان کر دیا۔ سوچتے سوچتے اس کے دماغ میں ایک تجویز آئی۔ اس نے کہا:

"یا معشر قریش! تم نے چند روز پہلے جس اتفاق اور اخوت کا ثبوت دیا تھا، اسے برباد نہ کرو۔ اس طرح تم تباہ ہو جاؤ گے۔"

اس پر مجمع پکار اٹھا:

"تم ہی بتاؤ، پھر ہم کیا کریں؟"

ابو امیہ بن مغیرہ نے کہا:

"اگر تم میری بات مان لو تو ہم سب اس خون خرابے سے بھی بچ سکتے ہیں۔"

پھر ابو امیہ بن مغیرہ نے مشورہ دیا:

"اس کام کو اللہ ہی پر چھوڑ دو کل صبح جو شخص سب سے پہلے باب بنی شیبہ سے حرم میں داخل ہو اسے اپنا ثالث مان لو۔"

سب نے اس سے اتفاق کیا۔ تمام قبائل کے سردار اور امراء جمع ہو گئے، اور سب کی نظریں بنی شیبہ پر جم گئیں۔

ادھر صفا کی پہاڑیوں کے پیچھے سے مہر منور جھانکا، اور ادھر باب بنی شیبہ سے ماہ ہاشمی طلوع ہوا، بے اختیار نقارہ خلق گونجا:

"یہ تو امین (ﷺ) آرہا ہے، یہ تو امین آرہا ہے، ہم اس (ﷺ)

Marfat.com

سے راضی ہیں۔"

ابو امیہ بن مغیرہ نے محمد ﷺ سے مخاطب ہو کر کہا:

"یا محمد (ﷺ) حجر اسود کو مقررہ مقام پر نصب کرنے کے سلسلہ میں زبردست نزاع پیدا ہو چکی ہے، ہر قبیلہ اس شرف کو حاصل کرنے کے لیے قتل و غارت پر تل گیا ہے۔ میں نے اس خون خرابے کو روکنے اور اس کا حل نکالنے کے لیے تجویز پیش کی تھی کہ باب الصفا سے جو قریشی ان سب سے پہلے داخل ہوگا۔ وہی ہمارا حکم ہوگا۔ اس وقت سب سے پہلے آپ (ﷺ) اندر آئے ہیں۔ لہٰذا اس کا فیصلہ کریں۔ ہم سب آپ ﷺ کا حکم ماننے کے پابند ہیں۔"

محمد ﷺ نے حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا:

"کیا آپ لوگ میرا فیصلہ تسلیم کریں گے؟"

مجمع نے جواب دیا:

"بے شک آپ (ﷺ) صادق و امین ہیں۔ ہمیں آپ (ﷺ) کا ہر فیصلہ قبول ہوگا۔ آپ (ﷺ) یقیناً انصاف کریں گے۔"

آپ ﷺ نے کندھے سے ردائے مبارک اتاری، اور صادق امین ﷺ نے اپنے دست مبارک سے حجر اسود اس کے درمیان رکھا۔ پھر حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"تمام قبائل اپنی بڑی بڑی جماعتوں میں سے ایک ایک نمائندہ چن لیں۔"

پہلی بڑی جماعت نے بنی عبد مناف میں عتبہ بن ربیعہ، دوسری نے ابو زمعہ تیسری نے ابو حذیفہ بن مغیرہ اور چوتھی نے قیس بن عدی کو اپنا نمائندہ چن لیا۔

Marfat.com

اب محمد ﷺ نے فرمایا:

''ہر قبیلے کا سردار اس چادر کو تھام لے۔''

ہر قبیلے کے سردار نے چادر کا ایک ایک کونہ تھام لیا۔

اب محمد ﷺ نے کہا:

''اس چادر کو تھام کر مقررہ مقام تک لے چلو۔''

یہ نمائندے چادر کا کونہ تھامے ہوئے جب دیوارِ کعبہ کے پاس اس جگہ پہنچ گئے جہاں حجرِ اسود کو نصب کرنا مقصود تھا، تو مجسمِ دعائے خلیل نے تعمیرِ خلیل میں تکمیلی پتھر یعنی حجرِ اسود کو اپنے دستِ مبارک سے نصب کیا۔

فراستِ امین ﷺ نے خانہ جنگی کے لیے خون میں ڈوبی ہوئی انگلیوں میں ردائے الفت تھمادی اور یوں بحسن وخوبی کٹھن مرحلہ طے ہوا۔

محمد ﷺ نے حجرِ اسود مقررہ مقام پر نصب کیا تو مجمع میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، تلواریں میانوں میں چلی گئیں۔ نفرت کی آگ سرد ہوگئی، ہر قبیلہ اپنی نمائندگی پر شاداں وفرحاں تھا۔

کعبہ کی تعمیر چند دنوں میں مکمل ہوگئی، کیونکہ اب کوئی پیچیدہ مسئلہ باقی نہ رہا تھا۔ کعبہ کے ستونوں پر چھت ڈال دی گئی، اور اندر داخل ہونے کے لیے ایک دروازہ رکھ دیا گیا۔ جس کے پاس ہی ہبل کا بت تھا اور عمارت کی کرسی اتنی اونچی رکھی گئی کہ زینہ لگانا پڑے۔

## بتوں کی خدائی

کعبہ کی تعمیرِ نو ہوئی تو مشرکانہ دماغوں نے حسن کاری کے طریقے سوچے، عمارت کے اندر انبیاءِ کرام علیہم والسلام والصلوٰۃ کی تصاویر بنائیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام

Marfat.com

اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو تیروں سے فال نکالتے دکھایا گیا۔ بیرونی آرائش وزیبائش کے لیے ۳۶۰ بت رکھے گئے۔ ان پر چڑھاوے اور نذرونیاز کے انبار لگتے۔

اسی دورِ جہالت کا ایک واقعہ ایک غلام صحابی نے دورِ اسلام میں سنایا:

''میرا مالک بڑے جتن سے میرے ذریعے مکھن اور دودھ کا چڑھاوا ایک بت کے سامنے رکھتا اور مجھے تاکید کرتا۔''

''خبردار، کھا پی نہ لینا ورنہ بتوں کی لعنت سے بچ نہ سکو گے۔''

وہ صحابی کہتے ہیں:

''میں اپنی آنکھوں سے دیکھتا، جونہی وہ چیزیں بت کے سامنے رکھی جاتیں کہیں سے ایک کتا آتا۔ دودھ مکھن چٹ کرتا، اور پھر ٹانگ اٹھا کر بت پر پیشاب کرتا اور پھر ادھر ادھر ہو جاتا۔''

ایک قبیلہ نے پتھر کے بجائے آٹے کا قد آدم بت بنایا۔ معبود بنا کر اس کی پوجا کی۔ قحط سالی آئی تو کاٹ کاٹ کر ہضم کر گئے۔ ایک قبیلہ نے لکڑی کا بت تراشا، بہت قد آور، سردیوں کے دن آئے تو مسافر چوری سے اسے کاٹ کاٹ کر چولہوں کا ایندھن بناتے۔

بنو جرہم کی شہوت پرستی کو وہ بزرگی عطا کی گئی کہ خانہ کعبہ کے مجرم بھی دیوتا بنا دیئے گئے، نائلہ بنت دیک ایک حسین عورت نیم عریاں لباس کی نمائش حسن کے ساتھ طواف کرتی تھی ایک مستانہ ہجوم اس کے تعاقب میں ہوتا۔ ایک نوجوان سردار اساف بن نبعی بھی نائلہ کے شیدائیوں میں سے تھا۔ شراب میں بدمست بنو جرہم حرم کعبہ کی بے حرمتی پر احتجاج کی بجائے اساف و نائلہ کے حسن و عشق کی داستان فخریہ بیان کرنے لگے۔ ان کے مرنے کے بعد ان کے بت بنائے اور مظہر عشق و محبت قرار دے کر پرستش کرنے لگے، یہ چاہ زمزم کے کنارے نصب تھے۔ صادق و امین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی فہم وفراست والی ہستی بندگان خدا کی ان حرکتوں کو دیکھتی تو حیا سے سر جھکا لیتی۔ ان ہنگامہ آرائیوں سے بچنے

Marfat.com

کے لیے تنہائی کو ہ دامن کا سہارا لیتی۔ مکہ کی چند سعید فطرتوں کو متوجہ کرتی۔

## مکہ کی سعید روحیں

ان چند لوگوں میں جو اس فکری ہم آہنگی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شریک صحبت تھے۔ ان میں ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ بنی تیمم کا یہ سلیم الطبع شخص اس وقت قریب ہوا، جبکہ وہ اٹھارہ سال کا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیس سال کے۔ دونوں بیس سال تک اپنی قوم کی بد نصیبی کم نگہی اور ذلت پر افسوس کرتے رہے۔

حکیم ابن حزام بھی قریش کے معزز لوگوں میں سے تھے، وہ عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پانچ سال بڑے تھے، لیکن فکری ہم آہنگی نے ایک دوسرے کو رشتہ محبت میں استوار کر دیا تھا۔ یہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے تھے، اور فتح مکہ کے بعد دولت ایمان سے مالا مال ہوئے۔

اس عہد جاہلیت کے ایک دوست قبیلہ از وشنواۃ کے ضماد بن ثعلبہ تھے۔ طب اور جراحی ان کا پیشہ تھا۔ اعلان نبوت کے بعد جب قریش نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مجنوں مشہور کر دیا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے آئے تا کہ علاج کریں۔

اس نے پوچھا:

''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا تکلیف ہے؟''

جواب میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیات قرآنی سنائیں۔ ان کی تاثیر سے ایمان لے آئے۔

حضرت صہیب بن سنان رومی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ بھی اس زمانے کے ملنے والے ہیں۔ یہ سب بت پرستوں کی حرکتوں پر کڑھتے تھے۔ قریبی رشتہ داروں میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ، حضرت

Marfat.com

عبدالرحمن ابن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ ابن حجش رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے ہیں اور الصادق اور الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک سیرت اور باتوں کی خوشبو سے اثر لے رہے تھے، اور ہم خیال اور ہم فکر تھے۔

❀❀❀❀

Marfat.com

# بعثت کی شہادتیں

## حرا کی تسکین قلب خلوتیں

اشرف المخلوقات انسان کا بتوں کے سامنے اس درجہ گرنا آپ ﷺ سے دیکھا نہ گیا۔ ہمیشہ ایک فکر دامن گیر رہتی۔

''کیا انسان اسی لیے پیدا کیا گیا ہے، کیا جبین نیاز اسی آستانہ کے لیے بنی ہے؟''

طبیعت تنہائی کی طرف مائل ہونے لگی۔ شریک حیات آپ ﷺ کے مزاج کو سمجھتی تھیں۔ آخر اپنی مضطرب اور بے چین فطرت کی آسودگی کے لیے کوہ ودمن میں نکل جانے لگے۔ شہر اور اس کے ہنگاموں سے دور۔

ایک دن خیالات میں کھوئے ہوئے تین میل دور نکل آئے تو سامنے جبل نور تھا۔ اس پر چڑھنے لگے تو اس غار تک پہنچ گئے، جہاں رمضان کے مہینے میں آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب اعتکاف کیا کرتے تھے۔ یہاں پہنچے تو طبیعت نے زیست کا مزہ پایا۔ اضطراب نے سکون کا دامن تھاما۔ حرا نے فکر کی راہیں کھول دیں۔ پرسکون فضاؤں نے معبود حقیقی کی طرف متوجہ کیا۔

غار قدرتاً کعبہ رخ ہے۔ یہاں بیٹھے تو اس انداز سے جیسے ہم التحیات میں بیٹھتے ہیں۔ نگاہیں قلب کی جانب مالک حقیقی سے لو لگائے ہوئے۔ محدثین نے اس انداز عبادت کو ''تحنث'' کا نام دیا ہے۔ یہ تنہائی بہت راس آئی۔ صبح سے شام ہو جاتی۔ گھر

Marfat.com

لوٹتے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

''سکونِ قلب کا سامان ہو گیا ہے۔ کچھ دنوں کے لیے زادِ راہ ستو اور چھاگل میں پانی دے دو۔''

اب تو حرا کی خلوتیں تسکینِ قلب کا باعث ہیں، اور پھر یہ معمول بن گیا، دن ہفتوں میں ہفتے مہینوں میں اور مہینے سالوں میں تبدیل ہونے لگے۔ یہ عبادت تحنث پانچ سالوں پر محیط ہے۔

بعض انبیاء کرام علیہم السلام کی زندگیوں میں پہاڑوں کی بڑی اہمیت ہے۔ توبہ کے بعد حضرت آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کی ملاقات جبل رحمت پر ہوئی۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کوہ جودی پر ٹھہری۔ کوہ صفا و مروہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام، ہاجرہ علیہا السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام سے خاص نسبت ہے، کوہ طور حضرت موسیٰ علیہ السلام، کوہ زیتون حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور جبل ثور حضرت محمد ﷺ کے لیے اہم ہیں۔

## جبلِ نور

مکہ سے تین میل کے فاصلے پر جبل نور (روشنی کا پہاڑ) جو شمال مشرق میں منیٰ و عرفات کو جاتے ہوئے بائیں ہاتھ پر سڑک سے چند فرلانگ پر ہے۔ زمانہ قدیم میں اسے جبل حرا کہتے تھے۔ یہ پہاڑ ایک ریتلے میدان کے درمیان میں واقع ہے۔ جو تقریباً دو ہزار فٹ اونچا ہے۔ اس کے چاروں اطراف میلوں تک نگاہوں کو روکنے والی کوئی چیز نہیں۔ بہت بڑا بنجر ٹیلا جس میں بہت سی گھاٹیوں نے شگاف ڈال دیے ہیں۔ دور دور تک نہ کوئی ٹھہرنے کی جگہ ہے اور نہ سایہ دار درخت، نہ کوئی سوتا اور نہ کوئی چشمہ۔ زمانہ جاہلیت میں رات کے وقت حجاج کی رہنمائی کے لیے اس کی چوٹی پر روشنی کی جاتی تھی تاکہ عرفات سے آنے والے راستہ پاسکیں۔ دن میں انوکھی وضع قطع کی بنا پر

Marfat.com

دور سے ہی پہچان لیا جاتا ہے۔

## غارِ حرا

غار حرا چٹانوں کے گر جانے سے بنا ہے۔ اس تک پہنچنے کے لیے چکردار چڑھائی ہے۔ قدرتی طور پر زینے جیسے بن گئے ہیں۔ چوٹی کے قریب بالائی حصہ ہموار ہے، اور باقی آدھا سو سوا سو فٹ اوپر اٹھا ہوا ہے۔ ہموار حصے پر ٹیلے کے کنارے دو بڑی سلیں، قدرتی طور پر اوپر سے مل گئی ہیں، جس سے خیمے کی سی شکل کا غار بن گیا ہے۔ غار مستطیل شکل کا ہے اور قدرتاً کعبہ رخ ہے اندر سے تقریباً چار گز لمبا پونے دو گز چوڑا اور اتنا اونچا ہے کہ ایک آدمی آسانی سے کھڑا ہو کر نماز ادا کر سکتا ہے۔ فرش قدرتاً مسطح ہے جس پر آرام سے پاؤں پھیلا کر سویا جا سکتا ہے۔ سلوں کے ملنے سے قدرتی طور پر دھوپ اور بارش سے بچاؤ ہو جاتا ہے۔

## مقام جنت فکر و منظر

فضا گرد و غبار سے پاک ہو تو جبل حرا سے سمندر بھی دکھائی دیتا ہے۔ جو تقریباً پینتالیس میل کی مسافت پر واقع ہے۔ دن ہو یا رات یہاں ایک ملکوتی سکون کی فضا رہتی ہے۔ جویائے حق کے لیے یہ مقام جنت فکر و نظر ہے۔ ہمہ وقت نظروں کے سامنے بیت اللہ جس کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔ یہاں تین چیزیں جمع ہو گئی ہیں۔ فکر کے لیے خلوت، نظر کے لیے کعبہ اور عبادت کے لیے سکون۔

## نورٌ علیٰ نور

حرا کے لفظی معانی ہیں تلاش و جستجو کا غار۔ اسم با مسمی اس کی فضیلتیں بے حد و بے شمار ہیں وہ جگہ ہے جو امام الانبیاء ﷺ اور خاتم النبیین ﷺ کی عبادت گاہ ہے۔

Marfat.com

یہی وہ مقام ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر اٹھائے جانے کے ۶۱۰ سال بعد زمین و آسمان کا دوبارہ ربط وحی کے ذریعہ قائم ہوا تھا۔ یہیں خیر البشر ﷺ اور سید الملائک علیہ السلام کا پہلا معانقہ ہوا تھا۔ چودہ صدیوں سے زائد عرصہ گزرنے کے بعد بھی حرا اس کیف آگیں منظر کا شاہد ہے جس کا لطف اس نے برسوں پہلے اٹھایا ہے۔

دل مضطر کا سکون خلوت کدہ حرا میں تھا۔ یہیں بشارت نبوت ملی۔ پیر کا دن اور ربیع الاول کا مہینہ۔ یہ روز اور یہ مہینہ حیات نبوی ﷺ میں بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ ان ہی مبارک ساعتوں میں ولادت ہوئی نبوت میں۔ ہجرت کی اور سفر آخرت اختیار کیا۔ زماں و مکان کا یہ پیمانہ کن کن برکتوں کا حامل ہے۔

رویائے صادق (سچے خواب) کو نبوت کا چھیالیسواں حصہ کہا جاتا ہے۔ اس طرح ۲۳ سالہ دور نبوت کا چھیالیسواں حصہ چھ ماہ بنتا ہے۔ اس زمانے میں جو نوید نبوت کے بعد شروع ہوتا ہے، حضور ﷺ کثرت سے خواب دیکھا کرتے۔

## رویائے صادقہ

معتکف حرا کی زندگی کا چالیسواں سال تھا کہ سچے خواب نظر آنے لگے۔ جو نیند کی حالت میں دیکھتے وہ سپیدی سحر کی طرح ظہور پذیر ہوتے۔ آپ ﷺ پر حقیقت کھلنے لگی اور تاریکی کے پردے تار تار ہونے لگے۔ برسوں کی عبادت و ریاضت سے روشنی پھوٹنے لگی۔ کچھ دنوں تک آپ ﷺ کو ایک آواز سنائی دیتی رہی۔ پھر ایک روشنی دکھائی دیتی رہی اور کچھ نظر نہ آتا تھا۔ دل کہتا، کچھ ہونے والا ہے۔ ذہن کسی انجانی سطح کی طرف بلند ہو رہا تھا، ہر لمحہ پردہ غیب سے کسی نمود کا منتظر رہنے لگا۔ یوں لگتا جیسے کوہ و دمن کی تنہائی غار حرا میں محصور ہو گئی۔ غور و فکر، انہماک و استغراق کی کیفیت اوج کمال پر پہنچ گئی۔ نگاہیں رہ رہ کر آسمان کی طرف اٹھنے لگیں جبین نیاز بار بار سجدہ ریز ہونے لگی۔

Marfat.com

معتبر احادیث کی کتب میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

آپ ﷺ نے فرمایا:

"نبوت سے چند دن پیشتر میں جس درخت یا پتھر کے قریب سے گزرتا، وہ کہتا:

"السلام علیك یا رسول اللہ (ﷺ)"

## سمندِ شوق کو مہمیز

محمد ﷺ کی عمر انتالیس سال سے زائد ہو چکی تھی۔ وہ اپنی بیٹیوں، زینب رضی اللہ عنہا، رقیہ رضی اللہ عنہا اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادیوں سے فارغ ہو چکے تھے۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا ابھی دودھ پیتی بچی تھیں۔ علی رضی اللہ عنہ کمسن تھے۔ زید رضی اللہ عنہ جوان تھے۔ تجارت کا کاروبار کارندوں کے سپرد تھا۔ تنگ دستی و فکر نہیں رہی تھی۔

محمد ﷺ غارِ حرا میں تحنث کی حالت میں تھے، دل میں اپنے معبود کو پا لینے کی تڑپ تھی۔ کائنات کے سربستہ رازوں سے آشنا ہونے کی تڑپ اب ہر روز بڑھتی جا رہی تھی۔ ان کی سوچ کے تین مختلف نقطے، خالق، اور مقصود ہیں۔ جنہیں سمجھنے کے لیے مکمل تنہائی اور یکسوئی کی ضرورت ہے۔ سوچ کا یہ سیمابی دھار الخطہ بہ لخطہ تیز تر ہوتا جا رہا تھا۔ روح کا یہ ملکوتی اور مقدس اضطراب محبوب حقیقی تک پہنچنے کے لیے سمندِ شوق کو مہمیز لگا رہا تھا، اور روح پکار پکار کر کہہ رہی تھی:

> "اے معبود حقیقی تو کہاں ہے۔ کیوں اپنے چہرے سے نقاب نہیں الٹ دیتا۔ کیوں اپنے جمال جہاں آراء سے ان تاریکیوں کو دور نہیں کرتا جن سے میں مضطرب ہوں۔"

مکہ شب کی سیاہی کے دبیز پردوں میں مستور تھا، تاہم ٹمٹماتی ہوئی روشنیاں مختلف جگہوں پر نظر آتی تھیں۔ اگرچہ آدھی رات ہونے کو آئی تھی تاہم چوپالوں

Marfat.com

میں رقص، سرود کی محفلیں ابھی تک اپنے جوبن پر تھیں۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اولاد آدم کا غم سینے میں دبائے اندھیری راتوں میں اسی طرح اپنے خالق و مالک سے ہدایت کے طالب رہتے۔ ہر روز، روزِ امید اور ہر شب، شبِ نوید کا یقین ہے۔ تاہم بے تابی اور بے قراری ہر لحظہ بڑھتی جا رہی ہے، کیونکہ محبت کے اس آتش فشاں کے انفجار کا وقت اب قریب آپہنچا ہے۔

## غارِ حرا کی خلوتیں جگمگا اٹھیں

قمری سال سے عمر مبارک چالیس سال ایک دن ہوئی تو ۹ ربیع الاول ۴۱ نبوی میلادی (بمطابق ۱۲ فروری ۶۱۰ئ) پیر کی شام غار حرا کی خلوتیں جگمگا اٹھیں۔ غار حرا کے اندھیرے میں یکا یک روشنی ہوئی۔ روح الامین امرِ حق کے ساتھ ظاہر ہوئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونک اٹھے۔

سامنے فرشتہ موجود تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے یوں اپنے سامنے دیکھ کر حیران رہ گئے فرشتہ کہتا ہے:

"محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! بشارت قبول ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اور میں جبرائیل ہوں۔"

جبرائیل علیہ السلام، اللہ کا کلام انبیاء کرام علیہم السلام تک پہنچانے پر مامور تھے۔ جبرائیل امین کے لیے ناموس اکبر، روح القدس، روح الامین اور بعض جگہ قرآن میں صرف روح کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے ہیں۔

## آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں

یہ نوید اور واقعہ اتنا غیر متوقع اور ناگہانی تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عظیم اور غیر معمولی تجربے سے گھبراہٹ محسوس کرنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے پہلے کبھی گمان بھی

Marfat.com

نہیں گزرا تھا کہ آپ ﷺ نبی بنائے جانے والے ہیں۔

اس انوکھے تجربے اور احساس ذمہ داری نے جسم پر کپکپی طاری کر دی، گردن اور کندھوں کے درمیان کا گوشت پھڑپھڑانے لگا، کانپتے اور لرزتے آپ ﷺ حرا کی خلوتوں سے باہر نکلے تیزی سے جبل نور سے اترنے لگے۔ پہاڑ کے وسط میں پہنچے تو ایک ندا آئی:

''اے محمد ﷺ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبرائیل ہوں۔''

آپ ﷺ نے سر اٹھا کر دیکھا تو جبرائیل علیہ السلام آسمان کے کنارے پر ایک آدم کی شکل میں کھڑے تھے۔ ان کے دونوں قدم آسمان کے افق پر تھے۔ جس حصہ آسمان پر نظر پڑتی ہے، جبرائیل علیہ السلام موجود تھے، اور زبان پر وہی بشارت:

''اے محمد ﷺ! آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبرائیل ہوں۔''

آسمان کی رفعتوں سے چار دانگ عالم کی وسعتوں میں اس اعلان کے بعد جبرائیل علیہ السلام نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ اس منظر کو دیکھنے کے بعد قلب محمد ﷺ جلال الٰہی سے لبریز ہو گیا۔

## بارِ نبوت سے گرانبار قلب

تجربہ جو حادثہ کے برابر تھا۔ گھبراہٹ اور اضطراب جو دل پر چھایا ہوا تھا۔ اس کیفیت میں گھر پہنچے تو شریک زندگی سے فرمایا:

"زملونی زملونی"

''مجھے چادر اوڑھا دو۔ مجھے اوڑھا دو۔''

جاں نثار رفیقہ حیات نے لرزتے ہاتھوں سے جلدی جلدی ایک پلنگ پر بستر بچھایا، اور حضور ﷺ کے لیٹ جانے پر انہیں کمبل اوڑھا دیا۔

Marfat.com

کچھ دیر بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت سنبھل گئی، انہوں نے روئے مبارک سے کپڑا سرکا دیا، اور فرمایا:

"خدیجہ (رضی اللہ عنہا) میں ایسے واقعات دیکھتا ہوں کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہو گیا ہے۔"

رفیق حیات نے جان مضطرب پر تسکین کا مینہ برسایا:

"آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ڈر کس بات کا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہو جائیے، اللہ تعالیٰ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسوا نہ کرے گا۔"

"اللہ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اندوہ گیں نہ کرے گا، میں دیکھتی ہوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اقرباء سے نیک سلوک کرتے ہیں، ناتواں، بے کسوں اور غرباء کا بوجھ اٹھاتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صادق القول ہیں۔ بے سہارا لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، ناداروں کو اپنی کمائی دیتے ہیں مہمانوں کی تواضع کرتے ہیں، نیک کاموں میں مدد دیتے ہیں، مصائب میں حق کے معاون و مددگار ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کریمانہ ہیں۔"

نور نبوت سے منور چہرے کو دیکھنے، بار نبوت سے گرانبار قلب کو ٹٹولنے کے بعد خلوت و جلوت کی شریک زندگی، محرم راز کی وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ کی ربانی شہادت پر انسانی تصدیق تاریخ کا ایسا بے مثل صداقت نامہ ہے، دہلیز نبوت پر قدم رکھنے پر بیوی کی جانب سے عطا ہوا۔ بیوی سے بڑھ کر اور کون خاوند کے مزاج کا واقف کار ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

## طالبِ خیر

حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

''ایک دن میں صحن کعبہ میں جو یائے حق زید بن عمرو بن نفیل کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، اتنے میں امیہ بن ابی الصلت ان کے پاس یہ کہتے ہوئے آیا:

''اے طالبِ خیر تمہارا کیا حال ہے؟ کیا تم اپنا مقصود پا گئے؟''

زید بن عمرو بن نفیل نے کہا:

''نہیں، تلاش و جستجو جاری ہے۔''

پھر انہوں نے ایک شعر پڑھا:

''تمام ادیان قیامت کے دن بجز اس دین کے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور سوائے ملت حنیف کے ہلاک ہو جائیں گے۔''

یہ شعر سن کر امیہ بن ابی الصلت نے پوچھا:

''اچھا یہ تو بتاؤ یہ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جن کا انتظار ہے۔ اہل فلسطین میں سے ہوں گے یا ہم میں سے؟''

حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے کسی نبی کے مبعوث ہونے کا ذکر سنا۔ محفل برخواست ہوئی تو سیدھا ورقہ ابن نوفل کے گھر پہنچا، جو آسمانی کتابوں کا عالم اور صاحب بصیرت معمر نصرانی راہب تھا، میں نے ساری گفتگو دہرائی، کچھ سوچ کر جواب دیا:

''تمام اہل کتاب اور علماء دین متفق ہیں کہ نبی منتظر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

Marfat.com

عرب کے اعلیٰ خاندان ہی سے ہوگا، میں ان کے نسب سے واقف ہوں۔تمہاری قوم مطلوبہ معیار پر پوری اترتی ہے۔“

حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

”وہ نبی (ﷺ) کیا پیغام لائیں گے؟“

ورقہ ابن نوفل نے کہا:

”جو اللہ تعالیٰ حکم دے گا، وہی بیان کریں گے، اور وہ کبھی ظلم کی بات نہیں کریں گے۔“

حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

”میں نے یہ بات گرہ میں باندھ لی۔“

## ربِ کعبہ کی قسم تم ہی وہ آدمی ہو!

حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”اس واقعہ کے چند دن بعد میں تجارتی سفر پر یمن گیا وہاں قبیلہ ازد کے ایک شخص کا مہمان ہوا، جو کتب سماویہ کا ماہر تھا۔اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا:

”میرا خیال ہے تم سرزمین حرم کے باشندے ہو۔“

میں نے اثبات میں سر ہلایا:

اس سماویہ کتب کے عالم نے کہا:

”جہاں تک میں سمجھتا ہوں قریشی ہو۔“

میں نے اس کی بھی تصدیق کی۔

اب اس عالم نے کہا:

”پھر تو تم یقینا بنی تمیم سے ہو۔“

Marfat.com

میں نے اپنا نسب بتایا:
''تمیم بن مرہ کے خاندان سے ہوں۔''
وہ عالم خوشی سے گویا ہوا۔
''بس اب صرف ایک نشانی دیکھنی باقی ہے۔ ذرا اپنا پیٹ تو دکھاؤ۔''
میں نے کہا:
''آخر کیا بات ہے، جب تک تم حقیقت نہیں بتاؤ گے تمہاری بات مان کر نہ دوں گا۔''
اس عالم نے جواب دیا:
''میرا علم اور آسمانی کتابیں کہتی ہیں کہ سرزمین حرم میں ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے۔ اس کے معین اور مددگار دو شخص ہوں گے۔ ایک ادھیڑ اور ایک جوان، ادھیڑ کا حلیہ تم سے ملتا جلتا ہے، اس کے پیٹ پر سیاہ تل اور بائیں ران پر ایک خاص نشان ہوگا۔ جوان وہ تو خطروں میں بے خوف گھسنے والا اور مشکلوں کا حل کرنے والا ہوگا۔ (اشارہ حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کی طرف تھا) اب اپنا پیٹ تو دکھادو۔''
میں نے کپڑا ہٹایا تو ادھر ادھر دیکھا، پھر کہہ اٹھا:
''رب کعبہ کی قسم! تم ہی وہ آدمی ہو جس کی آسمانی کتابیں خبر دے رہی ہیں، تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اس کی ہدایت سے انحراف نہ کرنا، صراط مستقیم کو مضبوطی سے پکڑنا۔ ان نبی (ﷺ) سے بے رخی نہ برتنا۔''

Marfat.com

"یہ باتیں میرے لوحِ دل پر نقش ہو گئیں، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت کا اعلان فرمایا تو بلا تردد ایمان لے آیا۔"

حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"جب تجارتی مصروفیات سے فارغ ہوا تو رخصتی ملاقات کے لیے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے بڑی لجاحت سے کہا:

"اب جبکہ تم حرم کو واپس جا رہے ہو میرا ایک کام کر دو۔"

حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

"بتلائیے۔ کیا کام ہے؟"

شیخ نے کہا:

"میں نے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں چند اشعار کہے ہیں۔ انہیں لے کر ان کی خدمت میں پہنچا دو۔"

حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

"میں نے اشعار حفظ کر لیے اور مکہ کی جانب چل پڑا، طواف کعبہ کے بعد جب اپنے گھر پہنچا، میری آمد پا کر شیبہ، ربیعہ، ابو جہل، عقبہ بن ابی معیط اور ابو البختری مجھ سے ملنے آئے۔ میں نے اس غیر متوقع آمد پر بے اختیار پوچھا:

"کیا بات ہے؟ کوئی غیر معمولی واقعہ تو نہیں ہوا؟"

وہ کہنے لگے:

"ہاں، ایک غیر معمولی واقعہ رونما ہوا ہے۔ اس لیے تو آئے ہیں۔ عبد المطلب کا یتیم پوتا دعویٰ کر رہا ہے، کہ میں اللہ کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوں، ہم بڑی بے چینی سے تمہارے منتظر تھے، ورنہ کبھی کے ایک

Marfat.com

رائے قائم کر چکے ہوتے۔ اب تم آ گئے ہو تو تمہارا مشورہ درکار ہے۔"
حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:
"میں نے انہیں باتوں میں لگا کر خوبصورتی سے ٹال دیا۔"

## سوقِ عطارین

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مزید فرماتے ہیں:
"جب وہ لوگ چلے گئے تو میں حکیم بن حزام سے ملنے گیا۔ جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے ہیں، کچھ دیر گزری تو ان کی ایک باندی باہر سے آئی اور کہنے لگی:
"اے حکیم! آج تمہاری پھوپھی کہتی پھر رہی ہیں کہ ان کے شوہر ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح نبی مرسل ہیں۔"

یہ سننا تھا کہ میں وہاں سے کھسک گیا، اور سوق عطارین کے پیچھے خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر دار خزیمہ آیا۔ اس ہستی سے ملنے کے لیے جس سے پچھلے اٹھائیس سالوں میں دن کے اجالوں اور رات کی تاریکیوں میں بارہا مل چکا تھا لیکن آج چہرہ انور پر نظر پڑی تو بات ہی کچھ اور تھی، اور نور نبوت سے مستنیر، لمس جبرائیل علیہ السلام سے مشکبو جمیل الشیم، شفیع الامم، صاحب جود و کرم، نگاہیں چار ہوئیں تو سر سے بلائیں لیتی ہوئیں پابوسی کا شرف حاصل کرنے لگیں۔ قدموں پر نظریں جم کر رہ گئیں۔"

## معدنِ حق و صداقت

آپ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

''اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ)! اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام مخلوقات کی طرف اپنا رسول بنایا ہے۔ تم مجھ پر ایمان لے آؤ، یمن کا وہ شیخ جس سے تم مل کر آئے ہو میری دلیل نبوت ہے۔''

حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''یمن میں تو بہت سے شیخ ہیں جن سے ملاقات ہوئی۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''وہ شیخ جس نے اشعار کا تحفہ بھیجا ہے۔''

حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات کی خبر کس نے دی؟''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جبرائیل علیہ السلام وہ معزز فرشتہ جو انبیاء کے پاس وحی لاتا ہے۔''

حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ ہی سے معدن حق و صداقت ہیں اپنا دست حق بڑھائیے۔

اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریك لہ واشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ۔

## وہ برحق ہے اس کی پیروی کرو

امیہ بن ابی الصلت طائف میں رہتا تھا۔ قبیلہ ثقیف کے ابوالصلت عبداللہ بن زمعہ کا بیٹا تھا۔ زمانہ جاہلیت کا شاعر تھا مگر توحید باری کا قائل تھا۔ کلام میں زاہدانہ رنگ

Marfat.com

تھا۔ کہا جاتا ہے:

''اس نے قریش کو مشورہ دیا تھا کہ خطوط کی ابتداء باسمك اللّٰھم سے کیا کریں۔''

شام کے یہود و نصاریٰ سے اس نے بھی نبی آخر الزماں ﷺ کے ظہور کی خبر سن رکھی تھی۔ یہ جانتا تھا کہ ان ﷺ کا ظہور عرب میں ہوگا، ابوسفیان جب تجارت پر جاتے تو اس سے اکثر اس موضوع پر گفتگو کرتا اور خاص طور پر ابوسفیان کے خسر عتبہ بن ربیعہ کے اخلاق و اطوار کے بارے میں پوچھا کرتا۔ ایک بار اس نے عتبہ کی عمر کے بارے میں سوال کیا۔

ابوسفیان نے بتایا:

''وہ سن رسیدہ ہے۔''

جب ابوسفیان نے اس غیر معمولی دلچسپی کا سبب پوچھا تو اس نے بھید کھولا:

''میں نے اہل کتاب سے سنا ہے کہ عرب میں ایک پیغمبر مبعوث ہوگا۔ میرے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ وہ میں ہی ہوں، جب اہل علم سے تبادلہ خیال ہوا تو انہوں نے بتایا کہ وہ نبی عبد مناف سے ہوگا، اس کنبہ میں عتبہ بن ربیعہ سے زیادہ کسی کو منصب نبوت کا اہل نہ پایا، لیکن تم کہتے ہو کہ اس کی عمر زیادہ ہے، وہ پیغمبر چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوگا، لہٰذا اس کے بارے میں میرا گمان غلط نکلا۔''

حضور ﷺ کے اعلان نبوت کے بعد جب ابوسفیان کی ملاقات ہوئی تو ازراہِ مذاق کہا:

''اے امیہ! تجھے جس پیغمبر کا انتظار تھا وہ ظاہر ہوگیا۔''

امیہ نے کہا:

Marfat.com

''پھر تو وہ برحق ہے، اس کی پیروی کرو۔''

جب پلٹ کر اس سے یہی سوال کیا گیا تو کہنے لگا:

''میں اپنے قبیلے والوں سے یہی کہتا رہا کہ وہ میں ہی ہوں اب کس منہ سے اپنی بات سے پھر جاؤں۔ اگر تو نے اس کی مخالفت کی تو میں صاف دیکھ رہا ہوں کہ بکری کی طرح گردن میں رسی ڈال کر لوگ تجھے ان کی خدمت میں لے جائیں گے، اور جو چاہے گا۔ تیرے بارے میں حکم دے گا۔''

## ابی الصلت کی بدقسمتی

کہتے ہیں کہ کسی موقع پر امیہ بن ابی الصلت حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ کی شان میں قصیدہ پڑھا اور مدح سرائی کی۔ حضور اکرم ﷺ نے اسے سورہ طٰہٰ پڑھ کر سنائی، بے اختیار بول اٹھا:

''یہ کسی بشر کا کلام نہیں ہے۔''

حضور ﷺ نے فرمایا:

''مجھ پر ایمان لے آؤ اور صراط مستقیم اختیار کرو۔''

امیہ بن ابی الصلت نے کہا:

''میں کوئی کام اپنے بھائی بندوں سے پوچھے بغیر نہیں کرتا۔ مشورہ کے بعد بہت جلد لوٹ آؤں گا۔''

گھوڑے پر سوار ہو کر بجائے وطن کے شام کی طرف روانہ ہوا۔ ایک بہت مشہور گرجا میں پہنچا اور وہاں عبادت میں مشغول ہوا، راہبوں سے صورت حال بیان کی۔ ان میں سے بڑے پادری نے اپنے ساتھ آنے کو کہا:

Marfat.com

ایک کمرے میں لے گیا۔ جہاں دیواروں پر انبیاء علیہم السلام کی تصاویر بنی ہوئی تھیں۔ اس نے کہا:

''ان میں سے وہ کون ہے جس سے تو مل کر آیا ہے؟''

امیہ بن ابی الصلت نے شبیہہ کی طرف اشارہ کیا۔ پادری نے کہا:

''فوراً لوٹ کر جا اور ان پر ایمان لے آ۔ یہی خاتم النبیین (ﷺ) ہیں۔''

کچھ مدت بعد جب وہ حجاز لوٹا تو غزوہ بدر واقع ہو چکا تھا۔ جس میں قریش کے نامی گرامی سردار مارے جا چکے تھے۔ اس نے سوچا اگر حضور ﷺ نبی ہوتے تو اپنی قوم کے اشراف کو قتل نہ کرتے۔ پھر اس نے ان کا مرثیہ لکھا اور طائف کی طرف چل دیا۔

## دل کی نافرمانی

اس کے بعد وہ ایک امیر الحفج کے پاس گیا، اور مدح وستائش اور عیش و عشرت میں زندگی بسر کرنے لگا۔ ایک وقت جبکہ وہ شراب نوشی میں مصروف تھے کہ کہیں سے ایک کوا آیا اور کائیں کائیں کرنے لگا۔ اس کی آواز سن کر امیہ بن ابی الصلت کا رنگ اڑ گیا۔

امیر نے پوچھا:

''کیا بات ہے؟''

امیہ بن ابی الصلت نے کہا:

''اگر کوا سچ کہتا ہے تو دورِ جام مجھ تک پہنچے سے پہلے پروانہ اجل آجائے گا۔''

کوے کو جھوٹا ثابت کرنے کے لیے امیر نے اسے اپنا ساغر پیش کیا، ساتھ والے نے پیالہ لے کر بڑھایا ہی تھا کہ امیہ بن ابی الصلت فرش پر گر پڑا۔ اس کا طائر جاں قفس عنصری سے پرواز کر چکا تھا۔

Marfat.com

حضرت عمر بن شرید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

میں نے اپنے والد سے سنا ہے، وہ کہتے تھے:

''ایک مرتبہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سواری پر پیچھے بیٹھ کر جا رہا تھا، راستہ میں امیہ بن ابی الصلت کے شعر آپ ﷺ کو سنائے۔ جب کوئی شعر پڑھتا۔ آپ ﷺ فرماتے:

''ہاں اور سناؤ۔''

یہاں تک کہ میں نے سو شعر سنائے۔ آخر میں آپ ﷺ نے فرمایا:

''وہ مسلمان ہوتے ہوتے رہ گیا۔''

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

''اس کا دل تو ایمان لایا، مگر اس نے دل کی نافرمانی کی۔''

## غائبانہ تصدیق

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''یمن میں ایک حمیری عشکلان بن ابی العوالم میرا شناسا تھا۔ جب میں تجارت کے لیے وہاں جاتا تو اس کے گھر قیام کرتا اس سے ملاقات ضرور کرتا۔ وہ بہت ضعیف اور نیک خو تھا۔ وہ ہر بار مجھ سے سوال کرتا:

''تمہارے پاس کوئی ایسی شخصیت پیدا ہوئی ہے جسے شرف اور بزرگی حاصل ہو، یا اس نے تمہارے دین کی مخالفت کی ہو؟''

میں ہر بار اس کا نفی میں جواب دیتا، اب کی بار جب میں اس سے ملنے گیا تو اسے بہت ناتواں اور بیمار پایا۔ مجھے دیکھ کر بڑا خوش

Marfat.com

ہوا، اور پوچھا:

''ذرا اپنا حسب نسب تو بیان کرو۔''

میں نے تفصیل بتائی تو اس نے کہا:

''میں تجھے ایک بشارت دیتا ہوں جو تیری تجارت سے بہتر ہے۔
پچھلے مہینے اللہ نے تمہارے درمیان ایک نبی مبعوث فرمایا ہے۔
اسے تمام مخلوق پر فضلیت بخشی ہے۔اس پر کتاب بھی نازل فرمائی۔
وہ بتوں کی پرستش سے منع کرتا ہے۔ہمیشہ سچ کہتا ہے۔''

میں نے بڑے تعجب سے پوچھا:

''وہ قریش کے کس قبیلے کا ہے؟''

عشکلان نے کہا:

''وہ بنی ہاشم سے ہے، اور رات دن تم اس کے حالات کا مشاہدہ کرتے رہتے ہو۔اے عبدالرحمن! فوراً واپس جاؤ اور اس کے دست حق کو تھام لو۔اس کی صداقت کی گواہی دو۔اس کی مدد اور نصرت میں پیچھے نہ رہو۔میں نے ان کی شان میں کچھ شعر کہے ہیں، ان کی خدمت میں پہنچا دو۔''

''میں بلندیوں والے اللہ کی گواہی دیتا ہوں جو رات کو صبح سے پیدا کرنے والا ہے۔رب موسیٰ کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ بے شک بطحا والوں کی طرف رسول ہو کر آئے ہیں۔آپ ﷺ اس بادشاہ کے سامنے میرے بھی شفیع ہو جائیں جو مخلوق کی اصلاح کی طرف دعوت دیتا ہے۔''

Marfat.com

## حقیقی بھائی بند

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''یہ سن کر مجھ سے یمن میں ٹھہرا نہ گیا، اپنا کام جلدی نمٹا کر مکہ کی راہ لی اور سیدھا حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچا۔ حمیری کی باتیں انہیں سنائیں اور اس کی بشارت کے بارے میں پوچھا، انہوں نے بتایا:

''وہ درست کہتا ہے تم فوراً حضور ﷺ سے ملو اور ایمان لے آؤ۔''

''میں جب آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو تبسم کے ساتھ فرمایا:

''میں ایسا چہرہ دیکھتا ہوں جس سے مجھے بھلائی کی امید ہے۔''

میں نے پوچھا: ''وہ کون ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''تو جس کا پیغام لایا ہے، وہ حمیری جس میں مومنوں کے سے خواص ہیں۔''

یہ سن کر میں نے کلمہ شہادت پڑھا اور ایمان سے بہرہ ور ہوا۔

آپ ﷺ نے عشکلان بن ابی العوالم کی باتیں اور اشعار سن کر فرمایا:

''ہو سکتا ہے وہ مجھ پر دیکھے بغیر مجھ پر ایمان لانے والا ہو، اور میرا زمانہ دیکھے بغیر میری تصدیق کرنے والا ہو، یہی میرے حقیقی بھائی بند ہیں۔''

## جنات کا ایمان

ایک دن حضور ﷺ مسجد قبا میں نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ ﷺ کے ساتھ حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اتنے میں ایک دیہاتی شتر سوار آیا، اور آپ ﷺ کو نبوت کی مبارک باد دی، اور عرض کیا:

Marfat.com

''یا رسول اللہ ﷺ! کئی سال پہلے کی بات ہے کہ میں چند لوگوں کے ساتھ حضر موت کے علاقہ میں سفر کر رہا تھا۔ ہم چاندنی رات میں راستہ بھول کر ایک پرخطر وادی میں داخل ہوئے، اتنے میں گریہ وزاری اور آہ و بکا کا ایک شور برپا ہوا۔ ساتھ ہی ایک آواز آئی:

''بخدا! قیامت نزدیک آ گئی ہے، آگاہ ہو جاؤ کہ آخری پیغمبر (ﷺ) مبعوث ہو چکا ہے۔ سعید لوگ آپ ﷺ کی اطاعت کریں گے، جو مخالفت کریں گے وہ بد بخت ہوں گے۔''

ہم نے ڈرتے ڈرتے کہا:

''اللہ تعالیٰ ہم پر رحم کرے، تم کون ہو اور یہ شور کیسا ہے۔''

جواب ملا:

''میں عشکلان جن ہوں، اور یہ جنوں کی آواز ہے جو پیغمبر قریش ﷺ پر ایمان لے آئے ہیں۔''

اس کے بعد سلسلہ کلام منقطع ہو گیا۔ صبح ہوئی تو ہم صحرا میں آئے اور سفر جاری رکھا۔ اتنے میں ہم نے دور ایک شخص کو دیکھا۔ میں نے اپنے ہم سفروں کو وہیں ٹھہرایا اور گھوڑا دوڑا کر وہیں پہنچا۔ دیکھا ایک خمیدہ بوڑھا زمین کھود رہا ہے۔ اسے دیکھ کر ہیبت طاری ہو گئی بڑی مشکل سے میں نے کہا:

''راستہ بھول گیا ہوں کچھ کھانے پینے کو دو۔''

اس بوڑھے نے کہا:

''نہ میرا گھر ہے اور نہ کوئی سامان خورد و نوش، البتہ تم آگے پہاڑ کے فلاں غار سے گزر جاؤ تو راستہ پا جاؤ گے۔''

Marfat.com

میں نے پوچھا:

''تم کون ہو، اور کیا کر رہے ہو؟''

اس خمیدہ بوڑھے نے جواب دیا:

''میرا نام عبد کلال بن یغوث الحمیری ہے، میں قبیلہ ماذن میں ٹھہرا ہوں، ان میں ایک بوڑھا ہے جو میری عمر پندرہ سو سال بتاتا ہے۔ اس نے مجھے خبر دی ہے کہ قوم عاد کا ایک دریا اس وادی میں بہتا تھا جو اب بند ہو گیا ہے۔ میں تین سو سال سے زمین کھود رہا ہوں تاکہ اس دریا کو ڈھونڈ نکالوں۔ البتہ ایک تختی ملی ہے۔ ذرا اس کو پڑھ کر بتاؤ تو کیا لکھا ہے؟''

اس پر قوم عاد اور حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کی مذمت تھی۔

## جائے عبرت سرائے فانی

پھر وہ بوڑھا میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے ایک جگہ لے گیا، جہاں سونے کے تخت پر ایک شخص بیٹھا تھا۔ اس کی پیشانی پر لکھا تھا۔

شداد بن عادہ ستونوں والا بیں ہزار بیاہ کئے، ہزار شہر بسائے، ہزار خزانوں کا مالک بنا، ہزار لشکروں کو شکست دی، میں نے مشرق و مغرب پر حکومت کی لیکن میرے لیے دنیا باقی رہی اور نہ میں دنیا کے لیے رہ سکا، خبردار ہو جاؤ اور دنیا کے لیے معزور مت بنو۔''

## ظہوری خوشخبری

پھر وہ بوڑھا مجھے ایک پتھر کی طرف لے گیا، اس کے نیچے سے ایک صحیفہ نکالا اور کہا:

Marfat.com

اس صحیفہ میں حضور ﷺ کے ظہور کی خوشخبری اور اطاعت کی تاکید لکھی تھی۔

چلتے ہوئے میں نے اسے قسم دے کر پوچھا:

''بتا تیری گزر بسر کیسے ہوتی ہے؟''

وہ خمیدہ کمر بوڑھا کہنے لگا:

''میں گھاس کھاتا ہوں اور بارش کا پانی پیتا ہوں۔''

اس واقعہ کے دو سال تک میں حضرموت میں مقیم رہا، واپس لوٹتے ہوئے جب دوبارہ اس مقام سے گزرا تو وہاں ایک نہر بہتی دیکھی، علاقہ کو سرسبز و شاداب پایا، ایک قبر کے گرد عورتوں کو بیٹھا دیکھا، میں نے پوچھا:

''عبد کلال بن یغوث کا کیا حال ہے؟''

جواب ملا:

''یہ قبر اسی کی ہے۔''

کتبہ قبر پر چند شعر کندہ تھے۔ میں نے یہ اشعار حضور ﷺ کو سنائے، اسے سن کر آپ ﷺ کے آنسو نکل آئے، اور فرمایا:

''اللہ تعالیٰ عبد کلال بن یغوث بن سرج پر رحم کرے، اس کا حشر امت واحد کی طرح ہوگا۔''

اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنی ذات سے ایک امت ہیں۔

یہ واقعہ بیان کرنے والے دیہاتی صحابی حضرت عبداللہ خفاف رضی اللہ عنہ ہیں۔

## اسلام ظاہر ہو گیا، بت ٹوٹ گئے

حضرت عمرو مرث الجنی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

Marfat.com

''ایام جاہلیت میں ایک بار میں زیارت کعبہ کے ارادہ سے مکہ گیا، ایک رات خواب میں دیکھا کہ بیت اللہ سے ایک سیل نور نکلا جس سے یثرب کے پہاڑ نظر آئے، نور میں سے ایک آواز آ رہی تھی:

''ظلمت و تیرگی چھٹ گئی۔ ہر طرف روشنی چھا گئی، اے لوگو! سن لو خاتم الانبیاء ﷺ دنیا میں مبعوث ہو گئے۔''

''اس کے بعد نور کا ایک دھارا بلند ہوا جس سے حیرہ و مدائن کے محلات دکھائی دیے۔ اس دفعہ نور سے کوئی پکار رہا تھا:

''اسلام ظاہر ہو گیا، بت ٹوٹ گئے، بیگانے شیر و شکر ہو گئے۔''

''میں خواب سے بیدار ہوا تو دل سہا ہوا تھا۔ واپس ہو کر میں نے اپنی قوم سے کہا:

''بخدا کوئی نئی بات مکہ میں ہونے والی ہے۔''

اس کے کچھ عرصہ بعد میں نے اپنے گاؤں میں سنا کہ احمد ﷺ کے نام سے ایک شخص نے اعلان نبوت فرمایا ہے۔ یہ سن کر میں ان ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اپنا خواب انہیں سنایا، اور ان سے ایمان کی دولت لے کر اپنے گاؤں لوٹ گیا۔''

## حلیہ اور نشانیاں

حضرت مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جن دنوں حضور ﷺ کی بعثت ہوئی میں طائف کے نجاروں کی ایک جماعت کے ساتھ اسکندریہ گیا ہوا تھا۔ وہاں میں سب سے بڑے پادری کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ بڑا نیک اور خدا رسیدہ انسان تھا، میں نے اس سے پوچھا:

Marfat.com

''کیا انبیاء میں کوئی پیغمبر آنا ابھی باقی ہے۔''

اس نے جواب دیا:

''ہاں، ابھی ایک رسول (ﷺ) آئے گا، اور وہی خاتم الانبیاء (ﷺ) ہوگا۔''

پھر اس پادری نے کہا:

''میں تمہیں ان کی نشانیاں بتلاتا ہوں، ان کا حلیہ کتابوں میں کچھ یوں لکھا ہے:

''وہ نہ زیادہ دراز قد ہوگا، اور نہ کوتاہ قامت۔ اس کا رنگ نہ زیادہ سفید ہوگا اور نہ بالکل سیاہ۔ اس کی آنکھوں میں سرخی ہوگی اور اس کے بال لمبے ہوں گے، وہ کمر میں پٹکا باندھے گا اور شمشیر بکف ہوگا۔ وہ کسی سے خائف نہیں ہوگا۔ وہ اپنے نفس سے بھی جہاد کرے گا۔ اس ﷺ کے اصحاب اس ﷺ پر جانیں نثار کریں گے، اور وہ اسے ﷺ ماں باپ آل اولاد سے زیادہ عزیز رکھیں گے۔ اس کی سر زمین لق و دوق صحرا ہوگی، جہاں گھاس بھی نہیں اگتی، وہ دین ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کرے گا۔ وہ ایک حرم سے مہاجرت کر کے دوسرے حرم میں رحلت کرے گا۔''

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بڑے اشتیاق سے پوچھا:

''ذرا ان ﷺ کی صفات کچھ اور تفصیل سے بیان کرو۔''

اسکندریہ کے اسقف نے مزید کہا:

''ہر نبی اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا ہے، لیکن وہ تمام انسانوں کے لیے ہوگا، تمام روئے زمین اس کے لیے مسجد ہوگی، جب

Marfat.com

پانی میسر نہ ہوگا تو تیمم کر کے نماز ادا کرے گا۔"

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

"جب میں ایمان لایا تو یہ باتیں حضور ﷺ کو بتائیں۔آپ ﷺ سن کر بہت خوش ہوئے،اور اسے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سنانے کا حکم دیا۔میں نے کئی لوگوں کو یہ واقعات سنائے۔"

## حسرتِ دید

حضور اکرم ﷺ کے بعثت کی خبر جب اکثم بن صفی کو ملی تو آپ ﷺ کے دیدار کا شوق دل میں پیدا ہوا۔رخت سفر باندھا تو اس کے قبیلے کے لوگ آ کر اس سے کہنے لگے:

"تو قوم کا سردار اور بزرگ ہے،اپنے مقام سے نہ گر ہمیں ذلیل نہ کیجیو۔"

اس نے سفر ملتوی کر دیا، اور دو آدمیوں کو آپ ﷺ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے روانہ کیا۔جب وہ لوٹے اور آپ ﷺ کے حسب نسب،اقوال اور اخلاق کے بارے میں اسے بتایا تو اس نے اپنی قوم کو سب سے پہلے ایمان لانے کی وصیت کی۔اس کے چند دنوں کے بعد وہ وفات پا گیا۔

## احمد مرسل ﷺ کا ظہور

حضرت سفیان ہذلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"بعثت سے کچھ عرصہ قبل میں ایک قافلہ کے ساتھ ملک شام گیا، رات بھر سفر کرنے کے بعد زرقا اور معاون کے درمیان ایک جگہ پڑاؤ ڈالا۔صبح سویرے اچانک ایک آواز سنائی دی:

Marfat.com

"اے سونے والو گو سونے کا وقت نہیں ہے۔"

میں نے دیکھا زمین و آسمان کے درمیان ایک سوار پکار پکار کر کہہ رہا ہے:

"اے لوگو! احمد مرسل ﷺ کا ظہور ہے، تمام شیاطین کو بہت دور بھگا دیا ہے۔"

میں فطرتاً نڈر اور دلیر تھا لیکن یہ آواز سن کر سہم گیا، سفر سے مکہ لوٹا تو پتہ چلا کہ قریش اور بنی عبدالمطلب میں اختلاف پیدا ہو چکا ہے، کیونکہ عبدالمطلب کی اولاد میں ایک نبی مبعوث ہوئے ہیں، اور ان کا اسم گرامی احمد ﷺ ہے۔"

## بتوں کا اقرارِ حق

عمان کے قریہ سمایا میں عتیرہ نامی ایک بت تھا، اس کا مجاور ماذن بن عضوبہ تھا۔ ایک رات جب اس کے آگے قربانی ہوئی تو ایک آواز آئی:

"اے ماذن! خیر ظاہر اور غالب ہو گیا، شر پوشیدہ اور ذلیل ہو گیا، قبیلہ مضر سے ایک نبی ﷺ مبعوث ہو گئے ہیں، اب پتھر سے تراشے ہوئے معبود کو چھوڑ اور جہنم کی آگ سے محفوظ ہو جا۔"

میں نے بت کے اندر سے یہ آواز سنی تو خوف زدہ ہو گیا۔

کچھ دن بعد پھر اس پر بھینٹ چڑھائی، بت نے صدا دی۔

"اے ماذن! میری بات غور سے سن جاہل نہ بن، حق کے ساتھ رسول ﷺ مبعوث ہو گئے ہیں، ان پر ایمان لائے گا تو آگ سے محفوظ ہو جائے گا۔"

ماذن بن عضوبہ کہتے ہیں:

Marfat.com

''میں نے سوچا قدرت میرے ساتھ بھلائی کرنا چاہتی ہے۔ ان ہی دنوں حجاز سے ایک آدمی ادھر نکلا، میں نے اس سے پوچھا:

''تمہاری طرف کوئی بات تو ظاہر نہیں ہوئی؟''

اس نے کہا:

''ہاں محمد (ﷺ) بن عبداللہ نبی ہوئے ہیں اور لوگوں کو حق کی طرف بلا رہے ہیں۔''

میں نے بت کو اپنے ہاتھوں سے پاش پاش کر دیا۔ سواری لی اور آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر دولت ایمان سے مالا مال ہوا۔''

## نورِ ہدایت

ایک بار قبیلہ خثعم کے لوگ بت کے اطراف جمع تھے۔ اپنے جھگڑوں کے فیصلے کا اس سے مطالبہ کر رہے تھے، ناگاہ ایک آواز کانوں میں آئی:

''اے لوگو! تم عقل سے عاری محض ڈھانچے ہو۔ احکام کو بتوں کی طرف منسوب کرتے ہو۔ قریب میں اللہ کے رسول ﷺ کی ذات موجود ہے۔ جو مخلوق کے سردار ہیں، عدل و انصاف کرتے ہیں، ان سے نور ہدایت اور دین حق کی شعاعیں پھوٹ رہی ہیں۔ وہ بلد الحرام میں علانیہ دعوت حق دے رہے ہیں۔''

''ہم سب گھبرا کر وہاں سے اٹھے۔ لوگوں میں اس کا چرچا ہونے لگا۔ بہت دنوں بعد ہمیں معلوم ہوا کہ حق کا یہ علم بردار بلد الحرام سے یثرب ہجرت کر گیا ہے ہم میں سے اکثر مدینہ حاضر ہوئے اور حق

Marfat.com

کی گواہی دی۔"

## بوانہ بت کی گواہی

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"بعثت نبوی ﷺ سے ایک ماہ قبل ہم بوانہ بت پر اونٹ ذبح کر رہے تھے۔ بت کے اندر سے ایک آواز آئی کوئی چلا چلا کر کہہ رہا تھا:

"عجیب بات ہے سنو، آسمانوں سے وحی کی چوری بند ہو گئی، جنوں پر شہاب ثاقب برستے ہیں، یہ نبی مکی ﷺ کی برکت ہے، ان نبی تہامی ﷺ کا نام نامی احمد ﷺ ہے ان ﷺ کا دارالہجرت مدینہ ہوگا۔"

"یہ آواز سن کر سب کے سب دم بخود اور مجسمۂ حیرت بن گئے۔"

## غیبی ندا سے گواہی

حضرت خویلد ضمری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

"ہم سب اپنے قبیلہ کے بت کے آگے بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں کسی کی چیخ و پکار اور فریاد سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا:

"جنات کا آسمان پر جا کر چوری چھپے فرشتوں کی باتیں سننا اور پھر آ کر کاہنوں کو بتانے کا سلسلہ ختم ہو گیا، اب ان پر آگ کے گولے برستے ہیں، یہ سب کچھ اس لیے کہ صاحب لولاک ﷺ کا مکہ میں ظہور ہو چکا ہے۔ وہ نماز، روزہ نیکی اور صلہ رحمی کا حکم دیں گے مدینہ ان کی ہجرت گاہ ہوگی۔"

Marfat.com

## غضباء کا شہسوار

حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

"وقت مرگ میرے باپ مرداس نے وصیت کی کہ قبیلہ سلیم کے ضماد (بت کا نام) کی تعظیم میں کمی نہ کرنا، میں نے عزت و برکت کی خاطر اسے گھر ہی میں نصب کرلیا، ہر روز اس پر نذر چڑھاتا، جب خاتم الانبیاء ﷺ مبعوث ہوئے تو آدھی رات کو ایک خوفناک آواز سے میرا گھر گونج اٹھا، گھبرا کر پناہ لینے کے لیے ضماد کے پاس دوڑا۔ آواز اس کے اندر سے نکل رہی تھی، اور کہہ رہا تھا:

"سب ہلاک ہوئے بجز ان کے جو اہل مسجد ہیں، ضماد بھی ہلاک ہوگیا، جس کی عبادت محمد رسول برحق ﷺ پر نزول کتاب سے پہلے کی جاتی تھی۔"

میں نے اس واقعہ کو سینہ میں راز کی طرح دفن کر دیا۔ جب غزوہ خندق میں تمام قبائل عرب مدینہ سے ذلیل و خوار ہو کر لوٹے تو میں نے سوتے میں ایک آواز سنی:

"منگل کی رات کو نازل ہونے والا نور غضباء اونٹنی کے شہسوار کے پاس ہے۔"

اب مجھ پر حقیقت ظاہر ہوگئی، فوراً بارگاہ رسالت ﷺ میں پہنچا اور شہسوار غضباء کا ہم رکاب ہوگیا۔

## سواع کا انجام

قبیلہ ہذیل، سلیم اور بنوظفر کا معبود سواع نامی بت تھا، جو معلی کے مقام پر نصب

Marfat.com

تھا۔ بنوظفر نے قبیلہ سلیم کی طرف سے ہدیہ پیش کرنے راشد بن عبدربہ کو بھیجا۔ جب سفر کر کے فجر کے وقت سواع کے قریب جا پہنچا تو اس کے قریب کے بت سے آواز آئی:

''اولاد عبدالمطلب سے نبی کا ظہور ہو چکا ہے، وہ بتوں کے لیے
ذبیحہ اور قربانی سے منع کرتے ہیں، سود خوری اور زنا کو حرام کہتے
ہیں۔ آسمان پر پہرے بٹھا دیے گئے ہیں۔''

دوسرے بت نے کہا:

''نبی برحق ﷺ کے مبعوث ہونے پر ضماد ترک کر دیا گیا۔''

تیسرے بت نے صدا دی:

''اسی قریشی النسل نبی ﷺ نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے بعد نبوت
وہدایت سنبھال لی۔ وہ گزری ہوئی اقوام کے حالات بتاتے ہیں،
اور آنے والے واقعات کی خبر دیتے ہیں۔''

حضرت راشد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

اتنے میں کہیں سے دو لومڑیاں آئیں، ہدایا کو کھایا، ارد گرد کو چاٹا
اور سواع پر چڑھ کر پیشاب کر دیا اور میں بے اختیار چیخ اٹھا:

''کیا وہ رب ہو سکتا ہے، جس کے سر پر لومڑیاں سوار ہوں، یقیناً وہ
بڑی ذلت سے دو چار ہوا۔''

## بعثت کی نوید

امیر المومنین حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ جو یمن کے ایک ذی حیثیت شخص تھے ملنے آئے، یہ پہلے کہانت کا پیشہ کرتے تھے، ایک جن ان کے تابع تھا۔ جس نے انہیں بعثت کی نوید سنائی۔

Marfat.com

امیر المومنین حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''ذرا وہ واقعہ اپنی زبان سے سناؤ۔''

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''میں ایک رات سویا ہوا تھا کسی نے مجھے پاؤں کی ٹھوکر سے جگا دیا اور کہا:

''لوی بن غالب کی اولاد سے ایک نبی مبعوث ہو چکے ہیں جو اللہ کی طرف بلاتے ہیں اور اس کی عبادت کا حکم دیتے ہیں، تم میں ذرا بھی عقل و فہم ہے تو کہانت کو چھوڑ کر دین اسلام میں داخل ہو جاؤ۔''

میں نے کوئی توجہ نہ دی، دوسری رات پھر یہی ہوا، اب بھی میں نے سنی ان سنی کر دی۔ تیسری رات وہ جن پھر آیا اور ٹھوکر لگا کر کہا:

''میں نے تجھے بارہا متوجہ کیا کہ غفلت چھوڑ، تمام جن تلاش حق میں مکہ کی طرف جا چکے ہیں تو کہیں پیچھے نہ رہ جائے۔''

## دامن نبوت

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ مزید فرماتے ہیں:

''صبح ہوتے ہی میں نے اونٹنی پر پالان رکھا اور مکہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستہ میں اطلاع ملی کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ ہجرت کر گئے ہیں، میں نے رخ مدینہ کی طرف کر دیا، مسجد کے دروازے پر اونٹنی باندھ کر خدمت اقدس میں حاضر ہوا، اور عرض پرداز ہوا:

''میری گزارش سن لیجئے۔''

آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کو حکم دیا:

''اسے قریب لاؤ۔''

Marfat.com

میں آپ ﷺ کے پاس بیٹھ گیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

'مجھے تو یہ بتا، تیرے تابع جن نے تجھے کیا بتایا۔''

''میں نے تمام سرگزشت سنائی، اور آپ ﷺ کی شان میں قیصدہ پڑھا، جس کا آخری شعر تھا:

''اے سب رسولوں سے افضل و اکرام! آپ ﷺ اس دن میرے شفیع بننا۔ جب آپ ﷺ کے سوا کسی کی سفارش نہ ہوگی، آپ ﷺ کے علاوہ کوئی سواد بن قارب کو فائدہ نہ پہنچا سکے گا۔''

اس ایمان افروز قصیدہ کو پڑھ کر میں آپ ﷺ کے دستِ حق پر ایمان لے آیا۔ اب آپ ﷺ کا چہرۂ انور خوشی سے چودھویں کے چاند کی مانند دمکنے لگا۔''

حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے مجھے گلے لگایا اور پوچھا:

''کیا اب بھی وہ جن تمہارے پاس آتا ہے؟''

میں نے عرض کیا:

''جب سے تلاوت کلام اللہ شروع کی ہے، وہ نہیں آیا، سچ تو یہ ہے کہ جنوں کو حاضر کرنے کے لیے پڑھے جانے والے کلمات کے عوض قرآن مجید اور فرقان حمید کیسا اچھا بدل ہے۔''

## پناہ سے معذوری

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''میں علاقہ شام میں سفر کر رہا تھا، ایک رات ایک جگہ ٹھہرا تو

Marfat.com

جاہلیت کے طریقہ کے مطابق جنوں کی پناہ طلب کی، جب لیٹنے لگا تو ناگاہ ایک ندا آئی:

''پناہ چاہتے ہو تو اللہ سے مانگو، جن کسی کو اللہ کی گرفت سے نہیں بچا سکتا۔ رسول امین ﷺ کا ظہور ہو چکا ہے، ہم نے تو مقام حجون میں ان کے پیچھے نماز ادا کی ہے۔ اب جنوں اور شیطانوں کے مکرو فریب کا جال ٹوٹ گیا، اب ان پر شہاب ثاقب کی مار پڑتی ہے۔ فوراً اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں جا اور ان کے حلقہ غلامی میں داخل ہو جا۔''

میں نے ساری رات آنکھوں میں بسر کر دی۔ صبح ''دیر ایوب'' میں ایک راہب کے پاس گیا اور سارا معاملہ کہہ سنایا۔ اس نے کہا:

''یہ خبر بالکل سچ ہے، حرم مکہ میں پیغمبر آخر الزماں ﷺ کا ظہور ہو چکا ہے۔''

میں جلدی سے نکلا اور بخت وسعادت سے آپ ﷺ کی بارگاہ میں رسائی نصیب ہوئی، اور خاتم النبیین ﷺ کے دست حق پر ایمان لے آیا۔''

## ندائے غیب

حضرت خزیم بن فاتک رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کو اپنے مشرف بہ اسلام ہونے کا واقعہ سناتے ہوئے عرض کیا:

''میں اپنے مویشیوں کی تلاش میں ابرقِ عزاف پہنچا، رات آئی تو حسب روایت بلند آواز سے کہا:

Marfat.com

''میں وادی کے اس عظمت والے جن کی شریر جنوں سے پناہ لیتا ہوں۔''

ناگاہ ایک غیبی آواز گونجی:

''اے جوان! اللہ ذوالجلال کی پناہ لے جو سب کا مالک ہے۔''

میں نے کہا:

''مجھے راہ نجات اور سبیل ارشاد کی خبر دے۔''

ندا آئی:

''وہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں، جو خیرات و فیوض کے مالک ہیں نجات کے راستے کی طرف بلاتے ہیں، نماز اور روزے کا حکم دیتے ہیں، برائیوں سے منع کرتے ہیں۔''

اے امیر المومنین! اس آواز نے مجھے اللہ کے رسول ﷺ کے دامن سے وابستہ کر دیا۔''

❀❀❀

Marfat.com

# منصب نبوت

## مکہ کی پرسکوت خاموشی

مکہ، شہر خوباں، شب کی سیاہی کے دبیز پردوں میں مستور تھا۔ تمام ٹمٹماتی ہوئی روشنیاں مختلف جگہوں پر روشن نظر آتی تھیں۔ رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔ اس کے باوجود چوپالوں میں رقص وسرود کی محفلیں اپنے پورے شباب پر تھیں۔ ساغر و مینا کے دور چل رہے تھے، لوگ عیش ونشاط میں مصروف تھے۔ بلکہ گناہ کی اس دلدل میں گردن تک دھنس چکے تھے۔ قمار بازی کے اڈوں میں بازیاں اپنے عروج پر تھیں۔ قحبہ خانوں میں ابلیس محو رقص تھا۔

مفاسد کے ان سرچشموں سے ذرا ہٹ کر دن کے تھکے ماندے گڈریے نیند کے نشے میں مست سو رہے تھے۔

سرزمین عرب کے اس مرکزی شہر کی ہر رات ایسی ہی ہوتی تھی۔

لیکن مکہ کی ان دلفریبیوں سے تین میل دور جبل نور کی انتہائی بلندی سے ذرا نیچے ایک غار میں آدھی رات کی ان خوفناک گھڑیوں میں رنج وراحت سے بے نیاز کوئی سربسجود تھا۔ تنہائی اور خاموشی ہر طرف محیط تھی۔ وہ یکہ وتنہا اس سنسان اور ویران غار میں محو تحنث تھے۔

یہ آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا کے لال اور جگر گوشہ عبداللہ، محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے، جو شہر مکہ کی رونق سے دور تنہائی میں اپنے رب سے لو لگائے بیٹھے تھے۔ جنہیں مکہ کی

Marfat.com

ان دلفریبیوں سے کوئی دلچسپی نہ تھی، جو اہل مکہ کے اس شور و شغف کو انتہائی ناپسندیدہ نگاہ سے دیکھتے۔ وہ کفر میں رہتے ہوئے بھی کفر سے کوسوں دور تھے، ان کے دل کے اندر نور جگمگا رہا تھا۔

یہ وہ نور تھا، جس نے ایک دن تمام مکہ، تمام نجد و حجاز اور تمام دنیا کو ظلمت سے نکال کر منور کرنا تھا، یہ وہ نور تھا جس نے کفر و شرک کے بتوں کو پارہ پارہ کرنا تھا، یہ وہ نور تھا جس کے لیے ارض و سما منتظر تھے۔

محمد ﷺ اس اندھیری غار سے خالق اکبر کے جمالِ جہاں آراء کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے بے تاب تھے، یہاں انہوں نے چھ ماہ قبل اپنے مالک اور خالق اپنے معبود حقیقی کے پیامبر جبرائیل امین کو دیکھا تھا، جو انہیں رسالت کی خوشخبری دے کر چلے گئے تھے، اور ان کے انتظار میں محمد ﷺ اس غار میں گوشہ نشین تھے۔

## وحی اولیں کا نور

محمد ﷺ شاہد حقیقی کے نامہ و پیام کے منتظر تھے۔ محمد ﷺ اولاد آدم کی گمراہی کا غم سینے میں دبائے اندھیری راتوں میں اپنے خالق و مالک سے ان کی ہدایت کے طالب رہتے ہیں۔ ہر روز، روز اُمید اور ہر شب، شب نوید کا یقین ہے، تاہم بے قراری لحظہ بہ لحظہ بڑھتی جا رہی ہے۔ کیونکہ محبت کے اس کوہ آتش فشاں کے انفجار کا وقت قریب آپہنچا ہے۔

آج ۱۸ رمضان المبارک بمطابق ۱۷ اگست ۶۱۰ء جمعہ کی شب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین بندے اور انسانیت کے عظیم ترین محسن محمد ﷺ رب العزت کی بارگاہ میں غار حرا میں سربسجود ہیں۔ اتنے میں سرسراہٹ سی ہوئی۔ آپ ﷺ نے سجدہ سے سر اٹھا کر دیکھا تو سامنے جبرائیل امین کو موجود پایا۔

وہی جبرائیل امین جو خالق اکبر کے فرستادہ ہیں، جن کو دیکھنے کے لیے آنکھیں

Marfat.com

ترس گئی تھیں۔جن کی زبانی محبوب ازلی کا پیغام سننے کے لیے سخت بے تابی تھی، جن کا انتظار کرتے کرتے چھ ماہ گزر چکے تھے۔آج وجبرائیل امین آپ ﷺ کے سامنے تھے۔اللہ رب العزت کا پیغام لے کر آئے تھے۔اللہ تعالیٰ کی پہلی وحی آپ ﷺ کی طرف لے کر آئے تھے۔نبوت کا تاج آپ ﷺ کے سر پر سجانے کے لیے آئے تھے۔

جبرائیل امین کے ہاتھ میں ایک سبز ریشمی کپڑا تھا، جس پر کچھ لکھا ہوا تھا۔ ناموسِ اکبر نے کہا: ''اقراء''

آپ ﷺ نے جواب دیا: ''ما انا بقاری۔''

''میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔''

اس پر جبرائیل امین نے آپ ﷺ کو سینے سے لگا کر زور سے بھینچا یہاں تک کہ قوت برداشت جواب دینے لگی۔ادھر ملکوتی نور جسد بشری کو منور کرنے لگا، کچھ دیر بعد علیحدہ کیا تو پھر جبرائیل امین نے کہا: ''اقراء'' (پڑھیے)

آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے پڑھنا نہیں آتا۔''

تیسری بار جب خوب بھینچا تو آپ ﷺ کو قوت محسوس ہوئی، اب جو فرشتے نے کہا: ''اقراء''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا پڑھوں؟''

جبرائیل امین نے کہا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ﴿۱﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ﴿۲﴾ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ﴿۳﴾ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ﴿۴﴾ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ﴿۵﴾

''پڑھو اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا جمع ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی پڑھو، اور تمہارا

Marfat.com

رب تو بہت عزت والا ہے جس نے قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا
انسان کو وہ علم دیا، جس کو وہ نہ جانتا تھا۔'' (سورۃ العلق: ا تا ۵)

فرشتہ کا پڑھایا ہوا زبان پر جاری ہوگیا۔ لوح دل پر نقش ہوگیا، غنچۂ دل نسیم وحی سے کھل اٹھا، اللہ کا پاک نام اس کا برگزیدہ کام جو سارے علوم کی شاہ کلید ہے، ساری حقیقتوں کا خزانہ ہے، اس کے سامنے تخلیق انسان کی حقیقت بیان کر دی گئی، جو ہستی دنیا تک عبد و معبود کے رشتے کو جوڑنے آیا تھا، وحی اولیں کے نور سے غار حرا جگمگا اٹھا، جبل نور کے بخت نے یاوری کی۔ نور علیٰ نور بن گیا۔

اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین فرشتے نے اس کے محبوب ترین بندے کو رسالت کی بشارت دے دی تھی وہ مژدہ جانفزا تھا جس کے انتظار میں ارض و سماء کا ذرہ ذرہ اول سے اب تک بے تاب تھا۔

## اولین نماز

نزول وحی کی گھڑیاں گزر گئیں۔ نزول قرآن کا آغاز ہو چکا، اور اب جبل نور کے اس حصہ پر جو اوپر اٹھا ہوا تھا۔ جبرائیل امین نے ایک چٹان پر اپنا پر مارا تو پانی کا چشمہ ابلنے لگا، جس سے پہلے فرشتے نے وضو کیا، پھر محبوب خدا ﷺ نے وضو کیا۔ اب جبرائیل امین امام ہیں اور محمد ﷺ مقتدی۔

یہ پہلی نماز ہے، اور اس کے ساتھ ہی فجر اور عصر کی دو دو رکعتیں فرض ہو گئیں۔

اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک چالیس سال چھ ماہ تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھائے ۶۱۰ سال گزر چکے تھے۔

اس کے بعد جبرائیل امین آسمان کی وسعتوں میں پرواز کر گئے، اور حامل وحی رشد و ہدایت کا آفتاب حرا سے طلوع ہوا۔

Marfat.com

جبرائیل امین جا چکے تھے۔محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اضطراب کی ایک شدید کیفیت طاری تھی۔وہ اس عالم میں گھر کی طرف چل دیے۔

## آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول برحق ہیں

منصب نبوت سے گرانبار مہبط وحی محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر لوٹے تو شریک حیات نے دل جوئی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق عالیہ بیان کیے۔تسلی دی۔

''اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر آفت سے محفوظ رکھے گا،اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کی جان ہے،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے شک اس کے نبی ہیں، بشارت ہو کہ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سوائے خیر کے اور کچھ نہیں کرے گا، جو منصب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا ہے،وہ حق ہے یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول برحق ہیں۔''

انہیں بے اختیار پندرہ سال پہلے کے وہ دن یاد آئے، جب دوپہر کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر شام سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال لے کر لوٹے تھے۔اس وقت دو فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سایہ فگن تھے۔نسطورا راہب کی باتیں جو میسرہ نے سنائی تھیں،اور جن کا تذکرہ اس زمانے میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے چچا زاد بھائی کتب آسمانی کے عالم ورقہ ابن نوفل سے کیا تھا۔تفصیل سن کر کہا:

''اگر واقعہ سچا ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس امت کے نبی ہوں گے آسمانی کتابیں کہتی ہیں کہ ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے۔اس کے ظہور کا یہی زمانہ ہے۔''

تھوڑی دیر مراقبہ کے بعد کچھ شعر پڑھے۔

Marfat.com

## ورقہ ابن نوفل کی بشارتیں

(۱) "میں نے اپنی تمام تر توجہ اس کی جانب مبذول کر رکھی ہے جو پتھریلی نشیبی، اونچی زمینوں اور ہموار میدانوں میں رہنے والوں میں سے بہترین ہے۔

(۲) احمد بن عبداللہ ﷺ پتھریلی زمین کی وادیوں کے جملہ رہنے والوں کی طرف اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔

(۳) ان کے بارے میں میرا گمان ہے کہ عنقریب وہ صداقت کے ساتھ مبعوث کیے جائیں گے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے دو بندوں ہود اور صالح کو مبعوث فرمایا:

(۴) جس طرح موسیٰ اور ابراہیم کو مبعوث کیا گیا یہاں تک کہ اس کے محاسن محامد واضح ہو جائیں گے۔

(۵) قبیلہ لوی کے جوان اور بوڑھے سردار بحیثیت مجموعی اس کا اتباع کریں گے۔

(۶) کاش میں اس وقت تک زندہ رہوں جب لوگ اس کا زمانہ پائیں گے۔ میں اس کے لیے محبت کی بشارت دینے والا ہوں۔

(۷) ورنہ اے خدیجہ! جان لے کہ میں اب تمہاری اس زمین سے آخرت کی طویل اور وسیع زمین کی طرف سفر کرنے والا ہوں۔"

کتب آسمانی کے عالم ورقہ ابن نوفل کی ان بشارتوں نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دل میں اس دولت لازوال کو اپنے دامن میں سمیٹنے کی تمنا پیدا کی تھی۔

Marfat.com

## چراغِ حرم

برسوں پہلے خواب کی تعبیر مل رہی تھی، جبل نور کے غار حرا سے منصب نبوت پر فائز ہو کر چراغ حرم "دار خزیمہ" کو منور کرنے لگا، تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے بارے میں تشفی کرنی چاہی۔ سردار مکہ عتبہ بن ربیعہ کا ایک نصرانی غلام عداس تھا۔ جو طائف میں اس کے باغوں کا نگران تھا وہ اصل میں نینوا کا رہنے والا تھا۔ جہاں حضرت یونس علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے۔ اتفاق سے وہ ان دنوں مکہ میں تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ان کے پاس گئیں اور فرمایا:

"مجھے ذرا جبرائیل علیہ السلام کے بارے میں کچھ بتانا۔"

عداس نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کا نام سنتے ہی کہا:

"قدوس قدوس"

"یعنی سبحان اللہ ان بت پرستوں کی سرزمین میں جبرائیل علیہ السلام کا ذکر وہ تو امین ہیں، اللہ اور اس کے رسول کے مابین سفیر ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے خلوت نشین ہیں۔"

## سبوح، سبوح

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پھر ورقہ ابن نوفل کے پاس گئیں، جو توریت اور انجیل کے عالم تھے۔ وہ ان کی عبرانی زبان میں کتابت کرتے تھے۔ انجیل کو سریانی زبان میں لکھا کرتے تھے۔ اس کا سریانی زبان سے عربی میں ترجمہ کرتے تھے، زمانہ جاہلیت میں بت پرستی سے بیزار ہو کر نصرانیت اختیار کر گئے تھے، اب بہت ضعیف اور کمزور ہو گئے تھے۔ بینائی بھی جاتی رہی تھی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان سے پوچھا:

Marfat.com

''مجھے جبرائیل علیہ السلام کے بارے میں کچھ بتائیے۔''

ورقہ ابن نوفل نے کہا: ''کون، قدوس، قدوس''

ایک دوسری روایت کے بموجب سبوح سبوح۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

''ہاں! میرے شوہر ہیں ان پر جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے ہیں۔

اور اس کی کیفیت بھی بتلاتے ہیں۔''

یہ سن کر ورقہ ابن نوفل نے کہا:

''اگر جبرائیل علیہ السلام! اس زمین پر اترے ہیں تو اللہ تعالیٰ بہت خیر و برکت نازل کرے گا، تم سچ کہتی ہوں تو تحقیق ان کے پاس وہی فرشتہ آیا ہے، جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تھا۔

اے خدیجہ (رضی اللہ عنہا)! یہ وہی ناموس اکبر ہے، جو ان سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بھی نازل ہوا تھا۔

## نمودِ نبوت

ایک روایت یہ بھی ہے:

''حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے مہبط وحی ﷺ کو حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ورقہ ابن نوفل کے پاس روانہ کیا۔ حضور ﷺ نے تفصیل بتائی، یہ بھی فرمایا:

''جب تنہا رہتا ہوں تو یا محمد (ﷺ) یا محمد (ﷺ) کی ندا سنتا ہو، ادھر ادھر دیکھتا ہوں تو کوئی دکھائی نہیں دیتا اور گھبرا کر بھاگنے لگتا ہوں۔''

ورقہ ابن نوفل نے کہا:

Marfat.com

''اب جب کہ ایسی صدا آئے تو اپنی جگہ قائم رہیے اور آواز پر دھیان دیجئے جو کچھ سنائی دے مجھے آ کر بتائیے۔''

ایک بار خلوت میں وہی آواز سنائی دی، کہنے والے نے کہا: ''یا محمد (ﷺ)!

اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ۔

اس کے بعد اس نے کہا: ''پڑھیئے''

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝١ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝٢ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝٣ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝٤ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝٥ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝٧

آمین!

ترجمہ: ''ہر قسم کی تعریفیں اللہ کے لائق ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔ روزِ جزا کا مالک ہے۔ (اے اللہ) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں ہم کو سیدھے راستے پر چلا ایسے راستے پر جن پر تو نے اپنا انعام کیا۔ نہ اُن کے راستے پر جن پر تیرا غضب نازل ہوا اور نہ گمراہوں کے راستے پر۔'' (سورۃ فاتحہ)

یہ پڑھا کر وہ غائب ہو گیا۔

آپ ﷺ نے ورقہ ابن نوفل سے سارا حال بیان فرمایا:

ورقہ ابن نوفل نے کہا:

''آپ ﷺ کو مبارک ہو، میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ ﷺ وہی

Marfat.com

نبی ہیں جس کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم نے دی ہے۔"

## آرزوئے نصرت

دوسری روایت یہ ہے:

"حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا خود اپنے ساتھ لے کر گئیں، اور عرض کیا:

"آپ ﷺ سارا واقعہ خود اپنی زبان مبارک سے بیان فرمائیے!

ورقہ ابن نوفل نے جب آپ ﷺ کا کلام سنا تو سنتے ہی حق کا یقین آ گیا۔

بخاری اور مسلم میں ہے کہ ورقہ ابن نوفل نے کہا:

"آپ ﷺ کو بشارت ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ وہی ہیں جن کی حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام نے بشارت دی ہے۔ آپ ﷺ مثل موسیٰ علیہ السلام کے نبی مرسل ہیں، اور آپ ﷺ کو عنقریب اللہ کی طرف سے جہاد کا حکم کیا جائے گا۔"

ورقہ ابن نوفل نے مزید کہا:

"یہ وہی ناموس ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اترا تھا۔ کاش میں آپ ﷺ کے زمانہ رسالت میں قوی اور توانا ہوتا۔ اے کاش میں اس وقت زندہ ہوتا جب آپ ﷺ کی قوم آپ ﷺ کو نکال دے گی۔"

حضور ﷺ نے بے اختیار پوچھا: "کیا وہ مجھے نکال دیں گے۔"

ورقہ ابن نوفل نے کہا:

"ہاں، ہر اس شخص سے جو آپ ﷺ جیسی چیز لے کر آیا ہمیشہ دشمنی کی گئی، اگر مجھے آپ ﷺ کا وہ زمانہ نصیب ہوا تو ہر طرح آپ ﷺ کی مدد کروں گا۔"

Marfat.com

جب نبی مرسل ﷺ ورقہ ابن نوفل سے رخصت ہونے لگے، تو چلتے وقت انہوں نے آپ ﷺ کے سر اقدس پر بوسہ دیا۔

پہلی وحی کے نزول کے ساتھ ہی حضور اکرم ﷺ کو اپنے منصب و مقام کا علم ہو چکا تھا۔ ورقہ ابن نوفل کے پاس آپ ﷺ کا تشریف لے جانا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خواہش کے احترام کے ساتھ ساتھ تبلیغ کے آغاز کا مرحلہ بھی تھا۔ جس کے لیے قدرت نے ورقہ ابن نوفل کو ابتدائی کڑی بنایا۔

منصب نبوت کے علم کے بعد تصدیق کرنے والوں کی ضرورت تھی۔ یہ سعادت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ورقہ ابن نوفل کے حصہ میں آئی۔ ورقہ ابن نوفل نے تصدیق بھی کی اور جذبہ نصرت کی آرزو بھی۔

## نبوت کا پہلا قصیدہ

اس ملاقات کے بعد ورقہ ابن نوفل نے آپ ﷺ کی شان میں ایک قصیدہ بھی کہا:

(۱) خدیجہ (رضی اللہ عنہا) سے مختلف اوصاف معلوم کرنے کے بعد مجھے معلوم ہو گیا کہ وہی نبی (ﷺ) ہیں جن کا مجھے عرصہ دراز سے انتظار تھا۔

(۲) مجھے یہی امید تھی کہ یہ نبی (ﷺ) مکہ یا مدینہ میں مبعوث ہوں گے، اب تمہاری بات سن کر مجھے یقین ہو گیا ہے۔

(۳) بات یہ ہے کہ محمد (ﷺ) اپنی قوم کا سربراہ ہو گا اور اپنے مخالفین پر محبت سے غالب آئے گا۔

(۴) شہروں میں ہدایت کا نور اور روشنی پھیل جائے گی اور مخلوق

Marfat.com

کو اضطراب کے بجائے سکون نصیب ہوگا۔

(۵) ان (ﷺ) سے لڑائی کرنے والے غائب وخاسر اور صلح و صفائی رکھنے والے فوز وفلاح سے ہمکنار ہوں گے۔

(۶) اے کاش! مجھے وہ وقت نصیب ہو جب ان (ﷺ) کی قوم ان (ﷺ) کے ساتھ اچھا سلوک نہ کرے گی تو میں انہیں ان (ﷺ) کے مقام سے آگاہ کروں گا اور معتمد علیہ ثابت ہوں گا۔

(۷) میں ضرور اس دین میں شامل ہو جاؤں گا جسے قریش خواہ پسند کریں یا نہ کریں اور چیخ چیخ کر مکہ سر پر اٹھا لیں گے۔

(۸) جس بات کو تمام قریش ناپسند کرتے ہوئے پستی میں گر جائیں گے مجھے امید ہے اسے اختیار کر کے عرش والے تک رسائی حاصل کی جا سکے گی۔

(۹) اگر یہ باقی رہے اور میں بھی باقی رہا تو ہم یقیناً ایسے امور ملاحظہ کریں گے جن کی وجہ سے کافروں کو نالہ وشیون کرنا پڑے گا۔

(۱۰) اور اگر میں چل بسا تو ہر نوجوان کو بالآخر ایسے امور کا سامنا کرنا پڑے گا جو اس کی وفات پر منتج ہوں گے۔"

اس کے چند دن بعد ورقہ ابن نوفل کی وفات ہوگئی، چونکہ انہوں نے آپ ﷺ کی نبوت کی تصدیق کی نیز آرزوئے نصرت بھی، اس لیے اکثر آپ کو صحابی کے مرتبہ پر فائز سمجھتے ہیں۔

ورقہ ابن نوفل کی رحلت کے بعد ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے ان کے بارے میں دریافت کیا:

آپ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

"میں نے ان کو خواب میں سفید لباس پہنے دیکھا ہے، اور یہ ایمان کی علامت ہے۔"

ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

"میں نے قسیس (عیسائی دانش مند، حکیم یا پیشوائے دین یہاں مراد ورقہ ابن نوفل) کو جنت میں دیکھا کہ سبز لباس پہنے ہیں، اس لیے کہ وہ مجھ پر ایمان لائے اور میری تصدیق کی تھی۔"

## حق کے متلاشی

اس ملاقات کو زیادہ دن نہیں گزرے کہ ورقہ ابن نوفل نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ یہ مکہ کے اس حلقہ کے بیٹھنے والوں میں سے ایک تھے، جو علماء یہود و نصاریٰ کی صحبت سے استفادہ کر کے بت پرستی اور دین جاہلیت سے بیزار رسول آخریں ﷺ کے ظہور کے منتظر تھے ان ہی میں مکہ کے زید بن عمرو بن نفیل حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کے چچا، عثمان بن حریث اور عبیدہ بن جحش ہیں۔

## معلم کتاب و حکمت

جبل نور کے غار حرا میں الصادق الامین ﷺ لیکن ایک امی پر پہلی وحی کا نزول ہوا۔ حکم آیا پڑھنے کا، اس کے لیے جو حرف ناشناس تھا۔ سید الملائک علیہ السلام نے پڑھا۔ سید البشر ﷺ نے سنا اور دہرایا۔ امی ﷺ کو علم و سمع کے ذریعے عطا ہوا۔ تمام عمر اس طرح دریائے علم بہتا رہا۔ لوح و قلم سے نا آشنا معلم کتاب و حکمت بن گیا۔ وحی اول نے انسان کا درجہ کتنا بلند کر دیا، امی ذات اقدس کو جو پہلا حکم دیا گیا وہ ہے "اقراٴ" اس سے علم اور نبوت کے رشتہ کا بھی پتہ چلتا ہے اور انسان کو اپنے مقصد حیات کا صحیح علم بھی ہوتا ہے۔

Marfat.com

## یہ پہلا سبق تھا کتاب ھدیٰ کا

اقراء سامی لفظ ہے قرا عربی میں بولنا ہے نہ کہ لکھی ہوئی چیز کا پڑھنا۔ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ ہونے والے رسول ﷺ پڑھے لکھے نہیں ہیں، لیکن فرشتے نے رسمی نوشتہ پڑھنے پر مجبور کیا۔ اقراء باسم ربک کے معنی وہی ہیں جو بسم اللہ الرحمن الرحیم کے ہیں۔ بعض سورتوں میں قل اور اقل بھی بولنے کے معنی میں آئے ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِۙ ① مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَۙ ② وَمِنۡ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَۙ ③ وَمِنۡ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِى الۡعُقَدِۙ ④ وَمِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ⑤

رب: آقا پالن ہار۔ ترقی کی منزل کی طرف لے جانے والا۔

خلق: عدم سے وجود میں لانا۔ پیدا کرنا۔

الانسان: انس ومحبت کا پیکر، پہلی وحی میں جسے انسان کہا گیا اسے بعد میں آدم کے نام سے یاد کیا گیا۔

علق: جما ہوا خون جس سے انسان رحم مادر میں پرورش پا کر جنم لیتا ہے۔

الاکرام: نہایت ہی کریم آقا۔ اس سے پہلے صرف عادل اللہ کا تصور تھا۔ اکرم کا نہ تھا۔

علم: حقیقی علم دینے والا اللہ ہے۔ جس کا یہاں علم کہا گیا۔ بعد میں اس کو کتاب وحکمت کا نام دیا گیا۔

قلم: ذریعہ علم، حقیقی ذریعہ علم تو عقل، تجربہ اور مشاہدہ ہے۔ جو قلم کے ذریعہ محفوظ ہو جاتا ہے، قلم ہاتھ کی زبان ہے، دل کا یہ ایلچی بھیدوں کا ظاہر کرنے اور نشانیوں کی حفاظت کرنے والا

Marfat.com

ہے۔ نبی قلم الٰہی ہے۔

علم الانسان مالم یعلم: ثابت ہے کہ اللہ ہی نے علم کا راستہ دکھایا ہے، ہبوط آدم یعنی آدم وحوا کا جنت سے سرزمین پر بھیجا جانا علم کا پھل کھانے کی وجہ سے نہیں ہوا۔ بلکہ قبل از وقت علم حاصل کرنے کی خواہش نفسانی نے انہیں یہ دن دکھائے۔

اُمی کا سینہ نزول وحی اول کے ساتھ ہی علم کا گنجینہ بن گیا۔ سورہ علق کی ابتدائی پانچ آیت سے محمد بن عبداللہ (ﷺ) کی نبوت کا آغاز ہوتا ہے، اور سورہ المدثر کی ابتدائی سات آیات سے رسالت کی ابتداء ہوتی ہے۔

## تاجِ نبوت

محمد ﷺ نبوت کا تاج سر پر سجائے غار حرا سے باہر آتے ہیں۔ انہیں چاروں طرف کفر و شرک کے اندھیرے دکھائی دیتے ہیں۔ اب انہیں اللہ کا پیغام دنیا میں عام کرنا تھا، ظلمت کو نور میں بدلنا تھا، حق کو باطل پر غالب کرنا تھا۔

یہ بڑا مشکل کام تھا۔ لوگ تو شرک و کفر کی دلدل میں دھنس چکے تھے۔ وہ تو پتھر کے بے جان ٹکڑوں کو ہی اپنا معبود حقیقی سمجھ بیٹھے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو لوگوں کے دلوں سے ان بتوں کو نکال کر پاش پاش کرنا تھا۔ ان کے دلوں میں ایمان کی شمعیں روشن کرنا تھیں۔

اور یہ کتنا مشکل کام تھا، اور پھر آنے والے وقت نے یہ ثابت کر دکھایا تھا کہ یہ بڑا ہی مشکل اور کٹھن کام تھا، مگر اللہ کے رسول ﷺ تو اندھیروں کو مٹا کر روشنی کو غالب کرنے والے تھے۔

**اب ہر طرف اللہ کا نام گونجنے والا تھا۔**

❀❀❀

Marfat.com